یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

یا عباس

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

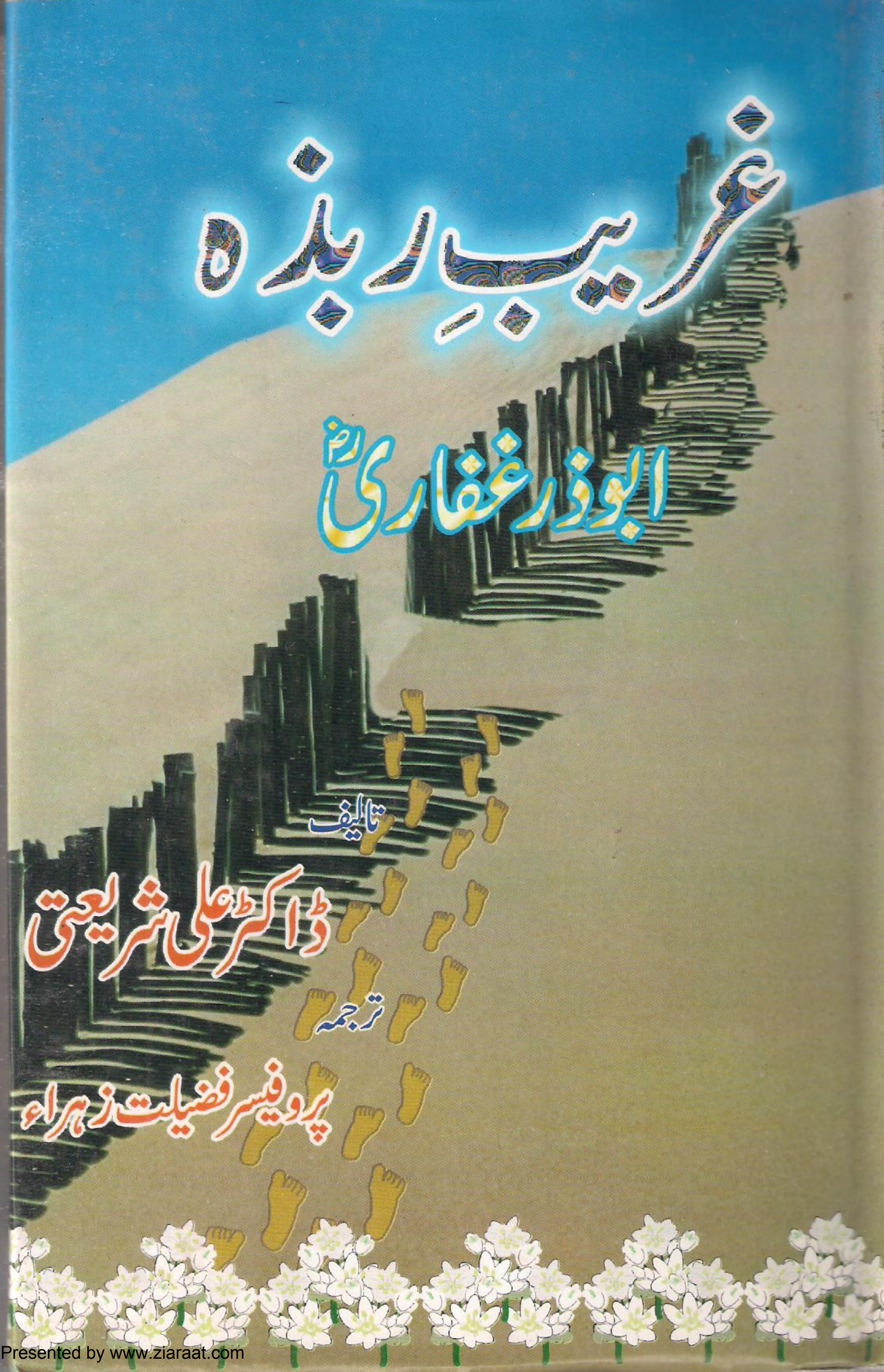
خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com



غریب ربذہ

ابوذر غفاریؓ

تالیف

ڈاکٹر علی شریعتی

ترجمہ

پروفیسر فضیلت زہراء

غریب ربذہ

(حضرت ابوذر غفاریؓ)

مرتب

ڈاکٹر علی شریعتی

مترجم

پروفیسر فضیلت زہرا

ناشر ادارہ منہاج الصالحین جناح ٹاؤن

ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون: 5425372

کتاب .... غریب ربذہ

مولف .... جودۃ السحار

اضافہ .... ڈاکٹر علی شریعتی

مترجم .... پروفیسر فضیلت زہرا

اہتمام .... مولانا ریاض حسین جعفری

کمپوزنگ .... ایم اعجاز احمد' ادارہ منہاج الصالحین

فون 5425372

اشاعت .... دوم 2003

ھدیہ .... 135 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

الحمد مارکیٹ۔ فرسٹ فلور۔ دکان نمبر ۲۰

اُردو بازار ○ لاہور۔ 042-7225252

فہرست

غریب ربذہ

(حضرت ابوذر غفاریؓ)

مرتب

ڈاکٹر علی شریعتی

مترجم

پروفیسر فضیلت زہرا

ناشر ادارہ منہاج الصالحین جناح ٹاؤن
ٹھوکر نیاز بیگ لاہور۔ فون: 5425372

کتاب .... غریب ربذہ
مولف .... جودۃ السحار
اضافہ .... ڈاکٹر علی شریعتی
مترجم .... پروفیسر فضیلت زہرا
اہتمام .... مولانا ریاض حسین جعفری
کمپوزنگ .... ایم اعجاز احمد' ادارہ منہاج الصالحین
فون 5425372
اشاعت .... دوم 2003
ھدیہ .... 135 روپے

ملنے کا پتہ
ادارہ منہاج الصالحین لاہور
الحمد مارکیٹ۔ فرسٹ فلور۔ دکان نمبر ۲۰
اُردو بازار ۝ لاہور۔ 042-7225252

فہرست

فہرست

حسن کلام

قارئین کرام!

یہ کتاب کہ جس کا آپ مطالعہ کر رہے ہیں' یہ تاریخ اسلام کے اس عظیم سپوت اور مرد مجاہد کے بارے میں ہے کہ جس کا اسلامی و انسانی تاریخ میں ذکر نہ کیا جائے تو وہ تاریخ ادھوری نظر آئے اور اس انقلابی شخصیت کے حیرت انگیز کارناموں کو بیان نہ کیا جائے تو دنیا کا کوئی انقلاب' انقلاب نہیں رہ سکتا اور نہ ہی کسی بہادر و جری شخص کو ہیرو بنا کر سامنے لایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کو مصر کے ممتاز دانشور' نامور مورخ عبدالحمید جودۃ السحار نے تحریر کیا تھا' لیکن بعد میں دنیائے اسلام کے عظیم سکالر ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنے عالمانہ' فاضلانہ' دانشمندانہ اور مفکرانہ انداز میں ڈھال کر' نیا لباس پہنا کر باذوق قارئین کے سامنے پیش کیا ہے' تاکہ اس نایاب تاریخی ''خزانہ'' سے بھرپور طریقے سے استفادہ کیا جائے۔

میرے نزدیک اگر ڈاکٹر شریعتی شہید جناب ابوذر غفاریؓ کے بارے میں اپنی طرف سے کتاب لکھتے تو شاید اس سے بہتر انداز میں لکھ سکتے تھے' لیکن یہ ترجمہ انہوں نے شاید تین وجوہات کی بناء پر کیا ہے' پہلی وجہ تو یہ ہے کہ جناب عبدالحمید ایک

سنی المذہب عالم دین تھے' ان کے کسی بھی تاریخی نوعیت کے اعتراض یا کسی قسم کی تنقید کو کوئی بھی مسلمان شخص مسترد نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو ایک خاص فرقے کے ساتھ نتھی کیا جا سکتا ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب ایک لحاظ سے قلمکاروں' تجزیہ نگاروں کو سمجھا رہے تھے کہ اگر کسی اچھے موضوع پر کسی رائٹر کی عمدہ کاوش نظر آ جائے تو بجائے ایک الگ تھلگ کوشش کرنے کے اسی کا ترجمہ کیا جائے' تیسری وجہ یہ ہے کہ جب جناب ابوذر غفاریؓ کی سیرت نگاری اور سوانح حیات کی بات آتی ہے تو تاریخ کے چند معروف ومشہور نام عوامی وتاریخی لحاظ سے ''احتساب'' کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اگر اس حقیقت پسندی کا مظاہرہ ڈاکٹر شریعتی اپنی طرف سے کرتے تو اس کو ایک خاص فرقے کی ''سوچ'' قرار دیا جا سکتا تھا' گویا شریعتی صاحب نے ایک اسلامی فریضہ بھی ادا کر دیا ہے اور لوگوں کے اعتراضات کا دروازہ بھی بند کر دیا کہ اس نقطہ نظر کو ایک اہل سنت عالم دین نے پیش کیا ہے' اب جو بھی اعتراض کرنا ہے' انہی پر کیا جائے۔

مولف کتاب نے اس کو ''**خدا پرست سوشلسٹ**'' کے نام سے موسوم کیا تھا' لیکن ہم نے اس کتاب کا نام بدل کر ''**غریب ربذہ**'' رکھ دیا ہے۔ اس نام کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ ایک عام فہم اور آسان نام ہے' دوسرا ہمارے ہند و پاک کے مذہبی و ادبی حلقے اس قسم کے ثقیل ناموں اور بھاری بھرکم القابات کو پسند نہیں کرتے' غریب یعنی فقیر' پردیسی' بیکس اور ''ربذہ'' ایک خوفناک صحرا کا نام ہے۔ جناب شریعتی کہتے ہیں کہ اگرچہ پوری تاریخ اسلام کو مسخ کرنے اور اس کے خوبصورت وتابناک اور روشن چہرے کو بگاڑ کر پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی' لیکن حقیقت پسند اور منصف مزاج طبقہ ہر دور میں موجود رہا ہے جو جماعتی تقاضوں' مقامی وعلاقائی تہذیب وتمدن کی

نزاکتوں، ہر طرح کی مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر حق و انصاف کی بات کہتا اور اس کی حمایت کرتا ہوا چلا آیا ہے۔ یہ جو روشنی کے آثار اور حقیقت و شرافت کے نقش و نگار اور انصاف و عدالت کے بلند و بالا مینار نظر آ رہے ہیں، ان جیسے مجاہدوں اور علمبرداروں کی شبانہ روز کی کوششوں کا نتیجہ تو ہے۔ اس کتاب کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، شاید اب تک لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، جو کتابوں کی دنیا میں ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ اس علمی، تاریخی کاوش کو نہ فقط پسند کیا گیا، بلکہ وسیع پیمانے پر سراہتے ہوئے تاریخ نویسی، سیرت نگاری کے حوالے سے صدی کی بہت بڑی ''کوشش'' قرار دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شریعتی بنیادی طور پر درمیانے طبقے کے آدمی تھے، لیکن وہ خود کو غریبوں، مسکینوں، بے نواؤں، محتاجوں کا ترجمان سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کا انداز زندگی انتہائی سادہ تھا، وہ اس زندگی کو زندگی نہیں سمجھتے تھے کہ جس میں جہاد و انقلاب کی خوشبو نہ آئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میرا قلم خوشی و مسرت، فخر و انبساط کی وجہ سے نازاں نظر آ رہا ہے کہ وہ گھٹیا قسم کے افسانوں، جھوٹ پر مبنی رومانوی کہانیوں کو لکھنے کی بجائے ایک ایسے عظیم اور بہادر شخص کی سوانح حیات اور داستان جرات رقم کر رہا ہے کہ جس کو قیامت تک پسماندہ قومیں خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی۔ واقعتاً اس کتاب میں صحرائے ربذہ کے اس غیور فرزند کا تذکرہ موجود ہے کہ جس کی انقلابی جدوجہد اور ظلم کے خلاف انداز احتجاج کو دیکھ کر دنیا بھر کے حریت پسند انسانوں اور آزادی کے متوالوں کو زندگی گزارنے کا حوصلہ ملتا ہے اور ان کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

ابوذر! وہ عظیم مجاہد کہ تنگدستی اور غربت جس پر نازاں ہے، وہ کسی کے سامنے

ہاتھ پھیلانے اور کسی کے زیر بار رہنے اور کسی کے رحم و کرم پر زندگی گزارنے کو عار سمجھتا ہے۔ ہم سلام پیش کرتے ہیں رسول پاکؐ کے اس جلیل القدر صحابیؓ کو کہ جس کا چہرہ آفتاب کی حرارت اور گرمی کی شدت سے مرجھا چکا تھا اور ہونٹ خشک ہو چکے تھے' سفر کی سختی' پردیس کا غم' جلاوطنی کے جبر' بھوک و پیاس کی وجہ سے جسم لاغر ہو چکا تھا۔ عالم غربت میں بیٹے اور بیوی کی المناک موت نے اس کی آنکھوں میں اندھیرا کر دیا تھا اور موت اس کے سامنے تھی' ایک ننھی سی بیٹی جوان کی موت کے بعد تنہا رہ جائے گی' اس کا غم الگ کھائے جا رہا تھا۔ لیکن لیکن جوں جوں وقت گزر رہا تھا' اس مرد حریت کے ایقان و عرفان اور ایمان و استقامت میں اور مضبوطی پیدا ہو رہی تھی۔ استقلال ایسا کہ ظالموں' جاگیرداروں' وڈیروں' سرمایہ داروں کے خلاف آپ کے دل میں جو نفرت تھی اس میں ذرا بھر کمی نہیں آئی پھر کیا ہوا؟ ابوذر غفاریؓ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ بیکسی' مظلومیت ایسی کہ جو بیان سے باہر ہے۔ ہم تو صرف یہی کچھ کہہ سکتے ہیں' زندہ باد اے مرد حریت' پائندہ باد اے رسول اکرمؐ کے پاکباز صحابیؓ' تابندہ باد اے غریب ربذہ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں آپ کی جانبازی کی اس لازوال داستان کو بڑے عزم و حوصلہ' فخر و مسرت کے ساتھ رقم کرتی رہیں گی۔ ڈاکٹر شریعتی شہید کے بارے میں ہم صرف اتنا کہیں گے کہ وہ علم و عرفان اور فکر و نظر کی دنیا میں انوکھی طرز کا جدت طراز ہے' وہ کہیں پہ سمندر بن جاتا ہے کہ اس کی علم کی وسعتیں دور دراز تک پھیل جاتی ہیں کہ کہیں بادل بن کر موسلا دھار بارش برسا کر پیاسے ذہنوں اور خشک خیالوں میں جل تھل کر دیتا ہے اور کہیں پر معرفت کا سبزہ زار دکھائی دیتا ہے کہ جس کو دیکھ کر اداس طبیعتوں کو سکون میسر آئے اور تھکی ماندہ نگاہوں کو تازگی ملے محترمہ پروفیسر فضیلت زہرا نے انتہائی صاف و شفاف اور

آسان لفظوں میں ترجمہ کر کے ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے' امید کی جاتی ہے کہ محترمہ آئندہ بھی اپنی علمی وقلمی خدمات کو جاری رکھیں گی۔ برادر عزیز مولانا ریاض حسین جعفری کے لئے ڈھیر ساری مبارکبادیں کہ جنہوں نے نیاز بیگ جیسی پسماندہ' عقب ماندہ بستی کو علم وعرفان کا مرکز بنا دیا' وہ کتابوں پہ کتابیں شائع کر کے علمی کارناموں کی طویل فہرست تیار کر رہے ہیں۔ دعا ہے رب کریم اس مخلص اور دیندار نوجوان عالم و سکالر کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ان کو اپنے نیک مقاصد اور پاک و پاکیزہ اہداف میں بہت زیادہ کامیابیاں عطا فرمائے۔

ادارہ منہاج الصالحین جو ایک پودے سے شروع ہوا تھا' اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک سرسبز و شاداب اور تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہماری ڈھیر ساری پرخلوص دعائیں اس عظیم مکتب کے لئے کہ جو علم و عمل اور فکر و نظر کی کئی بستیاں آباد کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ خدا کرے یہ حوصلے بلند رہیں اور صالحین کا یہ کارواں آگے بڑھتا رہے۔

والسلام

علامہ عابد عسکری (فاضل قم)

لاہور

شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی تصنیفات کا مجموعہ

زیرنظر مجموعے کی طباعت کی غرض و غایت' خدائے کریم کی تائید و نصرت اور "فئة قليلة" کے استقلال کے سبب شہید بھائی علی شریعتی کی تمام تر تحریروں کی تدوین اور طباعت انتہائی غور و خوض اور دقت کے بعد عمل میں لائی گئی۔ ان میں سے کچھ تحریریں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور کچھ نہیں ہوسکیں' البتہ ان سب تحریروں (تصنیفات) میں تجدید نظر سے کام لیا گیا ہے اور ان میں ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور تصرف سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ تمام تقریریں اور تحریریں جو شہید بھائی ڈاکٹر علی شریعتی کی ہیں' وہ زیرنظر ہیں اور ابھی چھپی نہیں ہیں۔ ہر قسم کی غلط فہمیوں سے بچتے ہوئے اور اپنے اہداف کا تعین کرتے ہوئے دستوری وضاحتوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر سے اصلی تحریروں کو کیسٹس کے ساتھ بڑے غور و خوض اور محنت کے ساتھ مطابقت دی جائے گی۔

کوشش یہ کی جائے گی کہ وہ تمام مطالب و مفاہیم جو ایک موضوع سے مربوط ہیں اور فی الحال وہ چھوٹے اور درمیانے اجزاء کی صورت میں بکھرے ہوئے ہیں' ان کو

ایک یا چند جلدوں میں ایک عنوان کے تحت زیور طباعت سے آراستہ کیا جائے۔ یہ عظیم کام درحقیقت ہمارے شہید بھائی کی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔

تمام جلدوں کے منسلک ضمیموں میں مطالب و مفاہیم اور اصطلاحات کی ایک نسبتاً مکمل فہرست اور اس کے بیان کی وضاحت دی جائے گی۔ اس کے مفاہیم کے بارے میں ڈاکٹر علی شریعتی کی کوشش یہ ہے کہ اس میں جتنے بھی مطالب ہیں وہ فرہنگ و معارف اسلامی میں ان کے "باقیات صالحات" میں سے ایک ہے اور اس طرف توجہ دینے کا مقصد واحد یہی ہے کہ اس میراث سے زیادہ سے زیادہ استفادہ بہتر طور پر کیا جائے۔

نیز یہ کہ کچھ نکات کو روشن کرنے کے لئے ان کے مآخذ کا ذکر بھی ہوا ہے جن کا متن میں اشارتاً ذکر کیا گیا ہے۔ یادداشتوں اور مختصر توضیحات کو منسلکہ فہرست میں اضافہ کیا گیا ہے۔ آخر میں مزید ایک نکتے کی یاد آوری ضروری ہے کہ منسلکہ حصہ ناشر کے توسط سے تیار کیا گیا ہے۔ ان سب کے باوجود ہمیں امید ہے کہ اس عزیز بھائی کے شاگرد اور دوست اس مجموعے کو اس کا اصیل ترین اور اطمینان بخش ترین مجموعہ پائیں گے اور یقیناً اس سلسلے میں تعاون کریں گے کہ یہ تحریریں تحریفات کے شر سے محفوظ و مصئون رہیں' خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

واللہ الھادی الی سبیل الرشاد

"اور خدا ہی ہدایت کے راستے کی طرف گامزن کرنے والا ہے۔"

ڈاکٹر علی شریعتی نے یہ فیصلہ کیا کہ سٹیج پر یہ نمائش دیکھنے سے جو صدمہ پہنچے گا تو وہ خود ہی تفصیل کے ساتھ یہ بات کہہ ڈالے تاکہ اگر کسی کو تکلیف پہنچنی ہی ہے تو وہ خود اس کی اپنی ذات ہی ہو۔ اس اعتبار سے اس اخلاص سے بھرپور تقریر کی پیشانی پر

ایسی ایثار کی علامات ہیں۔

جس طرح کہ ہم نے گذشتہ کتابوں میں بھی عرض کیا ہے کہ کیسٹس سے مطالب و مفاہیم اخذ کرنے میں ہماری ہر ممکن کوشش یہ ہوگی کہ نہ صرف تمامتر مطالب بلکہ ایک خاص حد تک ان کی طرز ادائیگی' انکار اور استفہام کے تمام پہلو' جن سے صرف لحن سے ہی استفادہ کیا جا سکتا ہے' ان کو ہم نقطہ گزاری کی مدد سے نمایاں کریں۔ اس طرح ان غلط فہمیوں سے بچا جا سکتا ہے جو حکیم کے فرمودات نہیں ہیں ان کا مآخذ اور منبع حدود پر مبنی نہیں ہے اور ان کو ہر صورت میں دستور (گرامر) کی پیروی کرنا ہے اور ان میں سے بہت سے ایسے مطالب ہیں جو کہ دقت اور غور کے ساتھ کیسٹ سے اخذ نہیں کیئے گیئے۔ یہ امر اس بات کا موجب بنا ہے کہ وہ بہت سارے جملات جن کی تکرار ہوئی ہے' ان کو نقل کریں۔ ہم نے متن میں ممکنہ حد تک مداخلت اور تصرف سے اجتناب کیا ہے جبکہ جملہ کامل ہو جانے کی صورت میں اگر ایک بھی لفظ زائد ہو جائے تو ہم نے اس کو () میں داخل کیا ہے' لیکن ان الفاظ کی جگہ' جو کہ سماعت کے لئے آشنا نہیں ہیں' ان کو ہم نے قیاساً پُر نہیں کیا ہے بلکہ وہ موقع و محل ہم نے حاشیے میں یاد دلا دیا ہے۔ تمام معانی جو کہ صفحات کے نیچے آتے ہیں ان کو ایک ستارہ (☆) اور دو ستارہ (☆☆) کی مدد سے ہم نے نمایاں کیا ہے۔ یہ الفاظ خالصتہً ہمارے شہید بھائی کے ہیں۔ کل تفصیلات اور رجوعات جو کہ صفحات کے نیچے آئے ہیں وہ ہماری طرف سے ہیں وہ حرف ''ن'' یا ''دفتر'' سے واضح کیئے گیئے ہیں۔ منسلکہ حصے میں مزید توضیحات کا اضافہ کر دیا گیا ہے تا کہ ان کی مدد سے متن کے کچھ اہم نکتے روشن تر ہو سکیں۔

پچھلے سال ۲۶ اردی بہشت کو ہمارے بھائی نے خدا کی نصرت و تائید کے

ساتھ معجز نما سفر کا آغاز کیا اور ہمارے لئے یہ امر موجب انبساط ہے کہ اس خاص دن کی یاد منانے کے ساتھ ساتھ ان کی اپنی محبوب شخصیت ابوذرؓ کے بارے میں کی گئی تقریروں اور تحریروں کو ایران کے حریت پسندوں اور روشن فکر رکھنے والوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

موجودہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے' اس میں تین تحریریں اور تقریریں ہیں۔ پہلا حصہ ''ابوذر غفاریؓ'' ہے جو کہ پہلی مرتبہ ۱۳۳۴ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا اور اس کے بعد سے مسلسل چھپ رہا ہے۔ ہمارے شہید بھائی نے اس کتاب کی نظر ثانی کی ہے اور زیر نظر کتاب اپنی تمام تر تصحیحات کے ساتھ ہے۔

دفتر دوم یعنی دوسرا حصہ بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ درحقیقت ڈرامہ ''ایک بار پھر ابوذرؓ'' کا مقدمہ (پیش لفظ) ہے جو کہ ۱۳۵۱ میں مرداد کے مہینے میں حسینیہ ارشاد میں سٹیج پر دکھایا گیا اور دوسرا حصہ وہ تقریر ہے جو ڈرامے سے پہلے حسینیہ میں کی گئی۔ بنیاد اس پر تھی کہ شہید بھائی اپنی تقریر کے چند جملے کہیں اور سٹیج ڈرامے کا آغاز کیا جائے' لیکن اس کو خبر یہ ملی کہ شاید بمبئی کے سنسر کرنے والوں نے سٹیج کے نیچے اپنا کام کر دکھایا ہے۔

مجھے حیرت ہے اس شخص پر جس کو اپنے گھر سے ایک روٹی بھی نہیں ملتی اور وہ اپنی تلوار سونت کر لوگوں میں فتنہ برپا نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات اس پر ہوں۔

واللہ الهادی الی سبیل الرشاد

اردی بہشت ماہ ۱۳۵۸

دفتر تدوین واشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر

میرے برخوردار کی صفات حسنہ میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے عقائد کے معاملے میں بہت مستقل مزاج ہے اور اس کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش نہیں آتی۔ مثال کے طور پر وہ ابھی پانچویں جماعت میں تھا کہ اس نے کتاب ابوذرؓ کا ترجمہ کیا۔ اس وقت سے اس لمحے تک جب اس نے اس دنیا سے کوچ کیا' وہ راہِ ابوذرؓ پر گامزن رہا۔

استاد شریعتی

ابوذر غفاریؓ

ڈاکٹر علی شریعتی

"خدا پرست سوشلسٹ"

مصنف

عبدالحمید جودۃ السحار

ترجمہ ونگارش

ڈاکٹر علی شریعتی

یادداشت

تاریخ اسلام میں حضرت ابوذرؓ کی زندگی کے بہت سے پہلو تاریک ہیں' خاص طور پر ان کے آغاز زندگی کے بارے میں سوائے افسانوی داستانوں کے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ چونکہ حضرت ابوذرؓ نے تحریک اسلامی میں عظمت کے پرچم گاڑے ہیں' اس کے صلے میں تاریخ نے بھی ان کو فراموش نہیں کیا بلکہ کما حقہ توجہ دی ہے۔ تھوڑی سی کمی یہ رہ گئی ہے کہ بجائے اس کے کہ ان کی جزئیات زندگی کی طرف متوجہ ہوا جاتا' ان کی عظمت کے اعتراف کی طرف رجحان زیادہ ہے۔ اس اعتبار سے آج ان کی زندگی کے بارے میں جو واقعات و روایات ہم تک پہنچی ہیں' ان میں کافی حد تک اختلاف پایا جاتا ہے اور مورخ کے لئے یہ امر بہت ہی دشوار ہے کہ وہ ہر واقعہ کی صحت و درستگی اور سقم کے بارے میں کوئی حتمی رائے دے۔

کتاب حاضر کا متن' مصنف کتاب عبدالحمید جودۃ السحار' جو کہ مصری معاصر ہیں' کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے' لیکن میں اس کے ترجمے میں اصل سے تجاوز کر گیا ہوں۔ یہ تجاوز یقیناً تبدیلی کے نکتہ نظر سے ہے جو میں نے سٹیج پر پرفارمنس کی طرف دی ہے' اس کے علاوہ دوسری تاریخی روایات بھی ہیں جو میں نے مختلف منابع سے اکٹھی کی ہیں۔ اس بنا پر یہ کتاب جودۃ السحار کی کتاب سے کافی مختلف ہوگئی ہے۔

اس کتاب میں میری یہی کوشش رہی ہے کہ جس جگہ اور جس مقام پر بھی

تاریخ میں مجھے ابوذرؓ کے بارے میں کوئی نکتہ ملا ہے وہ میں نے اس میں شامل کیا ہے' اس کے نتیجے میں چند جگہوں پر متنازع فیہ روایات بھی پائی جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا نقص ہے جس کے متعلق میں اپنی ذات کو اطمینان دلا سکتا ہوں کہ اتنے عظیم ہیرو کی شرح زندگی لکھتے ہوئے جس مقام پر تاریخ کوئی روشنی نہیں ڈالتی' وہاں یہ سب واقعتاً قابل معافی ہے۔ خصوصاً یہ کتاب جو کہ تقریباً ایک ناول کی طرز پر لکھی گئی ہے' اس صورت میں اگر ایک تاریخ کا محقق اس کو قابل معافی نہیں سمجھتا' تو ایک عام قاری اس کو ناول کی حیثیت سے ضرور درگزر کر دے گا۔

اس کتاب کی طبع اول کا خوب استقبال ہوا اور میرے لئے یہ واقعی سرمایہ افتخار اور مایہ امید تھا تاکہ میں آئندہ بھی اپنی ان کوششوں کو جاری رکھ سکوں جو میں ماضی میں امید وبیم کے عالم میں' محض اپنا اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے کرتا تھا۔ مجھے اس قدردان گروہ پر پورا اعتماد تھا جو آج کے روحانی تاریکی کے دور میں ایک مستقل مزاج کے حامل تھے اور ہر روشن پہلو پر نگاہ رکھتے تھے اور آج بھی وہ سیاہ طوفانوں میں شعلہ لرزاں کی حیثیت سے انسانیت اور آزادی کے عظیم علمبردار ہیں۔ چند سال پہلے ''کانون نشر حقائق اسلامی'' کی طرف سے طباعت اول عمل میں آئی اور جب بہت جلد ناپید بھی ہوگئی تو ایسے میں ایک صاحب عظمت گروہ نے' جو اپنے نام کو صیغہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں' طباعت دوم کا خرچہ اٹھانے کا مجھ سے وعدہ کرلیا اور اب جبکہ طباعت سوم ہو رہی ہے' مجھے قوی امید ہے کہ آئندہ بھی اسی عزم مصمم کے ساتھ میں یاسرؑ سمیہ اور عمار (باپ' بیٹا اور ماں) جو انسانیت کے مقدس مشن کی خاطر نبرد آزمائی کرتے رہے اور آخرکار انہوں نے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں' میں ایران کے حریت پسند اور روشن فکر افراد کی خدمت میں یہ عظیم داستانیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

بنام خدا

جس دن سے سرور کائنات سرکار دو عالم حضرت محمدؐ نے مسلسل تیرہ سال رنج وتعب اور مبارزۂ پیہم برداشت کرنے کے بعد مکہ کو چھوڑا تھا اور مدینے تشریف لائے تھے' یہ حقیقت ان پر روشن ہو گئی تھی کہ دین اسلام کے ضعف و کمزوری اور پوشیدہ رکھنے کے دن گزر چکے ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ اپنے دلیر' بہادر اور جانثار ساتھیوں کی مدد سے اسلام کے پرعظمت اور پرشکوہ محل کی بنیاد رکھی جائے اور حسب فرمان خدا ایک سیاسی قلمرو کی نقشہ بندی کرتے ہوئے بنیادیں استوار کی جائیں۔ اسی دور میں جزیرہ نما کے مشرق میں شہنشاہ ایران کی پرشکوہ سلطنت بھی عروج پر تھی' اس حکومت کی درباری شان وشوکت اور دبدبے کی چاردانگ عالم میں دھوم تھی۔ اس میں ہزاروں زرخرید غلام اور کنیزیں درباری امور کی انجام دہی کے لئے تعینات تھیں۔ اس مرکز کو چلانے کے لئے محنت کش اور نادار لوگوں کی اجرت مصرف میں لائی جاتی تھی۔

ادھر شمالی عرب میں ہرکولیس بھی اپنی پرہیبت اور جلال آور سلطنت کے ساتھ متمکن تھا۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جو چیز ان دو عظیم سلطنتوں میں نمایاں طور پر کارفرما تھی' وہ یہی آسمان کو چھوتے ہوئے محلات تھے جو اپنے اپنے فرمانرواؤں سے مخصوص تھے۔ ہنر و ادب' جنگی معاملات' ٹیکس گزاری (باجگزاری)' ذوق و شوق اور جدت و

ابتکار وغیرہ جیسے سبھی امور میں شاہی تکلفات کا خاص خیال رکھا جاتا اور ہر ممکنہ حد تک کوشش یہی تھی کہ جس قدر ہو سکے یہ شان و شوکت کے ساتھ انجام پانے چاہئیں۔

لیکن پیغمبر اسلامؐ نے مدینے میں تشریف لاتے ہی ایک مسجد بنائی' اپنے لئے بھی ایک چھوٹا سا گھر اس مسجد کے پہلو میں تعمیر کیا۔ اس گھر کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا' اگرچہ سلطنت اسلامی کی حدود بہت وسیع بھی ہو گئیں مگر اس کے باوجود سرکار دو عالمؐ نے اپنے طرز زندگی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

وہؐ ایک خود مختار مملکت کے فرمانروا تھے مگر جو کی روٹی کھاتے' فقراء و مساکین کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ جاتے' حتیٰ کہ حقیر ترین غلاموں کے ساتھ بھی فرش نشینی میں عار محسوس نہیں کرتے تھے' بغیر زین کے گدھے پر سواری کرتے اور اکثر کسی ایک شخص کو انہوں نے اپنے پیچھے سوار کیا ہوتا تھا۔

اسلامی سلطنت کے تاجدارؐ کا یہ طرز زندگی اس بنا پر تھا تاکہ ان کی سلطنت اسلامی ایران اور روم کی شہنشاہیت سے مختلف اور نمایاں نظر آئے اور لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ دو پرشکوہ سلطنتوں کے درمیان ایک ایسی نئی حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے جس میں حاکم و محکوم' فرمانروا و تابع فرمان' آقا و بندہ کی تمیز نہیں ہے' سب کے سب عدالت خداوندی میں ایک ہی صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔

رسالتمآبؐ اس سلطنت کے بانی اس دنیا سے چلے گئے۔ اب تمام تر محرومیت علیؑ کے ساتھ تھی' سیاسی دھڑے بندیاں ہو چکی تھیں۔ خلافت کی دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت عمرؓ کو اپنے جانشین کے طور پر انتخاب کیا' اب یہ سلطنت اسلامی پر دوسری کاری ضرب تھی۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ اس انحراف کا باعث بنے' مگر سلطنت اسلامی کی سیاسی تشکیلات وہی

تھیں جن کی حضورؐ نے اپنے زمانے میں بنیاد ڈالی۔ وہی روایات تھیں' سادگی' مساوات' منصفانہ تقسیم اور ارتکاز دولت سے اجتناب سب کچھ وہی نظر آتا تھا۔

حضرت عمرؓ بھی اس دنیا سے چلے گئے' ان تقدس مآب بزرگ نے بلاتامل زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی اور جو تزلزل اس سے پہلے حکومت اسلامی کی بنیادوں میں واقع ہوا تھا' اس کو مزید جھٹکے لگے' سلطنت محمدیؐ ایک دم ویران سی ہوگئی۔ ان کے زمانے میں خلافت سلطنت میں' بانیان سلطنت کے چھوٹے چھوٹے گھر شاہی محلات میں' سادگی معاویہ کے پرشکوہ اور عالی شان دربار میں اور حضرت عثمانؓ کے امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ میں بدل گئی۔

ابوذرؓ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا' ان کی تلوار تحریک اسلام کی پیش رفت میں بہت موثر تھی' وہ یہ سب انحرافات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ علیؑ مجسمہ جود وتقویٰ تھے اور امور سلطنت سے بالکل الگ تھلگ گوشہ گیری اختیار کئے ہوئے تھے۔ اسلام دشمن عناصر نے خلافت میں اپنا راستہ نکال لیا تھا اور دیمک کی طرح اندر ہی اندر اسلام کی عمارت کو کھوکھلا کر رہے تھے۔

تمام آزادی پسند اور حقیقت پرست کونوں کھدروں کی طرف دھکیل دیئے گئے اسی وجہ سے وہ خاموش سے ہو گئے تھے۔ جس روز حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ کو میدان سیاست سے بے مروتی سے پیچھے ڈال کر خود مسند خلافت پر سج گئے' اس دن سے ابوذرؓ انتہائی مضطرب اور پریشان سے دکھائی دینے لگے' وہ اپنی نظروں میں اسلام کا مستقبل بہت ہی تیرہ وتار اور خوفناک صورت میں مجسم دیکھ رہے تھے' لیکن پھر یہ بات بھی ان کی نظر میں تھی کہ بہرحال کاروان اسلام اپنے اصلی راستے پر پیش رفت کر رہا ہے' اگرچہ ایک بہت بڑا حق پاؤں تلے روند دیا گیا ہے' پھر بھی اسلامی نظام کا تسلسل

نہیں ٹوٹا۔ یہ سوچ کر اگرچہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے اور کھولتے ہی رہتے' لیکن انہوں نے خاموشی کی مہر اپنے ہونٹوں پر ثبت کر رکھی تھی' جب سلطنت عثمانؓ اسلام پر مسلط ہوئی تو معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے اور محنت کش ان سود خوروں' بردہ فروشوں اور مالداروں کے قدموں تلے روندے گئے جن کا عثمانؓ اور معاویہ کے درباروں میں آنا جانا تھا۔ طبقاتی منافرت اور ارتکاز دولت کے فتنے پھر نئے سرے سے سر اٹھانے لگے جو کہ اسلام کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ تھا۔ کہاں وہ پیغمبر اسلامؐ کا طرز زندگی اور وضع قطع کی سادگی اور نمود و نمائش سے اجتناب۔ پہلے ابوبکرؓ اور عمرؓ معاشرے کے ایک معمولی فرد کی طرح بلکہ تنگدستی اور فقیری میں ہی گزر بسر کرتے تھے' پھر حالات دگرگوں ہو گئے۔ حاکم اسلامی معاویہ کے سبز محل کی تعمیر میں ہزاروں دینار خرچ ہو گئے' اب وہ سلطنت ایک ایسا مرکز تھی جو شہنشاہیت کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ وہ ایک یہودی کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے اور عثمانؓ بھی خلیفہ رسول تھے' ان کی بیوی کا گلوبند افریقہ کے مالیات کے ایک ثلث کے برابر تھا۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں بڑے بڑے سرداروں میں سے ایک کے بیٹے نے اپنے باپ کی طاقت کے بل بوتے پر جھوٹا دعویٰ کیا' حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑے کے لئے دونوں کو مقدمے میں ملوث کر دیا' لیکن حضرت عثمانؓ نے مروان بن حکم کو' جس کو حضورؐ نے جلاوطن کر دیا تھا' عثمانؓ نے اس کو بلا کر اپنا مشیر خاص مقرر کیا اور خیبر و شمالی افریقہ کے مالیات کی وصولی اس کے سپرد کر دی تھی۔

یہ سبھی شرمناک مناظر اور واقعات ابوذرؓ کے چشم دید تھے' اب ان کے اندر اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ خاموش تماشائی بنے رہیں' لہٰذا انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔

یہ ایک مردانہ وار اور حیرت انگیز قدم تھا' اس بغاوت سے سبھی اسلامی ممالک نے عثمانؓ کے لئے فتنہ کھڑا کر دیا۔ یہ ایک ایسے طوفان کی بپھری ہوئی موجیں تھیں کہ آج بھی ہم وہ مناظر اس دنیا کے معاشروں میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

ابوذرؓ اسلام کی سیاسی اور اقتصادی اشتراکیت کی وسعت کے لئے کوشاں تھے اور سلطنت عثمانؓ نے اشراف کی قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔ ابوذرؓ اسلام کو درماندہ' ستم دیدہ (مصیبت زدہ) اور محروم عوام کی پناہ گاہ خیال کرتے تھے' مگر عثمانؓ نے اپنی حکومت کو سرمایہ داری کا ذریعہ اور منافع خوروں اور مالداروں اور امراء کے مفادات کا مضبوط قلعہ بنا رکھا تھا۔

ابوذرؓ اور عثمانؓ کے مابین مبارزہ شروع ہو گیا اور آخرکار ابوذرؓ نے اسی جنگ و جدل میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ابوذرؓ کی ایک ہی پکار تھی کہ یہ سبھی سرمائے' یہ مال و دولت اور سونا چاندی جو آپ لوگوں نے جمع کر رکھا ہے وہ تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جانا چاہئے۔ اسلام کے اس اخلاقی اور اقتصادی دور حکومت میں معاشرے کے سبھی افراد زندگی کی عطاؤں اور نعمات سے برابر میں بہرہ اندوز ہوں' لیکن عثمانؓ اسلام کو محض ظاہری رسم و رسوم اور ظاہری تقویٰ کے اظہار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

ابوذرؓ نے جو جدال اسلامی اشتراکیت کے پھیلاؤ کی خاطر شروع کیا تھا اب وہ آرام سے بیٹھنے والے نہیں تھے' نہ ہی وہ دشمن کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔

یہ وہ آواز تھی جو ابوذرؓ نے اس وقت کے معاشرے میں محروم طبقے کی طرفداری میں بلند کی' پھر بہت جلد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کی سب سے پہلی گرج ایک بہت بڑے آتش فشاں کی مانند تھی جو کہ ہزار سال بعد اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں سنائی دی' پھر اس کے انگاروں نے تمام اقوام کے دامنوں کو اپنی لپیٹ

میں لے لیا۔

یہ آتش فشاں اب اگرچہ ذرا خاموش ہو گیا ہے، مگر پھر بھی اس کی سرگرمیاں جاری و ساری ہیں اور یہ اتنی جلدی خاموش بھی نہیں ہو گا۔ اس عظیم آتش فشاں کے پہلے پہل کے شرارے جو کہ دنیا میں فرانس کے انقلاب کبیر کے بعد مختلف قسم کے اقتصادی مکاتیب کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہ فریاد سب سے پہلے ابوذرؓ کے حلق سے نکلی، لیکن سلطنت عثمانؓ میں ان کو بہت جلد ربذہ کے وسیع و عریض صحرا میں خاموش کرا دیا گیا۔

سرمایہ دار اور امراء یہ سمجھے شاید ابوذرؓ یعنی محرومین کے پیشوا اور مصیبت زدوں کی پناہ گاہ کی موت سے اس علاقے پر منڈلانے والا خطرہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو گیا ہے لیکن اقتصادی انقلابات کے مشاہدے نے حال ہی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ عثمانؓ کی حکومت کامیاب ہوئی ہے یا ابوذرؓ کا سوشلزم؟

جدید سوشلسٹ کہتے ہیں:

"دنیا کو سوشلسٹ ہو جانا چاہئے تاکہ صحیح طریقے سے زندگی گزارنے کے لائق ہو جائیں۔ یہ چھینا جھپٹی، خودسری اور بے حسی بالکل معدوم ہو جانی چاہئے، مٹ جانی چاہئے اور نیست و نابود ہو جانی چاہئے۔"

ہم بھی ابوذرؓ کی پوری زندگی میں اسی طرز فکر کا اظہار دیکھتے ہیں۔ اگر سوشلزم کا نعرہ یہ ہے کہ "ہر کسی کو اس کی صلاحیت کے مطابق اور ہر کسی کو اس کے کام کے مطابق"۔

ہم یہی روح ابوذرؓ کے تیرہ سو سال پہلے کے عالی شان نعرے میں دلیرانہ

مبارزت کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں:

میں جب بھی ابوذرؓ کی حیران کن زندگی کے بارے میں سوچتا ہوں اور ان کی خدا پرستی کو دیکھتا ہوں تو ''پاسکال'' کی بات مجھے یاد آ جاتی ہے۔ پاسکال کہتا ہے کہ

''دل کے وہ دلائل ہیں جہاں تک عقل کو رسائی نہیں ہے اور دل ہی خدا کے وجود کی گواہی دیتا ہے' عقل نہیں اور ایمان بھی اسی راستے سے حاصل ہوتا ہے۔''

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ

''میں نے اس ہستی بیکراں میں ایک علامت ڈھونڈ لی ہے جس نے میری خدا کی طرف راہنمائی کی اور یہ امید نہیں ہے کہ عقل بحث و مباحثے کے باوجود اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے کیونکہ وہ سب سے بزرگ ذات ہے اور اس کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔''

جس طرح پاسکال یقین سے کہتا ہے کہ

''ابوذرؓ نے خدا کو دل کے راستے شناخت کیا ہے اور حضورؐ سے ملاقات کرنے سے تین سال پیشتر وہ خدا کی پرستش کرتا رہا ہے۔''

جب وہ سرمایہ داروں اور دولت کے پجاریوں کی بات کرتا ہے تو بہت اچھے طریقے سے بے نواؤں' بے کسوں اور ناداروں کا دفاع کرتا ہے اور شام و مدینہ کے امراء اور محل نشینوں پر براہ راست حملہ آور ہوتا ہے۔ پروڈن (Proudhon) جیسے زبردست سوشلسٹ کو درمیان میں لے آتا ہے' لیکن سچ تو یہ ہے کہ ابوذرؓ اور ہے اور

پاسکال اور پروڈن اور ہے۔ جب سے ابوذرؓ نے خدا کو پہچانا اس دن سے وہ ذرا دیر کے لئے بھی آسودہ نہیں ہوا اور نہ ہی ایک لمحے کے لئے وہ راہ فکر و عمل میں سست ہوا۔ نہ پروڈن میں ابوذرؓ کا تقویٰ' پرہیزگاری اور پارسائی ہے اور نہ ہی پاسکال میں اس جیسی سرگرمیاں اور زور و شور ہے۔ ابوذرؓ مکتب اسلام میں ایک ''انسان کامل'' ہو گیا تھا اور یہی مطلب اس کی عظمت کے اظہار کے لئے کافی ہے۔

ممکن ہے بہت سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ کیا اس تحریک سے درخشاں نتائج حاصل ہوئے ماسوائے لشکرکشی کے اور پھر فتوحات پھر ایک بہت بڑی سلطنت کا قیام' جو کہ چند صدیوں کے بعد بالکل بکھر گئی یہ سب کیا تھا؟ اور اسلامی تحریک کا دوسری سیاسی اور فوجی تحریکوں سے کیا فرق تھا؟ جو کامیابی کی منزل تک پہنچیں۔ خصوصاً ہم دیکھتے ہیں کہ تحریک اسلام بہت ہی ابتداء میں سیاسی اختلافات سے دوچار ہو گئی تھی اور اپنے اصلی راستے سے ہٹ گئی تھی اور اسلام کے حقیقی پیشواؤں نے بھی اس نکتے کا اعتراف کیا ہے۔

پھر اسلام نے کیا کیا؟ وہ تمام ایثار اور جدال جو پیغمبرؐ اور ان کے خدا پرست اور جرات مند اصحابؓ نے کیا' اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا گیا ہے؟ اگر فتوحات عمل میں آئیں تو ہم دین کی رو سے دیکھیں تو اتنی اہمیت کی حامل نہیں۔ خاص طور پر اکثر فتوحات بنو عباس اور بنو امیہ کے سلاطین کے ہاتھوں ہوئیں' ان کا تو حقیقت میں اسلام کے ساتھ حقیقی رابطہ نہیں ہے۔

اس اعتبار سے یہ فیصلہ کسی حد تک صحیح ہے۔ اسلام کا بنیادی نصب العین محض کشورکشائی اور ہوس ملک گیری تو نہیں ہے' اگر ہمیں اس کو دیکھنا ہے تو چاہئے دین اسلام کے نکتہ نظر سے پرکھیں۔ تو نہ صرف ہمارا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا' بلکہ دین اسلام کی

حیرت انگیز پیش رفت کی صورت میں روشن نتائج ہمارے سامنے آئیں گے۔

دین اسلام وہ واحد محرک ہے جو اپنا فرض اولین سمجھتا ہے کہ شخصیت انسانی کو تکمیل کی شاہراہ پر گامزن رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کو اس بات کی طرف لگائے رکھے کہ وہ زندگی بھر مرحلہ بہ مرحلہ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے آپ کو نکھارتا رہے۔ یہ فطرت کا طے شدہ اصول ہے کہ جمادات سے نباتات' نباتات سے حیوانات' حیوانات سے انسان روبہ ترقی رہیں اور تکمیل کی صورت سامنے آتی رہے۔ دین اسلام بھی مخلوقات کے اس حیران کن افسانے کو تقویت بخشتا ہے اور انسان کو جس منزل پر ہونا چاہیئے اس منزل مقصود کی طرف کشاں کشاں لئے جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بشر کا علم و عرفان اور انسانیت کی روح بلندیوں پر پرواز کرتی ہے' حتیٰ کہ انسان کے روحانی مدارج اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ وہ عروج کی انتہائی منازل پر پہنچ کر زمان و مکان کو بھی اپنے قدموں تلے دیکھتا ہے' لہٰذا اس سے یہ مطلب بہت آسانی کے ساتھ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ دین انسان کو زینہ تکمیل طے کرنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں گویا دین ایک ایسی ورکشاپ ہے جہاں ''حقیقی انسان'' بنائے جاتے ہیں اور ہمیں بھی دین سے اس سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کرنی چاہئیں۔

اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے' کیا اسلام نے اس سلسلے میں اب تک کوئی مدد کی ہے؟ اور اپنی صنعت گری کے نمونے بازار بشریت میں پیش کئے ہیں؟

تو آیئے! اس موضوع پر تحقیق کریں اور انتہائی حیرت کے ساتھ تاریخ کے ہمراہ آگے بڑھتے چلیں اور تاریخ کے ان مردوں اور عورتوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں جن میں کچھ گوشہ گمنامی میں تھے' کچھ مظلوم' معاشرے کے دھتکارے ہوئے اور زر خرید غلام تھے۔ اس سے پہلے تاریخ نے ہمیشہ مغرور اور جلال آور

بادشاہوں کو میدان جنگ میں بھی دکھایا ہے' ان کے مال و زر اور رعب و جلال کا بڑی انکساری سے ذکر کیا ہے' مگر اب کے ہم یہ دیکھیں گے یہی مایہ پرست اور خود پسند تاریخ پرانے بوسیدہ خیموں میں رہنے والوں اور ویران جھونپڑیوں میں رہنے والے زرخرید غلاموں اور افریقہ کے پابرہنہ گمنام صحراؤں میں زندگی بسر کرنے والے حبشی غلاموں اور ابوذرؓ جیسے ناقابل اہمیت لوگوں کا بڑے تزک و احتشام سے ذکر کرے گی۔ ابوذرؓ قبیلہ غفار سے تھے' اسی طرح سلمان فارسیؓ بھی ایران سے پھرتے پھراتے سرزمین عرب پہنچے اور بلال حبشیؓ جیسے غلام جو انتہائی کم قیمت پر فروخت ہوئے۔ تاریخ نے اس بات کا بغور جائزہ لیا ہے کہ ان تمام مذکورہ شخصیات کی زندگیوں کا ہر ہر لمحہ عشق حقیقی سے سرشار اور لبریز دکھائی دیتا ہے' اسی لئے تاریخ انتہائی فخر و انبساط کے ساتھ ان کے یہ خالص جذبے آنے والی نسلوں کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ اب ہمیں یہ تحقیق بھی کرنا ہے کہ کیوں اور کب سے یہ متکبر مغرور' خود غرض اور ابن الوقت تاریخ اتنی عاجز اور منکسر المزاج کیسے ہوگئی ہے؟ ☆

جو نتائج تحریک اسلام سے حاصل ہوئے' ان میں سے ایشیا' افریقہ اور جنوبی یورپ کی فتوحات کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ اس پیش رفت کی طرف نظر ہونی چاہئے جس کی چھاپ ہمیں تحریک کے چند ایک پیروکاروں کے فکر و نظر اور دل و جان

☆ یہ ایک بہت بڑی بات ہے جو کہ تاریخ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ جناب سید جعفر شہیدی کے قول کے مطابق' جو ایک عظیم مصنف تھے۔ یہ بات ہم ان معنوں میں نہیں لے رہے جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب میں کیا ہے' اس کو تو تاریخ کا سب سے بڑا جرم شمار کیا جانا چاہئے۔ جناب اخوان امید یہ مطلب و مفہوم سب سے بہتر بتا سکتے ہیں۔ اپنی کتاب ''میراث'' میں انہوں نے اپنی بیٹی سے خطاب کرتے ہوئے نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

''یہ سرپھرا' دھوکہ دینے والا اور دل کا اندھا منشی''۔

کی گہرائیوں میں بھی دکھائی دیتی ہے۔

اسلام کی جو فتوحات پر پیچ وخم اور کٹھن وادیوں میں ان ارواح مقدسہ کے ذریعے سے عمل میں آئیں' ان لوگوں کی نظر میں جو حقیقت اور انسانیت کو عسکری اور ظاہری قوت پر غالب خیال کرتے ہیں' قدر وارزش کا یہ یقین اپنے اندر وسعت' حیرت اور زیادہ اہمیت کے ساتھ جلوہ نما ہوتا ہے۔

روم اور ایران جیسے ممالک کی تاریخ میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ بہت طویل ہے اور جن ممالک میں چنگیز' دارا اور نپولین جیسے ''بے مغز نامی گرامی'' بہادروں کی مثال نہیں ملتی اور انہوں نے اپنی عظمت کا لوہا منوایا' وہاں جندب بن جنادہ جیسے ایک گمنام صحرا نشیں اور مجنوں کو ابوذر غفاریؓ بنا دینا' ہر مکتب فکر اور ہر تحریک میں عدیم المثال ہے۔ اگر ان چار پانچ انسانوں ابوذرؓ' سلمانؓ' عمارؓ' یاسرؓ اور بلالؓ کی تربیت اسلام کا نتیجہ نہ ہوتی' تو اسلام کی عظیم فتوحات حیران اور ششدر کر دینے کے لئے کافی تھیں۔

لیکن بڑے افسوس سے یہ بات کہنا پڑتی ہے کہ ایسے دلیر اور شجاع جواں مرد جن پر تاریخ کو بجا طور پر فخر ہے' کے حقوق تلف کر دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ دین اسلام کے پیروکار ہیں جن کی فکری قوت اور تلوار کے بل بوتے پر اس دنیا میں اسلام پھیلا ہے اور اس کو تقویت حاصل ہوئی ہے' مگر دنیا ان ذوات مقدسہ سے ناآشنا اور بیگانہ رہ گئی ہے۔ سلسلہ بشریت کی تکمیل میں انسانیت کے ان عظیم پیکروں نے جو مدارج طے کئے ہیں' دنیا والے ان سے بھی بے خبر ہیں حتیٰ کہ ان کے مختصر سے حالات زندگی کی بھی صحیح معلومات میسر نہیں ہیں۔

ہم نے ان پرستاران حق اور مجسمہ پاکبازی و جسارت کے حق میں جس سستی اور تساہل کا مظاہرہ کیا ہے' وہ حقیقت اور انسانیت پر دراصل ایک ضرب سے کم نہیں اور

اس کی تلافی بہت مشکل ہے اور یہ غلطی ہم سب مسلمانوں کی اجتماعی غلطی ہے' مگر ہمیں انتہائی ندامت اور افسوس سے اقرار کر لینا چاہئے کہ اس گناہ میں شیعہ زیادہ سہیم ہیں اور اس حق اور حقیقت کی پامالی میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گئے ہیں۔ البتہ گذشتہ چند سالوں میں اسلام کی ان عالی مقام ہستیوں کے حالات زندگی کی شرح و بسط چند ایک مجلّات میں طبع ہوئی ہے جس سے کسی حد تک تلافی ہوگئی ہے' لیکن شیعہ حضرات اسی طرح اپنی غفلت شعاری پر مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ قائم ہیں۔

دین اسلام کی ان سرکردہ شخصیات کی ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جس دور میں حکومت ابوبکرؓ اور اس کے جانشینوں کے پاس تھی تو علیؑ جو کہ شیعوں کے پیشوا تھے' انؑ کے حق کو پاؤں تلے روند دیا گیا' ایسے میں ان ہستیوں نے پروانہ وار شمع حقیقت کا طواف کیا اور وہ ان کے حق میں باطل کے خلاف نبرد آزما رہیں' پھر آخر کار علیؑ کے قدموں میں ہی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس خویشتن سوزی کے نتیجے میں گویا انہوں نے اسلام کی حقیقت امانت کے طور پر تاریخ کو سونپ دی اور جہاں تک ممکن ہو سکا اسلامی سلطنت کی حمایت میں سرچشمہ معرفت کو پانے کے لئے انتہائی شجاعت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

ابوذرؓ بھی ان نجات دہندہ آزادی کے رہبروں (رہنماؤں) میں سے ایک ہیں۔ آج جہان بشریت کو ایسے ہی دلیر مطلوب ہیں' خاص طور پر جب سے اس اقتصادی دنیا میں مشینی بحران پیدا ہو گیا ہے۔ آج اقتصادی مسائل نے زندگی کے بنیادی مسائل کی حیثیت اختیار کر لی ہے' آج کے دور میں ایک بار پھر نظریات ابوذرؓ کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ آج پھر وہی مناظر دکھائی دے رہے ہیں' جو کبھی شام اور مدینہ میں نظر آیا کرتے تھے۔ وہ محروموں اور محتاجوں کو اپنے گرد و پیش جمع کر لیا کرتا تھا

اور ان کو سود خوروں، زر پرستوں اور مالداروں کے خلاف اکساتا تھا۔ تمام دنیا کے مسلمان اس کی دلنشیں اور شعلہ بیان تقریریں اور صائب نظریات بڑے غور سے سنتے تھے۔ آج بھی ہماری نظریں تاریخ کے گرد و پیش میں متلاشی ہیں کہ اس نے مصیبت زدوں اور غم کے ماروں کو مسجد میں جمع کر رکھا ہے اور محل سراؤں میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے والوں اور عثمانؓ کے نام نہاد جاہ و جلال اور ثروت و سطوت کے خلاف شدت سے بھڑکاتا ہے اور بآواز بلند ببانگ دہل یہ کہتا ہے:

والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم (سورۂ توبہ ۳۴)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے پس ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔''

''اے معاویہ! یہ محل اگر تم اپنے پیسے سے بنا رہے ہو تو اسراف میں داخل ہے اور اگر لوگوں کے مال سے بنا رہے ہو تو سراسر خیانت ہے۔''

''اے عثمانؓ! تو نے فقیروں اور بے نواؤں کو زیادہ محتاج کر دیا اور مالداروں کو زیادہ ثروت مند بنا دیا۔''

(مشہد ۱۳۳۲، علی شریعتی مزینانی)

نور کا ایک لپکا

ابوذرؓ نے کہا کہ پیغمبر خدا رسالتمآبؐ کا دیدار کرنے سے تین سال قبل میں نے نماز پڑھی، میں اپنے آپ سے مخاطب ہوا کہ یہ کس کے لئے؟ میرے ضمیر کی آواز آئی: خدا کی خاطر۔ میں نے عرض کیا: تو کہاں جھکتا تھا؟ اس نے کہا: جہاں کہیں میرا خدا مجھے متوجہ کر لیتا تھا۔

قبیلہ غفار کے سرکردہ افراد ایک مقام پر اکٹھے ہوئے، ایک ہنگامہ سا بپا تھا، ایک عرصے سے بارش نہیں ہوئی تھی، یوں لگتا تھا جیسے نیکی اور رحمت نے ان کو بھلا دیا ہو۔ وہ بیچارے سخت تنگدستی، درماندگی اور بیچارگی کے عالم میں تھے، ان کے چوپائے اور بکریاں نحیف ونزار اور لاغر ہو چکے تھے۔ سبھی ایک دوسرے سے یہی پوچھتے نظر آتے تھے کہ ان کے خدا ''منات'' نے اس قدر تضرع وزاری اور منتوں سماجتوں اور قربانیوں کے بعد بھی ان کو چھوڑ کر دشمنی اختیار کر لی ہے؟

بارش کا موسم تو گزر چکا، اب آسمان پر کوئی بادل دکھائی نہیں دیتا، نہ کہیں باران رحمت کے آثار ہویدا ہیں۔ کیا وہ گمراہ ہو گئے ہیں؟ یا قہر الٰہی نے انہیں نگل لیا ہے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کے تقرب کی خاطر تو بڑی بڑی قربانیاں دی گئی ہیں، خون بہائے گئے ہیں، التجائیں اور مناجاتیں کی گئی ہیں، لیکن آسمان کے کاموں میں

کیا کیا جا سکتا ہے؟

غفاریوں کا تو اس میں کوئی دوش نہیں ہے' سوائے اس کے کہ ان کا سب سے بڑا خدا ''منات'' کسی کو بارش برسانے کے لئے بھیج دے تا کہ مرتی ہوئی زمین کو نئی زندگی مل جائے۔ سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ لوگ یعنی تمام مرد و زن اجتماعی طور پر خضوع و خشوع اور تضرع و زاری کے ساتھ باہر چلے جائیں اور ''منات'' سے رحمت و بخشش کے طلب گار ہوں' شاید اس کو ان کی حالت زار پر رحم آ جائے اور وہ بادلوں سے بھرپور ہواؤں کو اس سرزمین کی طرف برسنے کے لئے بھیج دے تا کہ اس کی رحمت کے بادلوں سے وہ فیضیاب ہوں' مردہ زمینوں کو حیات نو مل جائے اور ان کے دکھ اور پریشانیاں راحتوں میں بدل جائیں۔

قبیلہ ''منات'' کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گیا' سب اپنے اپنے اونٹوں کے پیچھے بھاگے' انیس بھی اپنے اونٹ کی طرف لپکا اور ایک آواز بلند کی' اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور اس قافلے کے ہمراہ چل دیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے کی طرف رواں دواں تھا۔ ان لوگوں نے ''منات'' کو وہاں نصب کر رکھا تھا چنانچہ یہ لوگ چل پڑے' انیس نے اپنے گرد و پیش میں دیکھا تو اپنے بھائی کو نہ پایا۔ اپنے اونٹ کو بٹھا کر وہ گھر کی طرف دوڑا' آواز دی ''جندب! جندب! گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھا' وہ بڑے سکون اور آرام سے اپنے بستر پر لیٹا ہوا ہے اور اس کا جانے کا بھی کوئی ارادہ نہیں ہے' شاید اس نے خروج کا حکم دینے والے منادی کی آواز نہیں سنی ہے؟ کیوں چلتے کیوں نہیں؟ اس لئے کہ منات کو دیکھ کر کراہت اور بے رغبتی کا ایک شدید احساس مجھے گھیر لیتا ہے۔

چپ رہو! اس سے بخشش مانگو۔ کیا وہ تمہاری یہ بات سن کر تم پر مصیبت

نازل نہیں کرے گا؟ کیا تمہیں اس بات سے ڈر نہیں لگتا؟

تیرا خیال ہے کہ وہ ہمیں دیکھتا ہے اور ہماری باتیں سنتا ہے؟

آج تجھے ہو کیا گیا ہے؟ کیا تجھ پر کسی جن کا اثر ہو گیا ہے؟ یا تم بیمار ہو گئے ہو؟ ہاں سنو' توبہ کرو شاید وہ تمہاری توبہ ہی قبول کر لے۔

ابوذرؓ کسلمندی کے ساتھ اپنے بستر میں کروٹیں لیتا رہا اور کچھ بھی نہ کہا۔ انیس نے کہا اٹھو! اٹھو! جلدی کرو' قافلہ جا چکا ہے اور لوگ ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔

پھر وہیں کھڑا رہا تا کہ ابوذرؓ کو اپنے ساتھ لے کر جائے۔ انیس بڑی پھرتی سے اپنی سواری پر بیٹھا' لیکن ابوذرؓ بہت ہی خاموش اور دل گرفتہ سا اپنے اونٹ کی طرف بڑھا اور سوار ہو گیا۔

انیس نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اپنے اس عقیدے کا اظہار لوگوں سے نہ کرنا ورنہ لوگ بارش نہ برسنے کے لئے تمہیں ہی دوش دیں گے' تمہیں اپنے لئے خدا کا غضب خیال کریں گے اور تمہیں سخت ایذائیں دیں گے۔'' پھر وہ منات کے فضائل و مناقب جو عربوں میں مشہور ہیں' کا ذکر کرنے لگا۔

ابوذرؓ بھی یہ باتیں بہ جبر و اکراہ سن رہا تھا' لیکن خاموش تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ چند دنوں کے بعد قافلہ کو منات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اس وقت لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وصال کے اشتیاق کے وفور کی بنا پر وہ جوش کھا رہے تھے۔ انہوں نے اونٹوں کو باندھا اور جو قربانیاں اپنے ساتھ لائے تھے' وہ ہمراہ لے کر شور مچاتے ہوئے مگر تعظیم کے ساتھ دعائیں مانگ رہے تھے اور اپنے پروردگار کے حضور میں خضوع و خشوع سے بھرپور دلوں کے ساتھ دوڑے جا رہے تھے' انہوں نے قربانیاں ذبح کیں اور منات کو ان کا جو پاکیزہ اور سرخ خون پسند تھا' اس سے زمین کو رنگین کر

دیا۔ ابوذرؓ ان تمام سرگرمیوں میں بالکل بھی حصہ نہیں لے رہا تھا اور نہ ہی اپنے ساتھیوں جیسے جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا تھا' بلکہ اس کی رمز شناس دوررس نگاہیں مستقل ''منات'' اور اپنے قبیلے والوں کے گرد گھوم رہی تھیں۔ وہ اپنی اور تمام اہل قبیلہ کی سادگی اور ناواقفیت پر انگشت بدنداں تھا۔ وہ اس پتھر کے خدا کو گھور رہا تھا جو اپنے گرد و پیش سے بے خبر' بے حس و حرکت تھا۔ جس خدا کے حضور میں سبھی جھکے جا رہے تھے وہ ان سوختہ دلوں اور والہانہ پرستش کرنے والوں کے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے شعلہ بار دھوئیں کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا اور نہ ہی کچھ سن رہا تھا' اس بات کا ابوذرؓ کو بہت تعجب تھا کہ وہ خدا تو اس قابل بھی نہیں کہ ان سب کی باتوں کا جواب ہی دے سکے مگر یہ لوگ سالہا سال سے اس خدا کے معاملے میں اپنے عقائد میں راسخ ہیں' جبکہ وہ خدا ان کی نگہداری کرنے کے قابل ہی نہیں ہے۔

رات آن پہنچی' اس نے ''منات'' اور اس کے پوجنے والوں کو اپنی تاریک چادر میں لپیٹ لیا' گویا پوری کائنات کو شب کی سیاہی نے ڈھانپ رکھا تھا' لیکن تابندہ ستارے جو شفاف آسمان پر چمک رہے تھے' مگر اس ملگجی روشنی میں دلوں کی آگ اتنی بھڑک رہی تھی کہ بڑی آسانی کے ساتھ ہر شخص نے اپنے مقام کو پہچان کر انتخاب کر لیا۔

قصہ گویوں کی انجمنیں جگہ جگہ تشکیل پا گئیں' ابوذرؓ بھی ان بزرگ شخصیات میں شامل ہو گئے۔ خداؤں کی عظمت و بزرگی اور شرف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' ان میں سے ایک منات کے بارے میں قصیدہ سرائی کر رہا تھا اور دوسرا ''لات و عزیٰ'' کے متعلق دلچسپ اور مزیدار قصے کہانیاں سب کو سنا رہا تھا۔ ''لات و عزیٰ'' کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی شفاعت خدا کے حضور میں بہت

مانی جاتی ہے۔ اسی داستان گوئی کے دوران جب ایک شخص ''سعد'' (ایک بت کا نام) کے مقام و منصب کی بلندی کے بارے میں بات کر رہا تھا تو اہل مجلس میں سے ایک شخص اس کی گفتگو میں ٹپک پڑا' کہنے لگا' کیا تم نے اس شخص کے متعلق سنا ہے جس نے ''سعد'' کو برا بھلا کہا ہے؟ سب کے سب بیک آواز ہو کر بولے نہیں' تم بتاؤ اس نے کیا کہا ہے؟ ایک شخص ''سعد'' کے حضور میں اپنے اونٹوں کو وقف کرنے کے لئے لا رہا تھا' جونہی وہ ''سعد'' کے قریب پہنچا' اس نے اپنے اونٹوں کو چھوڑ دیا' اس کے سارے کے سارے اونٹ صحرا کی مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے۔ جب وہ اپنے اندر ان کو جمع کرنے کی قدرت نہیں پاتا تو اس نے غیظ و غضب کے عالم میں پتھر کا ایک ٹکڑا ''سعد'' کو دے مارا اور کہا' ''تیرے اندر خدا کی طرف سے کوئی خیر نہیں''۔ پھر اس نے سعد کی طرف سے روگردانی کی اور اپنے اونٹوں کے پیچھے دوڑا' پھر اپنے آپ سے کہنے لگا کہ ''ہم سعد کے پاس اس لئے آئے تھے کہ وہ ہمیں منتشر ہونے سے بچائے اور اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں پرو دے' لیکن اس نے ہمیں پہلے سے زیادہ بکھیر دیا ہے' لہٰذا اب ہم اس کی پوجا نہیں کریں گے مگر ''سعد'' محض ایک پتھر کے ٹکڑے کی حیثیت سے زمین میں گڑا رہا' وہ تو اپنے نیک و بد کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔

ایک شخص نے انتہائی غصے میں بلند آواز سے کہا'

خدا کی قسم یہ شخص کافر ہو گیا ہے اچھا! تو پھر کیا ہوا؟

اس کے بعد کچھ بھی نہیں ہوا' بس سب لوگوں کے سر جھک گئے اور وہ شک اور حیرت ملی سوچوں میں گم ہو گئے' مگر اس داستان کو سن کر ابوذرؓ کا دل اطمینان اور استقلال سے بھرپور ہو گیا۔ یہ ماجرا سن کر سب اہل محفل کو بھی ایک خاص جرات ملی' یہاں تک کہ وہ تمام بتوں کے بارے میں افکار میں غلطاں و پیچاں ہونے لگے۔ اب

اس قسم کی جرات و بہادری کی داستانیں ہرزبان پر تھیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا: کیا تم لوگوں نے عدی بن حاتم کے بارے میں سنا ہے جس نے "فلس" (ایک بت کا نام) کی پرستش سے سرتابی کی اور بت پرستی کو چھوڑ کر نصرانی ہو گیا؟ سب کہنے لگے: ہم نے تو یہ بات نہیں سنی' کہو؟ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ صیفی جو کہ "فلس" کا خدمت گار تھا' اس نے مالک بن کلثوم کے ہمسایہ قبیلہ بنی علیم کی ایک عورت کی اونٹنی اڑا لی اور اپنے ساتھ لے کر "فلس" کے دربار میں وقف کرنے کو چلا۔ اونٹ کے مالک نے مالک بن کلثوم سے درخواست کی کہ میرے اونٹ کو بچاؤ' چنانچہ مالک بن کلثوم برہنہ اونٹ پر سوار ہوا' اس نے اپنا نیزہ لیا اور صیفی کے پیچھے لپکا دیکھا تو وہ خدمت گار صیفی اور اونٹ فلس کی خدمت میں کھڑے ہیں' مالک بن کلثوم نے ایک آواز بلند کی:

میرے ہمسائے کے اونٹ کو چھوڑ دو۔

کیا تو اپنے خدا کو حقیر سمجھتا ہے؟

مالک نے نیزے سے اس پر حملہ کیا۔ خادم صیفی نے اونٹ کی گردن سے لگام کھول کر اس کو آزاد کر دیا اور مالک بن کلثوم اس کو لے کر چلا گیا۔ اب خدمت گار خود کو فلس کی پناہ میں لے آیا' اس کے پاس کھڑا ہو گیا اور مالک بن کلثوم کی طرف رخ کر کے اپنے ہاتھوں کو تضرع وزاری کے ساتھ بلند کیا' اس طرح کہ فلس کو دکھا دکھا کر کہہ رہا تھا:

اے پروردگار! آج مالک بن کلثوم نے ایک خوبصورت اونٹ تجھ سے چھین لیا اور عہد شکنی کی۔ اے میرے پروردگار! آج تک کسی کو میرے پر ایسا ستم روا رکھنے کی جرات نہ ہوئی تھی۔

اور اسی طرح کی شدت آمیز باتیں کر کے فلس کو مالک کے خلاف اکساتا رہا'

وہ چاہتا تھا کہ اس کا پروردگار مالک کو دردناک انجام سے دوچار کرے۔ وہیں اس مجمع میں عدی بن حاتم کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا' وہ دونوں فلس کے قریب ہی بیٹھے تھے اور اس تمام واقعہ کو دیکھ بھی رہے تھے اور ان کی باتیں بھی سن رہے تھے۔

عدی کہنے لگا: دیکھیں آج مالک بن کلثوم کے ساتھ کیا پیش آتا ہے؟ لیکن دن پہ دن گزرتے رہے اور پھر کچھ بھی ظہور میں نہ آیا۔ عدی نے بھی فلس اور دوسروں بتوں کی پوجا چھوڑ دی اور نصرانی ہو گیا۔ سبھی لوگ سر جھکا کر سوچنے لگے' افکار کی سیاہ پرچھائیاں سب کے چہروں پر عیاں تھیں۔ اتنے میں ابوذرؓ کو یک گونہ روحانی سکون کا احساس ہوا۔

یہ داستان ابوذرؓ کے لئے ایسے ہی تھی جیسے ایک جگر سوختہ اور پیاسے پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا جائے' اس کے دل پر حقیقت میں بہت اثر ہوا۔ اہل بزم سبھی منتشر ہو گئے اور سب کے سب "منات" کے اطراف میں اپنے بستروں میں لیٹ گئے اور پھر سب کو اونگھ آنے لگی۔ ہر طرف نفیر خواب (سونے کے اوقات کی جرس) کا شور بلند ہوا اور رات نے ہر چیز کو بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ اپنے پروں تلے لے لیا' لیکن ابوذرؓ یوں تو اپنے بستر میں دراز تھا' مگر اس کی نظریں آسمان کے ستاروں پر گڑی ہوئی تھیں اور وہ محفل میں ہونے والی باتوں کے بارے میں سوچوں میں غلطاں تھا' اب وہ ان بتوں سے انکاری تھا' وہ ان کی طاقت وتوانائی اور خدائی کے بارے میں غور وخوض کر رہا تھا اور سرگوشی کے انداز میں زیرلب کہہ رہا تھا کہ "منات" تو محض ایک پتھر کا ٹکڑا ہے جو نہ تو کسی کی نجات پر قادر ہے اور نہ ہی کسی کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اچانک سوچ کا ایک لپکا سا اس کے ذہن میں آیا' وہ اپنی خواب گاہ سے اٹھا اور اس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ وہ "منات" کے پاس پہنچ گیا'

اس کے برابر کھڑا ہوگیا' اس نے محسوس کیا کہ وہ تو ایک بے حس و حرکت مجسمہ ہے جس کو نہ تو کسی چیز کا احساس ہے' نہ وہ کچھ سنتا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے' آزمائش کے طور پر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر دے مارا اور کسی قسم کا ردعمل اس نے نہیں دیکھا' سوائے ایک پتھر کے دوسرے سے ٹکرانے کی آواز کے' وہ اسی طرح نادانی اور حیرت کا مجسمہ تھا۔

ابوذرؓ بغض و عناد کے باعث کہنے لگا آخر کار تو تو عاجز اور بیچارہ ہے' قدرت نہیں رکھتا' تو مخلوق ہے خالق نہیں ہے' نہ تو تیرے میں طاقت ہے نہ استطاعت' پھر آخر کس بات کے لئے تیری پرستش کی جائے اور بکریوں کو کیوں تیرے حضور میں قربان کیا جائے اور تیرے پاس نذرانے کے طور پر لائی جائیں؟ میرے قبیلے والے تو واضح گمراہی میں زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

ابوذرؓ آہستہ سے اپنی خواب گاہ میں واپس آیا اور بڑے ہی سکون اور اطمینان سے اپنی آنکھیں موند لیں اور گہری نیند سو گیا۔

جب سپیدۂ صبح نمودار ہوا اور آکاش کی دلہن اپنے حجلہ عروسی سے باہر نکلی اور اس نے اپنے نرم و نازک اور لطیف دامن کے ساتھ سوئے ہوؤں کو تھپکی دی اور منات کے پجاریوں کو جوش و خروش کے ساتھ بیدار کیا۔ منات ویسے ہی نادانی اور ناواقفیت میں مستغرق تھا اور اپنے مقام پر جما ہوا تھا' نہ وہ کوئی چیز محسوس کرتا تھا' نہ سنتا تھا' نہ اس میں دیکھنے کی استعداد تھی' سبھی مرد اور عورتیں برکت کی خاطر اس کے گرد طواف کر رہے تھے۔ صرف ایک ابوذرؓ تھا جو ان کی ان سرگرمیوں میں شریک و سہیم نہیں تھا' اس نے خاموشی سے ان کی طرف سے منہ پھیرا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر چل دیا۔

اس کی سوچوں کا پرندہ اس وسیع و عریض کائنات میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ اس

نے آسمان کی طرف سر اٹھایا' اس کی پہنائیوں' عظمتوں اور رفعتوں پر غور وخوض کرتے ہوئے خود سے ہم کلام ہوا کہ یہ آسمان کیسے بلند کیا گیا؟ آخر کس ہستی نے اس کو بنایا ہے؟ اس نے سورج کی طرف نظر اٹھائی' گویا اس طرح کہ وہ ایک نئی چیز دیکھ رہا تھا' اس نے محسوس کیا کہ ایک لامحدود فضا میں وہ تیر رہا ہے۔ اب وہ ان سوچوں میں گم تھا کہ یہ سورج کس طرح اپنی چار دیواری سے نکل کر اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ چمک رہا ہے تاکہ اپنی مقررہ منزلیں طے کرتے ہوئے صدر آسمان سے ہوتے ہوئے وہاں سے نیچے اترے اور افق میں جا کر منہ چھپالے۔

وہ اس فکر میں غرق تھا کہ کس طرح اس کے بعد سیاہ رات آ موجود ہوتی ہے اور یہ ستارے جو اپنی تابانیوں کے ساتھ ساتھ روشنی' آرام اور سکوت کو ہر سو نچھاور کر رہے ہیں' اب وہ اس سیاہی کا سینہ چیر دیں گے۔

وہ ایک ایسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جس سے یقین کی روشنی طلوع ہو رہی تھی' وہ فکر جو شک کو خشک ایندھن کی طرح آگ میں جلا کر بھسم کر ڈالے۔

طواف ختم ہو گیا' سب روانگی کے لئے تیار ہو گئے' ابوذرؓ کا کا بھائی انیس اس کے پاس آیا اور بھائی کے برابر کھڑا ہو گیا' چند لمحوں کے لئے بھائی کے مات و مبہوت چہرے کی طرف دیکھتا رہا' جو افکار کی موجوں میں غلطاں تھا۔ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا اور قافلے کے ہمراہ غفار نامی بستی کی جانب چل دیا۔ ابوذرؓ بھی اسی طرح خاموش اور پریشان سا چلا جا رہا تھا' یہاں تک کہ قافلے نے ایک درے میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کی کھوج لگانے والی نگاہیں بلند و بالا پہاڑوں کی طرف اٹھ گئیں' وہ سوچنے لگا کہ آخر کس ذات نے کس طرح ان کو اٹھا رکھا ہے؟ یوں لگتا تھا جیسے ابوذرؓ نے پہلی مرتبہ اس دنیا اور اس کی نیرنگیوں کو دیکھا ہو' اس نے زمین کی طرف بڑے غور سے دیکھا' دل میں سوچا

کہ آخر یہ زمین کس طرح اس قدر مسطح اور ہموار ہے؟ ایسے ہی افکار اس کے ذہن میں جوش کھا رہے تھے اور اس کے دل میں زندگی ایک نئی جنبش سے ہمکنار ہو رہی تھی' اس کو نور ہدایت کی ایک روشنی مل گئی تھی جو اس کے دل کی گہرائیوں کو بھی تابناک بنا رہی تھی' اسی روشنی کی بنا پر اب وہ سرگرم عمل رہنا چاہتا تھا۔ اس کو مستقبل تابناک دکھائی دے رہا تھا' شکوک اور گمراہیوں کی سیاہی جس میں وہ سالہا سال سے زندگی بسر کر رہا تھا' اب وہ چھٹتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ ابوذرؓ اسی طرح کشاں کشاں قافلے کے ساتھ چلا جا رہا تھا' یہاں تک کہ وہ لوگ غفار پہنچ گئے۔ عورتیں' مرد سبھی اپنے اونٹوں سے اتر پڑے ابوذرؓ بھی ایک دم خاموش اور تنہا سا اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ گھر جس میں قبر کی سی تاریکی اور موت کا سا سکوت کارفرما تھا' وہ اپنے گھر میں داخل ہوا' سیدھا اپنی خواب گاہ میں گیا تا کہ سفر کی تھکن دور کر لے' لہٰذا اس نے تھوڑی دیر کے لئے سو جانا چاہا' مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی' اس کے خیالات کا پرندہ ادھر ادھر پرواز کر رہا تھا' کبھی وہ آسمانوں کی بلندیوں پر پرواز کرتے ہوئے خود سے ہم کلام ہوتا کہ آخر وہ کون سی ذات ہے' جس نے ان کو اٹھا رکھا ہے؟ کبھی وہ زمین کے فرش کی طرف متوجہ ہوتا کہ آخر اس کو کس نے بچھایا ہے؟ کبھی وہ اپنی ذات میں ڈوب ڈوب سا جاتا اور اس ہستی کے بارے میں سوچتا جس نے اسے پیدا کیا' اس کو چشم بینا عطا کی جس کی مدد سے وہ دیکھ سکتا ہے' اس کو زبان ودیعت کی جس سے وہ بات چیت کرتا ہے اور وہ فطرت بھی دی ہے جس سے وہ خیر و شر اور تقویٰ و فساد کو اس کے دل میں ڈالتا ہے۔ اس نے خود سے کہا کہ بلاشبہ آسمان کا پیدا کرنے والا آسمان سے زیادہ صاحب عظمت ہے اور انسان کا پیدا کرنے والا خود انسان سے کہیں زیادہ بزرگ و برتر ہے اور وہ ذات جس نے اس حیران کن ہستی کو پیدا کیا' یہ طے شدہ امر ہے کہ یہ ہستی منات' لات' عزیٰ'

اساف، نائلہ، سعد اور دوسرے معبودوں سے زیادہ لائق عبادت ہے۔ وہ ہستی اچھوتی اور نادر تخلیقات کو معرض وجود میں لانے والی ہے اور بہت ہی توانا مصور ہے، مگر ان پتھروں میں نہ تو کوئی طاقت ہے اور نہ اچھوتا پن (ندرت) ہے۔

آہستہ آہستہ اس کو یہ احساس ہونے لگا کہ اس کا دل ایک طرح کے سرور سے سرشار رہتا ہے۔ اس کی آنکھوں پر شک کے جو تاریک پردے پڑے تھے، اب وہ یقین کی شعاعوں سے چھٹ رہے تھے۔ آتش شوق اس کی روح میں شعلہ فشاں تھی، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں اور زمین پر گر کر جہانوں کے پروردگار کے حضور میں سجدہ ریز ہوگیا۔

ابوذرؓ کا یقین ابھی تشنہ کام تھا، وہ اسی سرچشمے کا متلاشی تھا جو کہ اس کو مل گیا تھا اور اب وہ حقیقت کے ٹھنڈے اور خنک پانی سے اپنے من کی تشنہ کامیوں کو سیراب کر رہا تھا۔

ابوذرؓ نے طویل سجدے سے اس عالم میں سر اٹھایا کہ اس کے آنسو اور پسینے کے ٹھنڈے قطرے آپس میں مل گئے اس سے اس کا گندمی چہرہ اور کمزور ہاتھ تر ہو گئے اسی حالت میں وہ اپنی خواب گاہ میں واپس چلا گیا۔ اس کی پیشانی پر ایک ملکوتی حسن سایہ فگن تھا، اب اس کے اندر ایک خدائی روح حلول کر چکی تھی، جس نے اس کی آنکھوں کو بینا اور دل کو بیدار کر دیا۔ وہ اولین سجدہ جو اس نے باری تعالیٰ کے حضور میں کیا، اس سے اس کے سالہا سال کے عقدے کھل گئے، جن سے اس کا دم گھٹا جاتا تھا اور اس کو اپنے سینے میں تنگی سی محسوس ہوتی تھی، وہ رات ابوذرؓ کو تمام راتوں سے زیادہ سبک محسوس ہوئی اور وہ نسبتاً زیادہ سکون سے سویا۔

اگلے دن کی صبح طلوع ہوئی، وہ اپنی انگلیوں کی پوروں سے ہر چیز کو چھو کر اس

حیثیت میں نہیں پوجتے بلکہ اساف و نائلہ کے روپ میں ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں جو کہ عین خانہ کعبہ میں نصب ہیں۔

اساف اور نائلہ کی حیثیت تو محض دو زنا کاروں کی ہے۔ کیا تم چاہو گے کہ دو زانیوں کو پوجو؟

اے ابوذرؓ! یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟

اساف نامی ایک شخص یمن میں نائلہ نامی ایک لڑکی پر عاشق تھا' یہ دونوں زیارت کی غرض سے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے' جیسے ہی خانہ کعبہ میں ذرا تخلیہ ہوا تو یہ دونوں لوگوں کی نظروں سے بچتے ہوئے زنا کے مرتکب ہوئے' اگلی صبح خانہ کعبہ کے زائرین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دونوں مسخ ہو چکے ہیں۔ عوام الناس کی عبرت کی خاطر ان دونوں کو خانہ کعبہ میں ہی رکھا گیا۔ جب اس واقعے کو ایک طویل مدت گزر گئی تو آہستہ آہستہ ان کی حیثیت خدا کی سی ہو گئی اور ان کو پوجا جانے لگا۔ ہاں تو یہ ہیں تمہارے خدا۔ (ایسی من گھڑت باتیں عربوں میں بتوں کے بارے میں رائج رہی ہیں) اچھا تو پھر یہ سارے معجزات جو ان سے رونما ہوتے ہیں' ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ان سے کوئی معجزہ نہ تو ظہور میں آیا ہے نہ آئے گا' ان میں نہ قدرت ہے نہ قوت' جو کچھ بھی ہوا خدا کی جانب سے ہوا' یہ ان بتوں کے ساتھ غلط منسوب کیا گیا ہے۔ ابھی کل ہی تو ہم منات کی زیارت کو گئے اور ہمیں امید تھی کہ وہ بادلوں کو اکٹھا کر کے ہم پہ بارش برسائے گا' ہم نے اپنے معبود کے قرب کی خاطر اپنی بکریاں بھی قربان کیں' تو پھر اس بت نے کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہمارے اعمال کی بنا پر وہ ہم پر قہر و غضب کا اظہار کر رہا تھا' اس کی وجہ ہمارے گناہوں کی کثرت بھی نہیں تھی۔ نہ وہ واجبات میں کوتاہی کی وجہ سے ہم سے آزردہ خاطر ہوا ہے' بلکہ وہ ان سب افعال میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہیں ہے۔

بس کرو بھائی   بس کرو   قریب ہے کہ میں تمہاری باتوں کو مان لوں اور اپنے خداؤں میں شک کرنے لگ جاؤں۔

اے انیس بھائی! یہی تو میری تمنا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح ان سے بیزار ہو جاؤ اور جب بھی تم دعا کرنا چاہو تو اس خدا کے آگے جھکو جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

لیکن کیا ہم اپنے دین کو پرانے کپڑوں کی طرح آسانی سے اتار کر دور پھینک سکتے ہیں؟

ہاں ہاں انیس! جب ہمارا دین ہی پرانے بوسیدہ لباس کی طرح ہو تو یہ کام سہل ہے۔

ان کی والدہ ''رملہ'' (''رملہ'' وقیعہ کی بیٹی قبیلہ غفار سے تھیں) گھر میں داخل ہوئی تو وہ دونوں ایک دم چپ سے ہو گئے' پھر اس نے ان کی طرف رخ کر کے کہا: اس بارے میں میرے بیٹوں کا کیا خیال ہے؟

انیس: کس بارے میں؟

ماں نے کہا: وہی صورت حالات کہ جس سے ہم آج کل دوچار ہیں۔ آسمان کے دروازے ہم پر بند ہیں اور بارش نہیں ہو رہی' کھیتیاں خشک پڑی ہیں اور ہم سب کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

انیس نے کہا: یہ رائے تو آپ ہی کی رائے ہے۔

میرا خیال ہے کہ تمہارے ماموں کے پاس چلیں' وہ صاحب حیثیت اور صاحب مال ہے۔

ابوذرؓ کہنے لگا: جیسے آپ کہتی ہیں رائے تو آپ ہی کی ہے' جو ہونی ہے وہ تو ہو کے رہے گی' خدا تعالیٰ خود دکھا دے گا۔

تو جب بھی گھر سے باہر جاتا ہے' وہ تیرے گھر کی عورتوں کے ساتھ بیٹھتا ہے۔

نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے' سراسر تہمت اور بہتان ہے۔

خود ہمارا بھی یہی دل چاہتا تھا کہ یہ خبر محض جھوٹ اور تہمت ہی ہو' مگر افسوس یہ کہ یہ عین حقیقت ہے۔

آخر اس کی دلیل کیا ہے؟

تو جس سے چاہے پوچھ لے' تمام قبیلے والے گواہ ہیں اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے' لیکن کیا تو چاہے گا کہ ایسی خبر میرے علاوہ کسی دوسرے کی زبان سے بھی سنے؟

نہ نہ رہنے دو' بس کرو۔

اس نے شرمندگی اور حزن و ملال کے باعث اپنا سر جھکا لیا۔ ایک جلا دینے والے درد کا احساس اس کے دل میں ہوا اور وہ غصے میں پھنکارتے ہوئے سانپ کی طرح گھر سے باہر لپکا' اس نے چاہا کہ اپنے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرے اور خود کو اطمینان دلائے مگر وہ ایسا نہ کر سکا' دن رات وہ ایک گہرے رنج و غم میں ڈوبا رہتا۔ اس کے بعد سے وہ ہمیشہ کے برعکس انیس اور ابوذرؓ سے بہت ہی سرد مہری کے ساتھ ملتا' گھر میں بھی جب کبھی وہ اکٹھے بیٹھتے تو ان کو پراسرار طریقے سے دیکھتا رہتا۔

ایک دن ابوذرؓ نے ماموں کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی کے آثار دیکھے اور اس کے اندر کی تشویش کو بھانپتے ہوئے اس نے پوچھا کہ

ایسا کیوں ہے؟ چند دنوں سے میں آپ کو ناراض سا دیکھ رہا ہوں شاید آپ ہم سے بیزار ہو گئے ہیں' بات بھی بہت کم کرتے ہیں' زیادہ تر سوچ میں ڈوبے رہتے

ہیں؟

نہیں کچھ نہیں ہے۔

نہیں ضرور کوئی بات ہے۔ آخر کیا ہے؟ مجھے بھی بتائیں شاید میں آپ کا غم ہلکا کرسکوں اور آپ کے دکھ اور پریشانی بانٹ سکوں۔

میرے قبیلے والوں نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے کہ میرا دل سیر ہو گیا ہے۔

کیا انہوں نے کیا کہا ہے؟

انہوں نے مجھے بتایا کہ انیس نے فحاشی کا ارتکاب کیا ہے۔

وہ کیا خیال کر رہے ہیں؟

وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر گھر سے نکلتا ہوں تو انیس میری جگہ ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے۔

ابوذرؓ غصے سے لال پیلا ہو گیا' اس کی آنکھوں سے غیظ وغضب کے شرارے لپک رہے تھے' کہنے لگا:

جو نیکی آپ نے کی تھی' وہ سب تباہ و برباد کر دی۔ اب اس کے بعد ہم کبھی بھی نہیں ملیں گے۔

طلوع صبح

غفار میں انیس اور ابوذرؓ اپنے گھر کے سامنے بیٹھے تھے' ایک شخص سفر سے آیا اور اس نے سلام کیا' ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابوذرؓ نے پوچھا:

تو کہاں سے آیا ہے؟

میں مکہ سے آیا ہوں۔

وہاں کی کیا نئی تازہ خبر ہے؟

ایک شخص وہاں حال ہی میں آیا ہے' کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں اور یہ کہ آسمان سے میری طرف پیغام آتے ہیں۔

لوگوں کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہے؟

وہ اس کی بات ہی نہیں مانتے' اس کو تکلیف دیتے ہیں اور سبھی اس سے دور بھاگتے ہیں' کوئی بھی اس کے قریب نہیں پھٹکتا اور جو کوئی اس کے پاس آتا ہے' اس کو دھمکیاں دیتا ہے۔

لوگ اس کی باتوں پر کان کیوں نہیں دھرتے؟

وہ کسی ایسے شخص کی بات کس طرح سنیں جو ان کے عیوب کی نشاندہی کرتا ہے' ان کے نظریات کو جھوٹا ثابت کرتا ہے اور ان کے آباء واجداد کے بارے میں کہتا

ہے کہ وہ صریحاً گمراہی پر تھے اور ان کے معبودوں کو بھی برا بھلا کہتا ہے۔

اچھا! کیا وہ ایسے کام کرتا ہے؟

ہاں! سب خداؤں کو ایک خدا کہتا ہے' جو بڑی عجیب سی بات لگتی ہے۔

ابوذرؓ نے سر جھکا لیا اور اس جملے کے بارے میں گہرائی سے غور کرنے لگ گیا کہ

''تمام خداؤں کو ایک خدا قرار دیتا ہے۔'' اس کو اس جملے میں کوئی بات تعجب انگیز نہیں لگی کیونکہ یہ وہی نکتہ تھا جس پر وہ ذاتی حیثیت میں انتہائی تفکر کرتا رہتا تھا' ایک طویل مدت سے وہ سر بہ گریباں انہی سوچوں میں گم صم رہا کرتا تھا۔ اس شخص نے ابوذر کو غور سے دیکھا' اس کو ساکت اور پریشان پایا تو اجازت لے کر چلا گیا۔

ابوذرؓ نے انیس کی طرف رخ کر کے کہا

فوراً اونٹ پر سوار ہو جاؤ' سرزمین مکہ کی طرف جاؤ اور اس شخص کی باتیں غور سے سنو' جو کہ پیغمبر ہے اور آسمان کی طرف سے اس کو پیغام آتے ہیں' پھر واپس آ کر مجھے ساری باتیں بتانا۔

انیس اٹھا' اپنے اونٹ پر بیٹھ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پہلے وہ خانہ کعبہ میں گیا' طواف کیا' لوگوں کے ایک گروہ کو وہاں دیکھا' پھر جو شخص بھی اسے اپنے سامنے نظر آیا' اس سے پوچھنے لگا

اس شہر میں کیا نئی تازہ خبر ہے؟

ایک مرتد شخص (نعوذ باللہ من ذالک) لوگوں کو ایک نئے دین کی طرف بلا رہا ہے۔ انیس نے اس شخص کی یہ بات ابھی پوری طرح سنی بھی نہ تھی کہ اس نے ایک شخص کو دیکھا جو لوگوں سے خطاب کر رہا تھا

''میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں' اس کی تعریف بیان کرتا ہوں' اس سے مدد طلب کرتا ہوں' اس پر ایمان لاتا ہوں اور میرا اسی ذات پر بھروسہ ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے' وہ یکتا و یگانہ ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔''

حاضرین میں سے ایک بولا: تو جھوٹ بولتا ہے۔

اس نے کہا: ''پیشرو'' (پیشرو اس کو کہتے ہیں جس کو قبیلے کی طرف سے مقرر کیا جائے کہ وہ قبیلے کے رہنے کیلئے مناسب مقام تلاش کرے' پھر اپنے قبیلے والوں کو اس کے بارے میں بتائے۔ یہ جملہ عرب میں مثل بن گیا ہے) اپنے قبیلے والوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' میں خدا کی طرف سے آپ لوگوں کی طرف خصوصا اور عام لوگوں کی طرف عموماً بھیجا گیا ہوں' خدا تم لوگوں کو جس طرح تم سوتے ہو' مار ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور جیسے زندہ اور بیداری کے عالم میں ہوتے ہو' اسی طرح تمہارے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے۔ جو جو اعمال اور افعال تم انجام دیتے ہو وہ حساب رکھنے والا ہے' اس کی ایک ہمیشہ رہنے والی جنت ہے اور اس کے ساتھ اس نے ہمیشہ رہنے والی جہنم کی آگ بھی تیار کر رکھی ہے۔

ان میں سے ایک کہنے لگا:

وہ کیسے؟ جب ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں گی' ہم دوبارہ کیسے اٹھائے جائیں گے؟

اس شخص نے کہا:

کیا جب ہماری ہڈیاں بوسیدہ سی خاک ہو جائیں گی' کیا ہم نئی صورت میں پھر دوبارہ اٹھائیں گے؟ تم کسی صورت میں بھی ہو پتھر یا لوہا' یا اس سے بھی بعید کوئی

چیز، جس ہستی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، وہی دوبارہ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، ۴۹-۵۱)

انیس کھڑا سن رہا تھا، جو کچھ بھی وہ سنتا تھا وہ بڑی کوشش سے اس کو یاد رکھنے کی سعی کر رہا تھا۔ اب اس مرد کے اطراف سے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے، ان میں سے ایک نے آوازہ کسا:

وہ کاہن ہے، نہیں بلکہ شاعر ہے، نہیں جادوگر ہے۔

انیس پیغمبر اور ان کی قوم کی باتیں سن رہا تھا، وہ سر جھکا کر غور کر رہا تھا۔ اس کے باطن سے یہی آواز آ رہی تھی کہ "قسم بخدا اس شخص کی گفتگو میں ایک مٹھاس ہے، بخدا وہ سچا انسان ہے اور یہ لوگ کاذب ہیں۔"

پھر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور لوٹ آیا۔ سارا راستہ وہ محمدؐ کے بارے میں سوچتا رہا، وہ حیرت زدہ تھا اور ایک فکر آمیز خاموشی میں مستغرق، حتیٰ کہ وہ غفار پہنچ گیا۔

ابوذرؓ اپنے بھائی کے استقبال کو دوڑا اور مضطربانہ استفسار کیا: کہو کیا خبر لائے ہو؟

میں اس شخص سے ملا ہوں، مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے خدا نے اسے تمہارے دین پر بھیجا ہے اور میں نے یہ خاص طور پر دیکھا ہے کہ وہ نیکی کی طرف بلاتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

لوگ اس کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟

وہ اس کو شاعر، ساحر اور کاہن کہتے ہیں، جبکہ وہ شاعر نہیں ہے، کیونکہ میں شعر کی تمام اقسام کو جانتا ہوں اور میں نے شعر کی مختلف اوزان و بحور کے ذریعے اس کی گفتگو کو جانچا ہے، ان کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں، وہ جادوگر بھی نہیں، میں نے جادوگروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے طلسمات اور جادوؤں سے بھی واقف ہوں، وہ کاہن بھی

نہیں ہے' کیونکہ کاہن بھی میرے دیکھے بھالے ہیں' اس کی گفتار کاہنوں کی میٹھی سریلی' مسجع و مقفی گفتگو سے بھی مشابہت نہیں رکھتی۔

وہ کیا کہتا ہے؟

وہ بہت حیرت انگیز باتیں کرتا ہے۔

جو کچھ وہ کہتا ہے' اسمیں سے کچھ بھی تیرے ذہن میں نہیں ہے۔

خدا کی قسم! اس کی گفتگو شیریں ہے' لیکن اس کی باتیں میرے ذہن میں نہیں ہیں۔

تو نے اپنی معلومات سے مجھے مطمئن نہیں کیا' اب تو یہاں رہ میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کیا خبر ہے؟

اور ہاں! لیکن اس کی قوم والوں سے بچ کے رہنا' کیونکہ وہ اس سے سخت دشمنی رکھتے ہیں اور اس کو بغض و عناد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ابوذرؓ نے پرانی اور خشک مشک کو بھرا اور اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا' وہ مکمل وفور اشتیاق سے اپنے اونٹ کو اپنی منزل مقصود کی جانب ہنکا رہا تھا۔ اس کی تمناؤں سے اس کی روح تک سرشار تھی' طرح طرح کے مناظر اس کی نظر میں مجسم ہو رہے تھے' اس نئے دین نے اس کو نئے افکار عطا کر دیئے تھے' وہ تفکرات کے طوفانوں میں گھرا ہوا تھا۔

وہ کہاں جا رہا ہے؟

وہ اس شخص سے کیسے ملے گا' جو لوگوں کو اعلیٰ ترین اخلاق کی طرف دعوت دیتا ہے؟ اس کو کون اس کے پاس لے جائے گا؟ اگر وہ اس کا سراغ لگا لے گا تو کیا وہ دشمنوں کی ایذا سے امان میں ہو گا؟...... آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ایک دم مسجد میں چلا جائے' وہاں پیغمبرؐ کی جستجو میں رہے۔

ابوذرؓ مکہ پہنچ کر مسجد کی طرف چلا گیا اور پیغمبرؐ کی تلاش میں مشغول ہو گیا' لیکن نہ تو پیغمبرؐ اس کو ملا نہ اس کے بارے میں کوئی بات سنی' چار و ناچار وہ مسجد میں ہی رہا' یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا' رات نے اپنا سیاہ لباس پھیلا دیا' تاریکی لپک لپک کر آ رہی تھی اور اپنے ساتھ خاموشی اور سناٹے کو بھی لا رہی تھی۔ سوائے چند لوگوں کے باقی سبھی سو گئے' وہ لوگ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر رہے تھے' اس وقت علیؑ طواف کے لئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے' دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں ایک نحیف و نزار لمبے قد کا آدمی ہے' اس نے سر پر سیاہ عمامہ لپیٹ رکھا ہے' اس کی بوسیدہ عبا جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی ہے اور وہ خاموشی سے بیٹھا ہے۔ علیؑ آگے بڑھے اور کہا:

گویا کوئی اجنبی شخص ہے؟

ہاں۔

میرے ساتھ آؤ!

علیؑ اور ابوذرؓ چل پڑے' ابوذرؓ نے علیؑ سے کچھ نہیں پوچھا' علیؑ نے بھی اس سے گھر پہنچنے تک کوئی بات نہیں کی' ابوذرؓ نے رات وہاں بسر کی اور صبح ہی صبح گلی کوچوں سے گزرتا ہوا مسجد تک پہنچا' نہ کسی نے اس سے کوئی سوال کیا' نہ اس نے کوئی نئی خبر سنی' چنانچہ اس کی جستجو بڑھتی رہی' اسی طرح وہ دن بھی گزر گیا۔ خوراک وہ اپنے ساتھ لایا نہیں تھا اور کھانے پینے کے لئے اس کے پاس پیسے بھی نہیں تھے' رات ہوئی اب بھوک اس کو تنگ کر رہی تھی' مسافروں کی طرح وہ اپنی کل والی جگہ پر چلا گیا اور لیٹ گیا' اس نے اپنی عبا لپیٹ لی اور اپنی غیر واضح قسمت کے بارے میں سوچتے ہوئے نیند کا انتظار کرنے لگا۔ ابھی تک تو نے اپنا گھر نہیں پہچانا؟ چلو آؤ میرے ساتھ' چلیں! علیؑ نے اس کو زمین سے اٹھایا اور وہ اکٹھے' گذشتہ شب کی مانند خاموش چپ چاپ گھر چلے

گئے۔

تیسری رات بھی علیؑ اپنے مہمان کو گھر لے گیا۔ ابوذرؓ اسی طرح خاموش تھا' حتیٰ کہ علیؑ نے پوچھا' کیا تو مجھے نہیں بتائے گا کہ تجھے کام کیا ہے؟ کون سی بات تمہیں اس شہر میں لائی ہے؟

اگر تم کسی کو نہ بتاؤ اور میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میری راہنمائی کرو گے تو پھر میں تم کو بتاتا ہوں۔

بہت خوب!

میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک شخص ہے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے' میں نے اپنے بھائی کو اس کی باتیں سننے کے لئے بھیجا تھا وہ یہاں آیا بھی اور واپس بھی چلا گیا مگر اس نے مجھے میرے مطلب کی کوئی بات نہیں بتائی' لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ خود جا کر اس کی زیارت کروں' میں نہ تو اس کو پہچانتا ہوں اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی سے معلوم کرنے کی جسارت کرنا چاہتا ہوں۔

وفورِ شوق سے علیؑ کی آنکھیں چمک اٹھیں' ان کا چہرہ دمکنے لگا' اس وقت ان کے لبوں پر ایک لطیف سا تبسم تھا' ان کو ابوذرؓ کے لئے ذرا سی حیرت ہوئی کہنے لگے

تو کون ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟

میرا نام جندب جنادہ (ابوذرؓ کے نام ونسب کے بارے میں اختلاف ہے' کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابوالذر بھی ہے' لیکن مشہور وہی ہے) ہے' میری کنیت ابوذر ہے اور میں قبیلہ غفار سے ہوں۔

تو نے نجات پالی' بخدا وہ پیغمبر ہے اور جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے' میں ابھی اسی کے پاس جا رہا ہوں تو بھی میرے پیچھے پیچھے آ۔ جہاں میں داخل ہوں گا

تم بھی ہو جانا' اگر راستے میں میری کسی سے ملاقات ہوگئی تو یہ بات خطرناک ہے کہ وہ تجھے دیکھ لے' میں دیوار کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جاؤں گا ایسے جیسے میں اپنے جوتوں کو درست کر رہا ہوں' تم چپکے سے میرے پاس سے گزر جانا۔

علیؑ اور ابوذرؓ رات کی تاریکی میں چل پڑے' ابوذرؓ کو احساس ہو رہا تھا جیسے ایک خاص قسم کی خوشی اور فرحت نے اس کے پورے وجود کو گھیر لیا ہو۔ یہی اس کی کامیاب ترین کوشش تھی جس کی وجہ سے وہ پیغمبرؐ کے برگزیدہ اصحاب میں سے ایک بن گیا' وہ اول اوّل حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں میں سے تھا اور یہی بات اس کی عظمت کا باعث بنی۔

علیؑ صفا کے نزدیک ایک گھر کے آگے رک گئے اور اس کو پہلے سے طے شدہ مخصوص انداز میں کھٹکھٹایا۔ ایک شخص نے دروازے کے پیچھے سے باہر جھانکا' علیؑ کو پہچانا اور دروازہ کھول دیا' علیؑ اور ابوذرؓ دونوں داخل ہوئے۔ ابوذرؓ مارے شوق کے ہواؤں میں اڑ رہا تھا' اس کا دل سینے میں اس طرح دھک دھک کر رہا تھا کہ آواز سنائی دیتی تھی' اب اس کا اور اس کے محبوبؐ کا فاصلہ صرف چند قدم تھا' اس کی دیرینہ آرزو پوری ہونے کو تھی' اس کے سامنے پیغمبرؐ کا چہرہ تھا' گفتگو کا سلیقہ' شخصیت کی وضع قطع اور وہ مطالب جو اس نے ان سے بحث و تمحیص کے لئے انتخاب کر رکھے تھے' یہ سب باتیں وہ اپنے خیالوں میں مجسم صورت میں تیار کر رہا تھا اور اپنے آپ کو ایک بہت عظیم کام کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ ملن کی گھڑی آن پہنچی' علیؑ کمرے میں داخل ہوئے تو ابوذرؓ بھی ان کے پیچھے پیچھے وارد ہوا' اس کی نظر محمدؐ پر پڑی۔

سلام علیکم! (ابوذر نے کہا میرا سلام اسلام میں کیا جانے والا سب سے پہلا سلام ہے)

علیک السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ   تو کہاں سے آیا ہے؟

ابوذرؓ نے بہت ہی شرم و حیا سے آہستگی سے جواب دیا کہ غفار سے آیا ہوں۔ پھر پیغمبرؐ اور ابوذرؓ کے درمیان مختلف موضوعات پر بات چیت کا آغاز ہوا۔ آخر میں ابوذرؓ نے انتہائی مطمئن لب و لہجے میں عرض کیا:

اسلام کے بارے میں مجھے بتاؤ!

اسلام یہ ہے کہ تو یہ گواہی دے کہ اس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا بھیجا ہوا رسول ہے اور یہ کہ نماز بھی اہتمام سے پڑھو۔

میں گواہی (شہادت) دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کا فرستادہ نبی ہے۔

ابوذرؓ! اس بات کو چھپا کے رکھو اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ اور اپنی قوم میں تبلیغ کرنا شروع کر دو' کیونکہ ان لوگوں کے ہاتھوں تمہاری جان کا خطرہ ہے اور اس وقت بھی میرے ظہور کی خبر تجھ تک پہنچے تو چلے آنا۔

یہ بات پیغمبرؐ نے اس لئے اس سے کہی کہ ان کو اپنی قوم سے خوف لاحق تھا' لیکن کیا ابوذرؓ اس بات کو مان لے گا؟ اور ابوذرؓ جیسا بندہ کیا اپنے ایمان کو چھپا سکتا ہے؟ اور کیا اس کی روح کی گہرائیوں تک جو اس کے اندر اس کے عقیدے اور نظریے کی آگ بھڑک رہی ہے' کیا وہ اس کو مخفی رکھ سکے گا؟ نہیں بخدا' وہ ہر قیمت پر اپنے عقیدے کا اظہار کر کے رہے گا۔ ابوذرؓ نے ایسے پراعتماد اور مضبوط لب و لہجے میں کہا جس سے اس کا اپنے دین اور اپنے خدا پر یقین جھلکتا تھا۔

اس ذات کی قسم! جس نے تجھے حق کی خاطر اکسایا ہے' میں بھرے مجمع میں فریاد کروں گا۔

اب ابوذرؓ کو احساس ہو رہا تھا کہ اس کی پیاس بجھ رہی ہے' اس کے دل کی

تاریکی میں ایمان کا سورج طلوع ہو گیا ہے' وہ پیغمبرؐ کی عظمتوں میں کھویا ہوا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس منبع نور اور سرچشمہ حیات جس نے کہ اس کو گمراہی سے نجات دی اور اس کی تشنہ کامیوں کو سیراب کیا' وہ خود کیسی مخلوق ہے؟ کیا وہ نور ہے؟ یا جسم (مادی) ہے؟ وہ آسمانی اور ملکوتی مخلوق ہے یا عام آدمی؟ اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ محمدؐ کے شانے پر رکھا' اچانک اسے احساس ہوا جیسے نور کی ایک لہر اس کے جسم و جان میں دوڑ رہی ہے اور سعادت مندی' ثابت قدمی اور رستگاری (نجات) نے اس کے پورے وجود کو گھیر لیا ہے۔

ابوذرؓ اٹھا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا سینہ نور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس کا دل پرعزم تھا' اس کو کسی سختی کی پروا نہیں تھی اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا خوف لاحق تھا۔ اس نے مسجد میں قریش کے ایک گروہ کو دیکھا' وہ اچانک پکار اٹھا: ''اے گروہ قریش! میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔''

ابوذرؓ وہ پانچواں شخص ہے جس نے اس وقت اسلام قبول کیا' جب اسلام پر بہت کڑا اور خطرناک وقت تھا اور بڑی اجنبیت اور سختی کا وقت تھا۔ اس خوفزدہ ماحول میں ابوذرؓ نے پیغمبرؐ کے لئے اعانت کا ہاتھ بڑھایا۔ ابھی تحریک اسلام ایک کونپل کی طرح تھی' پھلی پھولی نہ تھی' اس کو ابھی استحکام نصیب نہیں ہوا تھا' اس دور میں ابوذرؓ جیسے مردانہ حلق سے پرجوش اور خشمگین لہجے میں دعوت اسلام کی فریاد بلند ہوئی۔ لوگ اس کو مار ڈالنے کے درپے ہو گئے' لوگ اس کو اپنے لئے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے' انہوں نے مار مار کر ابوذرؓ کو ادھ موا کر ڈالا' وہ زمین پر پڑا تھا' لوگ اس کے سر و سینہ پر گھونسے لاتیں مار رہے تھے' اتنے میں پیغمبرؐ کا چچا عباسؓ آ گیا اور بڑی مشکل سے لوگوں کے ہجوم

کو چیرتا ہوا ابوذرؓ تک پہنچا اور خود کو ابوذرؓ کے اوپر گرا دیا' ایک فریاد بلند کی:

افسوس ہے تم پر! اس شخص کو مار رہے ہو' کیا جانتے نہیں ہو کہ وہ غفار سے ہے اور تمہیں تجارت شام کے لئے وہیں سے گزرنا ہوتا ہے۔ (غفار کے لوگ قافلوں کے راستے روک لیا کرتے تھے اور ان کے مال تجارت کو لوٹ لیتے تھے اور ایسا اکثر اوقات ہوا کہ لوگوں نے قبیلہ غفار میں جندب جنادہ کو بھی اس غارت گری میں شمشیر بدست دیکھا)

لوگ اس کے گرد و پیش سے ہٹ گئے' ابوذرؓ گویا ایک خون آلود مجسمہ تھا' اس نے بمشکل اپنی کمر سیدھی کی اور آہستہ آہستہ راستہ چلنے لگا' یہاں تک کہ چاہ زمزم تک پہنچ گیا' اس نے اپنے جسم کا خون صاف کیا اور تھوڑا سا پانی پیا اور خانہ کعبہ جانے کی نیت سے چل پڑا۔

ابوذرؓ پیغمبرؐ کے پاس آیا اور وہاں ابوبکرؓ کو اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔

تو کب سے یہاں ہے؟

تین دن ہو گئے ہیں۔

تجھے کون خوراک پہنچاتا رہا ہے؟

میں نے سوائے آب زمزم کے کوئی خوراک نہیں کھائی۔

اے رسول خدا! مجھے اجازت دیں میں آج رات اس کو غذا پہنچاؤں۔

تینوں اکٹھے چل پڑے حتیٰ کہ ابوبکرؓ کے دروازے تک پہنچ گئے' ابوبکرؓ نے دروازہ کھولا' وہ اندر داخل ہوئے۔ ابوبکرؓ نے تھوڑی سی طائف کی کشمش مہمانوں کے لئے رکھی' یہ سب سے پہلی خوراک تھی جو ابوذرؓ نے مکہ میں کھائی۔

اگلی صبح طلوع ہوئی' ابوذرؓ اپنے دل میں اسلام کی محبت اور شوق کا وفور محسوس کر رہا تھا' وہ چاہتا تھا کہ اسلام کا بھرپور اظہار کر ڈالے۔ اس کے چھوٹے سے دل اور

تنگ سینے میں ایمان کی بھڑکتی ہوئی آگ نہیں سما رہی تھی' لوگوں کی اذیتوں سے اس کا ارادہ بلکہ محکم تر ہو گیا تھا' وہ مسجد کی طرف روانہ ہو گیا' پھر اس نے اپنی پوری قوت مجتمع کر کے مجمع سے خطاب کیا:

اے گروہ قریش اے گروہ قریش! لوگوں نے اس کی طرف رخ کیا۔

ابوذرؓ دل کی گہرائیوں سے پکار اٹھا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اسی کا بھیجا ہوا ہے۔

لوگوں میں ایک شور بلند ہوا سبھی مل کر اس پر حملہ آور ہو گئے' خوب مارا پیٹا' یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیا۔ اس مرتبہ پھر عباسؓ اس کی مدد کو آیا' لوگوں کو ہٹا کر اس کو تسلی' دلاسا دیا۔ ابوذرؓ نے درد کی شدت سے ایک آہ کھینچی لیکن روحانی طور پر اس کو انتہائی مسرت اور سکون کا احساس ہو رہا تھا' اس کو ایک ایسا ابدی سا سکون مل رہا تھا جس نے اس کو اس کے نحیف و نزار جسم کے رنج و غم سبھی بھلا دیئے۔ وہ وہاں سے اٹھا اور مکہ میں اپنی واحد امید' پیغمبر محبوبؐ کی طرف چل دیا۔ ابوذرؓ نے سارا ماجرا پیغمبرؐ کو سنایا' پیغمبر نے کہا:

میں ایک ایسی سرزمین کی طرف چلا جاؤں گا جہاں صرف نخلستان ہیں اور میرا خیال ہے کہ سوائے یثرب (یثرب مدینہ کا پرانا نام ہے) کے اور کہیں نہیں۔ کیا تو اپنے قبیلے کو میرا پیغام پہنچائے گا؟ شاید اللہ تعالیٰ ان کو تیری وجہ سے منفعت پہنچائے اور تجھے ان کی وجہ سے صلہ عطا کرے۔

ہاں! میں یہ خدمت ضرور انجام دوں گا۔

ابوذرؓ کا دل ایمان' خدا اور اپنے رسول محمدؐ کی عظمت سے سرشار تھا' وہ غفار

کی طرف روانہ ہوا' راستے میں خود پر بیتنے والی کیفیات جیسے بھوک' لوگوں کی ایذا رسانی' پیغمبرؐ کی زیارت اور جو کچھ بھی سفر میں پیش آیا تھا' ان سب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا عظیم مگر غیر واضح مستقبل اس کے سامنے تھا' اس کے چہرے پر سرور کی ایک خاص کیفیت تھی' اس کے لبوں کی مسکراہٹ میں خوشنودی خدا اور اطمینان قلب کا عنصر غالب تھا۔ وہ اس بات سے بہت سرشاری کیفیت میں تھا کہ اس کو ایک منطقی اور عقل پسند دین کی طرف راستہ مل گیا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی راہوں پر صرف پاک باطن اور صفا کیش ہی چلتے ہیں' وہ خدا کا انتہائی شکر ادا کر رہا تھا' اس دین کی رو سے اس کے آباء واجداد کا دین بالکل برباد تھا' اس کو اپنے باپ داداؤں کے افکار بہت ہی تنگ محسوس ہو رہے تھے' اس کو اپنے اندر آزادی اور خوشی کا احساس ہو رہا تھا' اس نے دور سے غفار کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ماں اور بھائی کو دیکھ کر ایک محبت کی لہر اس کے دل میں دوڑ گئی' وہ چاہتا تھا کہ خود کو جلد از جلد ان تک پہنچائے اور ان کو اپنے اسلام لانے کے سارے حقائق بتائے۔

اس نے اپنے اونٹ کو ایک راستے پر ڈالا' تیز چلایا' حتیٰ کہ غفار پہنچ گیا' وہ اپنے اونٹ سے نیچے اتر آیا' اس کی لگام اپنے ہاتھ میں لی' پیدل چلتے چلتے اپنے بھائی انیس تک پہنچ کر ایک زوردار آواز بلند کی:

میں اسلام لے آیا' میں نے دین قبول کر لیا۔

واقعی! کیا تو اسلام لے آیا؟

ہاں انیس! اس کا دین برحق ہے' میں تجھ کو اس دین کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ ابوذرؓ نے اپنی کہانی سنانی شروع کی' غفار سے روانگی سے لے کر واپس آنے تک اس پر جو بیت گئی' سب اس نے تفصیلاً کہہ ڈالی۔

انیس نے ایک لمحے کے لئے اپنے سر کو جھکایا' وہ شیریں باتیں جو اس نے اپنے کانوں سے پیغمبرؐ کی زبان سے سنی تھیں' وہ اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھیں۔ جس دن وہ مکہ گیا تھا' اس دین کی یادیں اس کے ذہن میں کروٹ لے رہی تھیں۔ ایک خوشگوار سا کیف تھا' جس کا وہ احساس کر رہا تھا' اس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا:

میں تمہارے دین کے خلاف نہیں ہوں' میں بھی ایمان لے آیا ہوں اور میں نے دین کو قبول کر لیا ہے۔

آؤ ماں کے پاس چلتے ہیں' اس کو یہ سب کچھ بتاتے ہیں۔

ابوذرؓ اور انیس اپنی والدہ کے پاس گئے' ماں کی نظر ابوذرؓ پر پڑی تو کہا:

کیا ہوا؟ کیا دیکھا؟ کہو تو

میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جوانمردی میں برترین' عادات و خصائل میں بہترین' رہن سہن میں بزرگوار ترین' بحث و مباحثے میں عظیم ترین' صبر اور سچائی میں نامور ترین اور اپنی قوم میں ایذا رسانی اور برائی کے ارتکاب میں دور ترین تھا۔ اس نے کبھی کسی کو نہ تو گالی دی ہے' نہ برا بھلا کہا ہے' کبھی بھی کسی نے اس کو لڑائی جھگڑے میں ملوث نہیں دیکھا' اسی بنا پر اس کو پورے مکہ میں ''امین'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتا ہے' برائی سے منع کرتا ہے۔ میں نے شہادت دے دی ہے کہ سوائے اللہ بزرگ و برتر کے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کا بندہ اور بھیجا ہوا رسول ہے' میں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں اور میرا بھائی انیس بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

میں بھی تمہارے دین کی مخالف نہیں ہوں' میں بھی اسلام لاتی ہوں اور جو تم کہہ رہے ہو' اس کی تصدیق کرتی ہوں۔

ابوذرؓ اپنے گھر والوں کے اسلام لانے پر بہت ہی خوش ہوا' لیکن کیا ابوذرؓ

اسی پر قناعت کر لے گا کہ بس اپنے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں جا کر عبادت خداوندی میں مشغول ہو جائے اور اپنے خدا کو خوش کرے؟ نہیں وہ ہرگز صرف یہی کام نہیں کرے گا' اس کو تو اپنے قبیلے والوں کو دین الٰہی کی طرف دعوت دینا ہے۔

ابوذرؓ گھر سے باہر آیا' دیکھا کہ لوگ قبیلے کے سردار خفاف بن ایماء بن رخصہ غفاری کے اردگرد بیٹھے ہیں' ہر طرح کی گفتگو ہو رہی ہے' وہ بھی وہاں پہنچ گیا' سلام کیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا' اس لئے نہیں کہ ان کے ساتھ گپ شپ کرے اور ہنسی مذاق کرے بلکہ اس لئے کہ ان کو نئی صبح کے طلوع کی خبر دے' ایسی صبح جو ان کو بہت جلد تاریکیوں میں نکال کر دریائے نور کی طرف کشاں کشاں لئے جائے گی اور ان کو ناداری اور نکبت سے نجات دلائے گی اور ان کو سیادت' آزادی اور جاہ وحشمت کی بلند و بالا چوٹیوں تک لے جائے گی۔

ان کے درمیان بہت ہی دھیرے دھیرے نرم و ملائم سی گفتگو چل رہی تھی کہ اچانک ابوذرؓ نے درمیان میں اپنی بات چھیڑ دی' ایک ایسا طوفان اٹھا' گویا بادِ مسموم دیوانہ وار چلنے لگی' ہر طرف مشاجرہ' مناظرہ اور تند و تیز گفتگو ہونے لگی۔ یہ طوفان آہستہ آہستہ تھما باطل کی سیاہ آندھیوں پر حق کا اجالا غالب آ گیا' ابوذرؓ نے کہا مکہ میں ایک پیغمبرؐ نے ظہور کیا ہے' جو لوگوں کو اس پروردگار کی پرستش کی طرف بلاتا ہے' جسؐ نے یہ شفاف آسمان' یہ زمین اور یہ چمکتے ستارے پیدا کیے۔

ان میں سے ایک شخص نے اس کی بات کاٹی اور کہا

اچھا تو تم لات' عزیٰ' ہبل' منات' نہم کے علاوہ کسی دوسرے خدا کے قائل ہو؟ وہ خدا لوگوں کو آزادی مطلق سے ہمکنار کرتا ہے کہ ان پتھروں کی پوجا سے باز آ جاؤ۔

دوسرے نے کہا: سخت پتھر؟ تم بھی ایسی ہی باتیں کرنے لگ گئے ہو۔

ہاں! یہ سخت پتھر ہیں جو کسی کو بھی نفع یا نقصان پہنچانے سے قاصر ہیں۔

تو تم نے پھر یقین کرلیا ہے؟

وہؐ عقل پسند دین کی طرف دعوت دیتا ہے جو کہ ضمیر کے لئے اطمینان کا باعث ہے۔

وہؐ لوگوں کے درمیان برادری اور برابری کی تبلیغ کرتا ہے' آقا و بندہ کے درمیان خدا کے حضور میں سوائے عقیدے اور عمل کے کوئی فرق نہیں ہے۔ اس نے مخلوق اور خالق کے درمیان راہیں کھول دی ہیں' اس نے اللہ تک رسائی کے لئے تمام واسطے اور وسیلے ختم کر دیئے ہیں' لوگ بغیر واسطے اور شفاعت کے اس خدا کے نزدیک تر ہو سکتے ہیں۔ وہؐ کہتا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے بہت قریب ہے' ان کے شکووں اور درخواستوں کو سنتا ہے اور جو کچھ ہمارے ضمیروں میں پنہاں ہے وہ اس سے آگاہ ہے' محمدؐ ایک سچے دین کی طرف بلاتا ہے' میں کیوں نہ اس کو قبول کروں؟

ابوذرؓ گمراہ ہو گیا ہے

ابوذرؓ نے کہا: خدا کی قسم! ابوذرؓ کامیاب ہو گیا ہے اور تم لوگ گمراہ ہو۔

ایک دوسرے شخص نے بہت ہی تند مزاجی سے کہا کہ

جب سے ابوذرؓ اس مرد مرتد (معاذ اللہ) سے ملا ہے' وہ دھوکہ کھا گیا ہے' اسی طرح مرتد ہو کر اپنے اجداد کے عقائد کو باطل قرار دیتا ہے۔

ابوذرؓ نے کہا: صبر کرو' مجھے اجازت دو میں تم کو بتاؤں۔

رسول خداؐ سے ملاقات سے پہلے بھی میں لات' عزیٰ' منات' ہبل اور نھم اور دیگر تمام بتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا' میں نے خود اپنے طور پر سمجھا کہ یہ تو نرے پتھر ہیں

جو نہ تو کسی کو نجات دے سکتے ہیں' نہ گمراہ کر سکتے ہیں۔

ہر طرف سے ایک شور بلند ہوا' غفار کے لوگ اپنے خداؤں کے بارے میں یہ تنقید سن کر آپے سے باہر ہو گئے۔

ابوذرؓ نے انتہائی نرمی اور ملائمت سے کہا:

چاہئے تو یہ کہ بہت ہی سکون کے ساتھ تحقیق کریں' دلیل کے مقابلے میں صرف دلیل ہی دی جا سکتی ہے' میں تو صرف آپ کی راہنمائی چاہتا ہوں اور میری کوئی آرزو نہیں ہے۔ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو بتاؤں کہ میں نے ان بتوں کی بیچارگی اور معذوری کو کیسے جانا؟

ان میں سے ایک نے کہا: نہیں بات بہت طویل ہو جائے گی۔

پھر لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا' ان کے سردار خفاف نے کہا:

اس کو موقع دیں اور بات کر لینے دیں' حق بات بالکل روشن ہوا کرتی ہے تمہاری بھی عقل ہے جو کسی نے تم سے چھینی نہیں ہے؟

ابوذرؓ نے کہا: ایک دن میں نہم کو دودھ ڈالنے گیا' میں نے بہت ہی خضوع و خشوع کے ساتھ دودھ کی مشک اٹھائی تاکہ میں اپنے معبود کے حضور پیش کروں تاکہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو اور اس کی رضامندی مجھے حاصل ہو' دودھ میں نے اس کے آگے رکھا' واپس پلٹنے ہی لگا تھا کہ میری نظر اپنے معبود پر پڑی اور میں نے ایک ایسا منظر دیکھا کہ اس جیسا وحشت ناک منظر کبھی نہیں دیکھا تھا' میں نے دیکھا کہ ایک کتا آیا اور اس خدا کے حضور میں جو دودھ پیش کیا گیا تھا' بڑی ہی بے پروائی سے اس کو پینے لگا۔ میرا معبود اسی طرح نادانی اور حیرت میں غرق رہا' نہ وہ کچھ دیکھتا ہے' نہ اس مقدس دودھ کی حفاظت کے لئے کوئی قدم اٹھاتا ہے۔ میں کچھ دیر رکا کہ دیکھوں اب کیا ظہور میں آتا

ہے؟ میں نے اس سے بھی زیادہ وحشت ناک منظر دیکھا' میں نے دیکھا کہ اس بدذات کتے نے اس عاجز اور معذور معبود کی مشک پر ہی قناعت نہیں کی' اس نے اپنا پاؤں اٹھایا اور اس معبود کے اوپر پیشاب کر دیا۔ یہ ہے نھم کی طاقت' عزت اور توانائی؟ اور یہ ہے اس کی عظمت اور جلال؟ اور یہ ہے اس کا اقتدار؟ سب لوگوں نے سر جھکا لئے' ایک موت کا سا سناٹا وہاں سایہ فگن ہوا۔

ابوذرؓ نے کہا:

ان پست اور زبوں حال خداؤں پر سے آپ کا ایمان اٹھ چکا ہوگا' آپ نے اچھی طرح جان لیا ہے کہ جس گمراہی کے سمندر میں ہم غرق تھے وہ معاملہ اب کھل چکا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ

یہ پیغمبرؐ کہ جس کے بارے میں تم بتاتے ہو' وہ سچا ہے یا جھوٹا؟

ابوذرؓ نے کہا: میں نے یہ سوال رسول خداؐ سے ملنے سے پہلے خود سے کیا تھا' لیکن اب میں اسؐ سے مل چکا ہوں' میں نے اسؐ کے اندر جھوٹ کی کوئی علامت نہیں دیکھی۔

پہلے شخص نے کہا: جیسے ہی وہؐ خود آئے گا تو ہم اس کی دعوت قبول کرنے کے بارے میں کچھ فیصلہ کریں گے۔

ابوذرؓ نے کہا: وہ تمہیں نیکی اور بلند اخلاقی کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسؐ کا کہنا ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ رحمدلی اور مہربانی کا برتاؤ کرو' نیکی اور پرہیزگاری و تقویٰ کو اپناؤ اور اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کرو' ایک معصوم چھوٹی سی بچی کا گناہ آخر کیا ہے کہ اس کو خاک تلے دبا دیا جائے' وہ تو تمہارے لئے دنیا و آخرت کی نیکی اور

خوش بختی کا باعث بن کر آتی ہے۔

ابوذرؓ دعوت سے اس وقت تک دستبردار نہ ہوا' جب تک کہ رئیس قبیلہ خفاف بن رخصہ مسلمان نہ ہو گیا' بہت سے لوگ بھی اپنے آقا کی پیروی میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابوذرؓ چاہتا تھا کہ دوسرے لوگ بھی اسلام لے آئیں' کہنے لگا: تم لوگ بھی خدا کے فرستادہ پیغمبرؐ کے گرویدہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ اسؐ پر ایمان لانے سے کیوں اجتناب کرتے ہو؟

اس مرتبہ انہوں نے اس کو سختی سے جواب نہیں دیا اور اس کی تکذیب بھی نہیں کی۔ وہ کس طرح اس کو جھٹلا سکتے تھے' کیونکہ باطل اب آخری سانس لے رہا تھا' حق کو خاطر خواہ مقام مل چکا تھا' رستگاری اور گمراہی کے راستے آشکار ہو چکے تھے' اس مرتبہ انہوں نے بہت ہی سکون آمیز تردید کی اور کہا: جس وقت بھی پیغمبرؐ آئیں گے' ہم اسلام لے آئیں گے۔

لوگ منتشر ہو گئے' اس رات قبیلہ غفار کو اس نئے دین کے سائے میں بہت ہی اطمینان اور سکھ کی نیند آئی۔

قبیلے کا نی زن شادمانی میں نہیں آتا

خفاف بن ایماء اپنے قبیلے والوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا‘ جیسے ہی نماز ختم ہوئی لوگ ادھر ادھر بکھر گئے‘ بس ابوذرؓ اور خفاف باقی رہ گئے‘ وہ آپس میں اظہار خیال کر رہے تھے۔ ابوذرؓ نے کہا: ایک عرصہ ہی گزر گیا ہے کہ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی‘ معلوم نہیں ان کے ساتھ کیا کیا معاملات پیش آئے؟ یعنی ان پر کیا گزری؟

جو کوئی محمدؐ پر ایمان لاتا ہے‘ اس کو رسیوں میں جکڑ دیتے ہیں‘ قید کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کو ان کے عقیدے سے بیزار کر دیں‘ ان میں سے بعض حبشہ کی طرف بھی ہجرت کر گئے ہیں۔

یہ تو وہی خبریں ہیں جو شام جانے والے قافلے سے ہم نے سنی ہیں‘ اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ معلوم نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان سے متعلق تمام خبروں سے باخبر رہوں‘ کیونکہ میرا دل وہیں اٹکا ہوا ہے اور یہ کہ کفار اہل ایمان کو شکنجوں میں کس دیتے ہیں‘ میں اس بات سے بہت خوفزدہ ہوں۔

کیا کفار کا یہ خیال ہے کہ وہ اگر مسلمانوں پر ایسی سختیاں کریں گے‘ تو وہ اپنے مذہب سے پھر جائیں گے؟ اور کفار ان کو بتوں کی پرستش پر مجبور کر لیں گے؟

لوگوں کے لئے یہ دباؤ' شکنجے اور اذیتیں کب موثر ہوئی ہیں؟ ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو چکا ہے' خدا جس کو ہدایت کا راستہ دکھا دیتا ہے' پھر گمراہ نہیں کرتا۔

وہ لوگ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کریں' وہ ان کے مقابلے میں ڈٹ گئے' لیکن آخر کار ان کو سر جھکانا پڑا اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب انہوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی آزما لیا اور مسلمانوں کو قید کر دیا' ان کی مشکیں کس دی گئیں اور ان کو طرح طرح سے آزار پہنچایا گیا' لیکن بہت جلد ان کا اپنا ہی تیر ان کے اپنے ہی حلق میں لگا اور کفار کی کثرت کے باوجود اسلام پھلنے پھولنے لگا۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں' ذلت اور خواری سے بچاتا ہے' بہت جلد خدا ان کے دین کو بھی آشکار کر دے گا اور ان کا شہرہ زمانے میں بلند کر دے گا۔

اسی دوران ایک شخص سفر سے آیا' اس نے سلام کیا' ابوذرؓ نے بڑی بے تابی سے پوچھا' تو کہاں سے آ رہا ہے؟

مکہ سے۔ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کے حالات کیسے ہیں؟

وہ گوناگوں سختیاں سہہ رہے ہیں' تم نے میثاق کا واقعہ نہیں سنا ہے؟

نہیں۔ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے ہیں' وہاں وہ بہت ہی امن اور آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرتے ہیں' نہ ان کو کوئی تکلیف ہے' نہ کوئی بری بات سنتے ہیں۔ قریش نے عمرو بن عاص کو بے شمار تحائف کے ساتھ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ اس سے درخواست کرے کہ ان مرتدین (معاذ اللہ) کو ہمیں واپس کر دو لیکن جب نجاشی نے جعفر طیار اور اس کے ساتھیوں کی باتیں سنیں تو عمرو بن

عاص کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

خفاف نے کہا: کیا نجاشی نے ایسا کام کیا ہے؟ وہ تو بہت بڑا بادشاہ ہے۔

اس شخص نے کہا: بلکہ اس سے کہیں زیادہ بڑے کام انجام دیئے ہیں' اس نے پناہ لینے والوں کی بہت تعظیم و تکریم کی ہے۔

ابوذرؓ نے کہا: قریش کا کیا ردعمل تھا؟

اس شخص نے کہا: قریش نے جب جعفر طیار اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نجاشی کا برتاؤ دیکھا' تو یہ شکست ان پر بہت گراں گزری' وہ رسولؐ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف غصے سے بھر گئے اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے اور انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ تھا کہ کوئی بھی بنی ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات نہیں رکھے گا اور نہ ہی کسی قسم کا لین دین رکھے گا' پھر یہ عہد نامہ خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔

پھر بنی ہاشم کا شعب ابی طالب میں محاصرہ کر لیا گیا' عبدالمطلب بن عبد مناف کے بیٹے بھی ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں مل گئے۔

ابولہب نے قریش کو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف متحد کر دیا' تاکہ ان کا پانی اور خوراک کا سلسلہ منقطع ہو جائے' تین سال تک وہ اس گھاٹی میں رہے' سال میں صرف ایک بار وہ حج کی خاطر اس گھاٹی سے نکلے۔

اس گھاٹی سے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کی نالہ و فغاں سنی جا سکتی تھی' غرضیکہ ایک دل فگار منظر تھا' قریش کا ایک گروہ اس قید و بند اور ایذا رسانی سے خوش ہو رہا تھا اور دوسرا گروہ ناخوش تھا۔ اسی اثنا میں خدا تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو عہد نامے کی کیفیات کے بارے میں آگاہ کیا کہ جہاں ظلم و تعدی کے بارے میں بیان کیا گیا تھا' اس کو تو

دیمک نے چاٹ لیا اور جس حصے پر خدا کا نام لکھا ہے' وہ باقی رہ گیا ہے۔

پیغمبرؐ نے یہ خبر ابوطالب کو دی' ابوطالب نے بڑی حیرت سے پوچھا:

میرے بھتیجے! کیا یہ جو تو نے کہا کیا سچ ہے؟

پیغمبر نے کہا: ہاں خدا کی قسم۔

ابوطالب نے اس بات کی اطلاع اپنے بھائیوں کو دی' وہ کہنے لگے:

تیرا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

اس نے کہا: بخدا اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا ہے۔

انہوں نے پھر پوچھا: تمہارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے؟

اس نے کہا: میرا تو اس بات پر کامل یقین ہے' اب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو بہترین کپڑے ہیں وہ پہن کر سرفرازی اور سربلندی سے قریش کے پاس جاؤ' تاکہ اس سے پہلے کہ وہ اس واقعے سے آگاہ ہوں' ان کو خبر دیں۔

پھر سب کے سب مسجد جانے کے ارادے سے باہر نکل آئے اور چونکہ قریش کے مقررین ایک حجرے میں بیٹھے تھے' ان کی طرف چلے گئے' قریش کے عمائدین نے ان کو بصد احترام صدر مجلس میں بٹھایا' اب وہ اس بات کے منتظر تھے کہ یہ کیا کہنے والے ہیں' اتنے میں ابوطالب نے کہا:

''میرے بھتیجےؐ نے مجھے ایک خبر دی ہے اور وہؐ مجھ سے جھوٹ بالکل نہیں بولتا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دیمک کو مقرر کیا کہ وہ عہد نامے کے سبھی مضامین جیسے قطع روابط وغیرہ' کو اس نے چاٹ لیا ہے' بس خدا کا نام باقی رہ گیا ہے' اب فیصلہ تم لوگوں پر ہے اگر اس نے سچ کہا تھا تو اس کی نسبت ان بدگمانیوں اور دشمنیوں سے باز آ جاؤ اور اگر جھوٹ کہا تھا تو میں اپنے بھتیجے کو تمہیں سونپتا ہوں اور تمہیں اختیار دیتا ہوں اس کو مار

ڈالو یا زندہ چھوڑ دو۔"

انہوں نے کہا کہ "تم نے بالکل درست بات کہی"۔

پھر انہوں نے تین افراد کو بھیجا' انہوں نے عہد نامہ کھولا تو سوائے خدا کے نام کے ان کو کچھ بھی نہ ملا۔

ابوذرؓ نے کہا: اچھا تو پھر انہوں نے کیا کیا؟

اس شخص نے کہا: انہوں نے ندامت سے سر جھکا لئے اور سخت شرمندہ اور ذلیل ہوئے۔ پھر ابوطالب نے ان کی طرف رخ کر کے کہا: ہمیں تم قید کیوں کرتے ہو اور ہم پر ظلم وستم کیوں ڈھاتے ہو؟ جبکہ معاملہ تو روشن ہو چکا ہے۔

پھر وہ اور اس کے ساتھی کعبہ اور اس کے پردوں (چاردیواری) کے درمیان کھڑے ہو کر کہنے لگے "اے خدا! ہمیں ان لوگوں پر فتح ونصرت اور کامیابی عطا فرما جنہوں نے ہم پر ظلم کیئے' ہم سے قطع تعلق کیا اور بدترین کاموں کو ہمارے لئے جائز خیال کیا۔"

پھر وہ گھاٹی میں واپس چلے گئے' قریش کے ایک گروہ نے آپس میں ایک دوسرے کو بنی ہاشم کے ساتھ کیئے جانے والے برتاؤ کے بارے میں سرزنش کی اور انہوں نے اسلحہ اٹھالیا اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی طرف چلے گئے اور ان کو کو گھاٹی سے نکل جانے کا حکم دیا' چنانچہ یہ قیدی تین سال کے بعد گھاٹی سے باہر آئے۔

خفاف نے کہا: قریش ے باقی لوگوں نے کیا کیا؟

اس شخص نے کہا: اس شکست کی تلخیاں سہتے رہے اور خاموش رہے۔

خفاف نے بڑی حیرت سے کہا: مجھے تعجب ہے کہ رسول خداؐ کیسے یہ سب مشقتیں اور قید و بند اپنے ہی عزیزوں کے ہاتھوں سہہ لیتے ہیں؟

ابوذرؓ: تعجب کی ایسی کوئی بات نہیں۔

"قبیلے کا بانسری نواز ترنگ میں نہیں آتا۔"

مدینہ مسلمان ہو جاتا ہے

قبیلہ غفار میں یثرب کے مسلمان ہونے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، لوگوں کے چہروں پر خوشی اور شادمانی کی لہر سی دوڑ گئی۔ مسلمان ایک دوسرے کو ''اوس وخزرج'' کے اسلام لانے پر مبارک بادیں دے رہے تھے، یہی دو قبیلے ایسے تھے جو پورے عرب میں جھگڑالو اور جنگجو مشہور تھے۔ خدا تعالیٰ نے بھی جیسے عزم کر رکھا تھا کہ ان قبائل کے اسلام لانے کے ساتھ ساتھ اپنے دین کو بھی آشکار کر دے گا اور اس کے پیغمبرؐ کو بھی فتح ونصرت اور تائید خدا حاصل ہوگی۔

انیس بڑے ہی اشتیاق سے ابوذرؓ کے پاس آیا، وہ اس کے لئے خوشخبری لایا تھا۔

انیس: اب تو مدینے میں تحریک اسلام اعلانیہ ہوگئی ہے اور اوس وخزرج بھی مسلمان ہو گئے ہیں۔

ابوذر: اب بہت جلد پیغمبرؐ وہاں چلے جائیں گے۔

انیس کو حیرت ہوئی، بڑے تعجب سے بھائی سے کہنے لگا:

جو کچھ ہم نے سنا ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی نئی خبر تم تک پہنچی ہے؟

نہیں، مدینے میں اسلام پھیلنے کی خبر بھی میں نے تم سے سنی ہے۔

تو پھر یہ کس نے تمہیں بتایا ہے کہ پیغمبرؐ یثرب جا رہے ہیں۔

جب میں ایک دن ان سے ملا تھا تو انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ میں اس سرزمین پر جہاں نخلستان ہوں گے' چلا جاؤں گا اور میرے خیال میں یہ یثرب کے علاوہ کوئی دوسری جگہ نہیں ہوگی رسول خداؐ نے بالکل سچ فرمایا

کیا ان کی قوم والے انہیں مدینہ جانے دیں گے تاکہ وہاں جا کر مسلمانوں کو ان کے خلاف اکسائیں' جانے دیں یا نہ جانے دیں وہ ضرور چلے جائیں گے' لیکن کس طرح اور کس وقت؟ یہ خدا جانتا ہے ہم نہیں جانتے۔

ابوذرؓ نے کوچ کا ارادہ کر لیا' اس کے بھائی نے کہا' کہاں جا رہے ہو؟

میں نے سوچا ہے کہ مدینے چلا جاؤں تاکہ مدینے والوں کے اسلام لانے کے بارے میں آگاہی ہو سکے اور اپنے محبوب پیغمبرؐ کے متعلق خبریں بھی برابر مجھے ملتی رہیں۔

ابوذرؓ نے یثرب جانے کی ٹھان لی' اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور چل دیا' حتیٰ کہ مدینے بھی پہنچ گیا۔ سیدھا مسجد ''بنی زریق'' میں داخل ہوا' اچانک مسجد کے اندر سے آواز سنائی دی' کوئی نہایت دلنشیں لہجے میں آزادانہ انداز میں تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا' ابوذرؓ وہاں ہر کسی سے پیغمبرؐ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے اس کی رافع بن مالک کی طرف راہنمائی کی۔ ابوذرؓ نے اس کے پاس جا کر کہا

سلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

علیک السلام ورحمتہ اللہ

یہ سلام جو ابوذرؓ نے اتنا آزادانہ ادا کیا وہ اسلام کی آزادی اور کامیابی کی دلیل تھا۔ ابوذرؓ کی روح انتہائی جوش و خروش میں تھی۔ ابوذرؓ اس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا

میں تمہارا اسلامی بھائی ابوذر غفاریؓ ہوں۔

خوش آمدید! کوئی میرے لائق خدمت ہو تو فرمایئے' میں انجام دوں؟

مجھے خبر ملی کہ تو بھی مسلمان ہو گیا ہے اور اوس و خزرج بھی اسلام لا چکے ہیں۔ میری روح اپنے محبوب محمدؐ کی خبر سننے کے لئے بیتابی سے اڑ کر یہاں آ پہنچی ہے۔ میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ میرے سینے میں جو آتش شوق بھڑک رہی ہے' شاید تمہارے وسیلے سے ہی اس کا کچھ ازالہ ہو سکے۔

ہم پیغمبرؐ سے ملے تو مشرف بہ اسلام ہوئے اور اب اس شہر میں کوئی گھر ایسا نہیں جہاں پیغمبرؐ کے چاہنے والے نہ ہوں۔

تم ان سے ملے ہو؟ ان کو کہاں دیکھا ہے؟ وہ کیسے تھے؟

میں اور مدینے کے پانچ افراد منیٰ میں تھے' پیغمبرؐ ہمارے پاس سے گزرے' رک گئے اور فرمایا:

کیا آپ لوگ یہودیوں کے شریک معاہدہ ہیں؟

ہم نے کہا: ہاں! ہم ہی وہ ہیں۔

پھر ہمیں اس نے اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی وضاحت ہمارے لئے کی' ہماری خاطر قرآن پڑھا' پھر ہم بھی دائرۂ اسلام میں آ گئے' پھر پیغمبر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

کیا تم پروردگار کا حکم پہنچنے تک میری پیروی کرتے رہو گے؟

ہم نے کہا: اے خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ! ہم خدا اور اس کے پیغمبرؐ کے راستے میں کوشاں ہیں' لیکن ابھی ہماری آپس کی دشمنی چل رہی ہے' اس لئے اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم سب کے سب تمہارے ساتھ نہیں مل سکیں گے' ہمیں اپنے

قبیلے والوں کے پاس واپس جانے دو شاید ہمارے درمیان صلح ہو جائے پھر اگلے سال حج کے موقع پر ایک دوسرے سے ملیں گے' جب مقررہ وقت آیا تو ہم قبیلہ خزرج کے دس افراد اور اوس کا ایک نفر مکہ گئے' رسول خداؐ کی زیارت کی اور اسلام لے آئے۔ ہم نے عہد کیا کہ خدا کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے' چوری نہیں کریں گے' زنا کا ارتکاب نہیں کریں گے' اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گے' ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہیں کریں گے اور گناہ سے دور رہیں گے۔

پیغمبرؐ نے کہا: اگر تم اپنے عہد پر قائم رہے تو یقیناً بہشت بریں کے لائق (سزاوار) ہو اور اگر کسی نے ان احکام کی نافرمانی کی تو اس کی تقدیر پھر خدا کے اختیار میں ہے' وہ چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب کا مستحق قرار دے۔

پھر ہم مدینہ لوٹ آئے' اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بہت عروج بخشا۔

کیا تو بعد میں پھر رسولؐ سے ملا ہے؟

ہاں! جب حج کا موقع آیا تو ہم نے ایک دوسرے کو حج اور دیدار رسول خدا کی دعوت دی' ہم قبیلہ اوس کے سات' نفر قبیلہ خزرج کے پانچ سو افراد کے ساتھ پیغمبرؐ کے پاس گئے جب ان کے پاس پہنچے تو وہ فرمانے لگے:

جب یہ شور اور ہنگامہ ختم ہو جائے تو منیٰ سے نیچے اتر کر پہاڑ کے پیچھے دائیں طرف غار کے اندر میرے پاس آ جانا' پھر حکم دیا کہ جو سو رہا ہو گا' اس کو نہ جگائیں اور جو کوئی موجود نہیں' اس کا انتظار نہ کریں اور آ جائیں۔

آہستہ آہستہ ہم ایک دو لوگ چل پڑے' پیغمبرؐ ہمارے آگے آگے عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ تھے' جب وہاں سب لوگ جمع ہو گئے تو عباسؓ نے قوم سے

اے گروہ خزرج! تم نے محمدؐ کو دعوت دی ہے، وہ ہمارے قبیلے کے گرامی ترین فرد ہیں، حتیٰ کہ جو لوگ ان کے عقیدے پر بھی نہیں ہیں، محمدؐ کو ان کی حمایت بھی حاصل ہے، کیونکہ وہ حسب و نسب کے اعتبار سے بہت معزز ہیں، لیکن سب لوگوں نے تمہارے سوا ان سے منہ موڑ لیا ہے اگر تم میں طاقت اور ہوشیاری ہے، یا اگر جنگی بصیرت رکھتے ہو، اپنی سوچوں کو مجتمع کرو، ایک دوسرے سے مشورہ کرو، تم سب ایک دوسرے سے بھرپور آگاہی رکھو، اتفاق و اتحاد سے مل جل کر رہو، اس صورت میں پورا عرب بھی مل کر تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا، یہ سب سچائی کی باتیں ہیں جو میں آپ سے کر رہا ہوں اور جان لو سچائی سب سے خوبصورت ہوتی ہے۔

پھر براء بن مغرور نے کہا: جو کچھ تو نے کہا، ہم نے سنا، خدا کی قسم! جو کچھ ہماری زبان پر ہے اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری بات ہمارے دل میں ہوتی تو ہم ضرور کہہ دیتے، لیکن ہم انشاء اللہ باوفا ہیں، راست فکر ہیں اور ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اپنا خون پیغمبر خداؐ کے قدموں میں بہا دیں، اس کے علاوہ ہماری کوئی آرزو نہیں ہے۔

پھر پیغمبرؐ نے ہمیں قرآن سنایا، خدائے وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی اور ہمیں اسلام کی طرف راغب کیا، براء بن مغرور نے اس کی دعوت الی الاسلام قبول کی، پھر اس نے کہا: اے پیغمبر خداؐ! ہم نے تیری بیعت کی، ہم صاحب زرہ ہیں اور یہ زرہ ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے۔

ابوالہیثم نے کہا: ہم اسلام قبول کرتے ہیں، اگرچہ ہمارا مال و دولت تباہ و برباد ہو جائے اور ہمارے اجداد کا نام ونشان مٹ جائے۔

ہر طرف سے ایک شور سا بلند ہوا، ہر شخص نے بآواز بلند پیغمبرؐ کی دعوت کو قبول کیا، پھر یہ جوش وخروش بڑھتا گیا۔ عباسؓ نے کہا:

خاموش ہو جاؤ! جاسوس ہمارا پیچھا کر رہے ہیں' سارے مل کر شور نہ مچائیں' باریش بزرگوں کو آگے آنے دیں تاکہ ہم سے آ کر بات چیت کریں' پھر وہ بڑے آرام وسکون سے ہماری باتیں تم تک پہنچائیں' کیونکہ ہم آپ سے زیادہ اپنے قبیلے والوں سے خوفزدہ ہیں اور اب جبکہ تم نے بیعت کر لی ہے تو اپنی اپنی جگہوں پر پلٹ جائیں۔

پھر عباسؓ نے پیغمبرؐ کی طرف رخ کر کے کہا: اے پیغمبر خداؐ! اپنا ہاتھ ہمارے لئے آگے کر دیں' پھر ہم سب نے اس کا ہاتھ دبایا اور بیعت کی۔

ابوذرؓ: اس موقع پر رسول خداؐ کیسے تھے؟

رافع: بہت ہی خوش باش تھے' خدا نے بہادر' دفاع کرنے والے' جنگجو' طاقتور اور صاحب ہمت ساتھی ان کی مدد کے لئے بھیجے تھے۔

ابھی بھی ان کے لئے قریش کی دشمنی اور عناد کم نہیں ہوا ہے؟

نہیں ابوذر! مجھے خبر ملی ہے' ہم سے ملاقات کرنے کے بعد مشرکین نے پیغمبرؐ کے ساتھیوں کو شکنجوں میں کس دیا اور ان کو ایسی ایسی اذیتیں دینے سے باز نہیں آتے جو اس سے پہلے کبھی کسی کو نہیں دی گئیں۔

ابوذرؓ: ان ایذا رسائیوں کا نتیجہ اب یہ ہوگا کہ مسلمان بہت جلد مکہ چھوڑ دیں گے اور یثرب کی طرف کوچ کر جائیں گے۔

رافع: پیغمبر بھی کیا ان کے ساتھ آئے گا؟

ابوذرؓ: ہاں! بہت جلد آئے گا' زہے نصیب یثرب اور یثرب والوں کے۔

غفار، خدا کی مغفرت اور پناہ میں

غفار میں ہر طرف خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی، ہر کوئی بحر اشتیاق میں غوطہ زن تھا۔ خبر یہ ملی تھی کہ محمدؐ اپنے دوست ابوبکرؓ کے ساتھ ان کی طرف آ رہا ہے۔

ابوذرؓ نے محسوس کیا کہ جس نیکیوں کے چشمے کی اس کو تشنگی تھی وہ اس کے اندر جوش کھا رہا ہے اور اب وصل کی گھڑیاں نزدیک تر ہو رہی ہیں، نیکی اور آرزو کا خوش بخت پرندہ ''ھما'' اس کی طرف اپنے پر پھیلا رہا ہے۔ سبھی لوگ اپنے گھروں سے باہر نکل پڑے، کچھ تو پیغمبرؐ کے دیدار کی امید میں راستوں پر کھڑے تھے اور کچھ ابوذرؓ کے گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ ابوذرؓ پراشتیاق انداز میں دور دور تک نظریں دوڑا کر اپنے محبوب کے آنے کی گھڑیاں گن رہا تھا، سبھی لوگ بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ ابوذرؓ چونکہ غفار میں پیغمبرؐ کا تنہا آشنا سمجھا جاتا تھا، وہ ہر لمحہ اس سے طرح طرح کے سوال کر رہے تھے کہ وہ کس طرح کا ہے؟ اس کی صورت کیسی ہے؟ ابوذرؓ چونکہ راستے پر نظریں جمائے ہوئے تھا، بغیر نظریں اٹھائے جواب دیتا: ابھی آپ روئے زمین کے بہترین اور برترین شخص سے ملیں گے۔

وقت بڑی سست رفتاری سے گزرتا رہا، ابوذرؓ چونکہ لوگوں سے پیغمبرؐ کے آنے کی خوشخبری دے چکا تھا، اب ان کو پیغمبرؐ کی زیارت اور بات چیت کا اشتیاق تھا اور وہ

اس تاخیر سے پریشان سے ہو رہے تھے۔ ابھی طویل انتظار جاری تھا کہ اچانک ابوذرؓ کی نظر ایک اونٹ پر پڑی جو کہ بڑھتا چلا آ رہا تھا' اس نے غور سے دیکھا' سب لوگ بھی ادھر ہی دیکھ رہے تھے' جدھر ابوذرؓ نے نظریں گاڑی ہوئی تھیں' ایک دم ابوذرؓ فرط محبت سے اپنی جگہ سے اچھلا اور چلا اٹھا' خدا کی قسم پیغمبرؐ ہے۔ سب لوگ بھی خوشی سے بیک آواز ہو کر پکار اٹھے' پیغمبرؐ آ گیا!

ابوذرؓ نے دوڑ کر سلام کیا۔ پیغمبرؐ نے پوچھا' ابونملہ؟ عرض کیا' نہیں ابوذرؓ' پھر اس نے پیغمبرؐ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی' لوگ پیغمبرؐ کے اردگرد حلقہ باندھے بڑے جوش و خروش کے ساتھ چیخ رہے تھے۔

''اللہ اکبر'' عورتیں' کنیزیں اور بچے بہت ہی ذوق و شوق کا اظہار کر رہے تھے' یہ پیغمبر خدا ہے جو آیا ہے۔ پیغمبرؐ اونٹ سے نیچے اترا' مسلمان اس کو سلام کر رہے تھے' پھر پیغمبرؐ بیٹھ گیا اور ابوبکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں سے گفتگو کرنے لگا۔ پیغمبرؐ نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا' بیعت کے لئے لوگوں کا ایک جم غفیر تھا' ابوذرؓ درمیان میں پیغمبرؐ کے ساتھ ہی بڑی سربلندی اور شادمانی کے ساتھ کھڑا تھا اور اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ لوگ تو پیغمبرؐ کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے ہی حیران و ششدر ہو گئے تھے' وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ انتہائی بااخلاق اور روشن چہرے والا ہے۔ نہ تو جسم اتنا فربہ ہے کہ اس کے لئے زحمت کا باعث ہو اور نہ ہی اتنا کمزور ہے کہ دیکھنے میں ہلکا پھلکا لگے۔ کشادہ چہرہ' گہری دلکش آنکھیں' خوش نظر' لمبی اور سیاہ پلکیں' گمبھیر مردانہ آواز' سیاہ آنکھیں' بھنویں آپس میں ملی ہوئیں اور باریک' کالے بال' سیدھی گردن اور ٹھوڑی پر گھنے بال' جب خاموش ہوتا ہے تو وقار اور تمکنت اس پر سایہ فگن ہوتی ہے اور جب بات کرتا ہے تو عظمت و جلال ٹپکتا ہے۔ اس کی باتیں میٹھی اور پرکشش ہیں' ٹوٹے پھوٹے اور بے ہودہ الفاظ اس کی زبان سے خارج نہیں ہوتے۔

دور سے وہ سب میں نمایاں اور روشن شخصیت اور نزدیک سے شیریں مقال اور سرتاپا مجسم نیکی' اس کا قد بھی درمیانہ ہے' نہ اتنا اونچا کہ برا معلوم ہو' نہ اتنا چھوٹا کہ دیکھنے والے کی نگاہوں کو کمتر لگے۔

خفاف بن رخصہ غفاری نے پیغمبرؐ سے درخواست کی کہ اس کے قبیلے والوں کے لئے ایک خط لکھے' پیغمبرؐ نے ایک قرار نامہ لکھا:

''قبیلہ غفار مسلمان ہو گیا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی شکست' کامیابی' سختی' آسودگی ہر حال میں ان کا شریک ہے' ان کے جان و مال کی ذمہ خدا و رسولؐ کے ذمے ہے۔ پیغمبرؐ یہ عہد کرتا ہے کہ ان قبیلے والوں پر کوئی ظلم و ستم ہو یا پیغمبرؐ کو ان کی مدد کی ضرورت پیش آئے' ہر صورت میں پیغمبرؐ کی نصرت فرض ہے اور اس عہدنامے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آ سکتی۔''

قبیلہ غفار سب کے سب اسلام لے آئے اور ابوذرؓ جب یہ دیکھتا تھا کہ اس کی قوم کے سارے گروہ اسی ایک خدا کے آگے جھکتے ہیں تو اس کے دل میں فرحت و انبساط کا احساس اٹھتا اور اس کے ہاتھ بے اختیار آسمان کی طرف بلند ہو جاتے اور وہ زیر لب کہتا:

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله

''شکر و سپاس اس خدا کے حضور میں جس نے ہمیں یہ راستہ دکھایا' اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔'' (اعراف' ۴۳)

پھر پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے کہا ''غفار خدا کی مغفرت اور پناہ میں''۔ اس وقت ایک محبت آمیز اور کامیاب مسکراہٹ پیغمبرؐ کے لبوں پر تھی۔

مدینے کی جانب

زمانہ گزرتا رہا' ایک دن ابوذرؓ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل ہوا' وہ طویل القامت اور لاغر جسم کا تھا' دیکھنے میں بہت ہی غمزدہ اور محزون دکھائی دے رہا تھا' جب نماز ختم ہوئی' غم والم میں ڈوبا ہوا مسجد کے گوشے کی طرف چلا اور ایک شخص کے پاس جا کر بیٹھ گیا جو بہت ہی غمناک اور پردرد لہجے میں قرآن پڑھ رہا تھا' وہ بھی بڑے انہماک سے قرآن سننے لگا۔ اس کا سر گریبان تک جھکا ہوا تھا اور وہ یہ روح پرور ملکوتی آواز بڑے خضوع وخشوع کے ساتھ سن رہا تھا:

یا یھا الذین آمنوا' ھل ادلکم
علی تجارۃ تنجیکم من عذاب
الیم؟ تومنون باللہ و رسولہ و
تجاھدون فی سبیل اللہ
باموالکم و انفسکم' ذالکم
خیر لکم ان کنتم تعلمون
یغفر لکم ذنوبکم و یدخلکم
جنات تجری من تحتھا الانھار و

مساکن طیبۃ فی جنات عدن'
ذالک الفوز العظیم (سورۂ صف' ۱۰-۱۲)

''اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے' کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے' تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو' یہ تمہارے لئے بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور پاکیزہ مکان ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں' یہ بہت بڑی مراد پانا ہے۔''

ابوذرؓ یہ آیات انتہائی محویت کے ساتھ سن رہا تھا' یوں لگتا تھا جیسے اس کی روح خدا اور بہشت کی طرف پرواز کر رہی ہو' وہ اپنے مقدر کے بارے میں سوچوں میں غلطاں تھا' وہ سوچ رہا تھا کہ وہ یثرب کیوں نہیں گیا؟ اور پیغمبرؐ کے ساتھ راہ خدا میں نبرد آزما کیوں نہیں ہوا؟ جنگ بدر' جنگ احد' جنگ خندق سبھی جنگیں ہوئیں' وہ محروم رہا تھا' اس نے بڑے افسوس ناک انداز میں سوچا کہ پیغمبرؐ کے اصحابؓ تو میدان جنگ میں جانیں قربان کریں اور پیغمبرؐ کی نصرت کریں اور ابوذرؓ اپنے گھر میں آسودہ حالی کی زندگی بسر کرے' پیغمبرؐ اپنے ہاتھوں سے خندق کھودے اور ابوذرؓ اپنے بستر میں آرام کر رہا ہو' یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تمام مومن اور مسلمان ہر لحہ اسلام کی خاطر ہزاروں خونیں معرکے سر کر رہے ہوں اور کسی وقت بھی موت کا سامنا کرنے سے گریزاں نہ ہوں اور دوسری طرف ابوذرؓ تنہا اپنی مسلمانی کے ساتھ عبادت خدا میں مشغول رہے اور اپنے دل کو خوش رکھے؟

آخر کس چیز نے اس کو غفار میں رہنے پر مجبور کر رکھا ہے؟ آخر وہ کون سا محرک ہے جس نے اس کو اپنے مجاہد ساتھیوں اور ایمانی بھائیوں سے جدا کر رکھا ہے؟ کچھ بھی نہیں! پس اب چلے جانا چاہئے اور دشمن سے برسرپیکار ہو جانا چاہئے تاکہ یا تو فتح مند اور سربلند ہو کر لوٹے یا جام شہادت نوش کر لے' اس کے گندمی اور لاغر چہرے پر عزم و ہمت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اچانک وہ اٹھا اور گھر چلا گیا' اپنے بھائی انیس سے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا: میں کل مدینے چلا جاؤں گا۔

کیا تو وہاں پر بہت عرصہ رہے گا؟ کب واپس آئے گا؟

اب میں واپس نہیں آؤں گا۔

وہاں تو کیا کرنا چاہتا ہے؟

میں پیغمبر خداؐ کے ساتھ ملحق ہو جاؤں گا اور پھر کبھی بھی ان سے جدا نہیں ہوں گا۔

کس کے پاس جاؤ گے؟

میں مسجد میں ان اصحاب پیغمبرؐ کے ساتھ رہوں گا جن کا کل اثاثہ مسجد ہی ہے۔

تو مسلمان ہو گیا ہے اور تو نے دین خدا کو قبول کر لیا ہے' بس تمہارے لئے یہی کافی ہے' اب تو اپنے قبیلے میں ہی رہ اور اپنا گھر بار نہ چھوڑ' تمہارے گھر والوں کو ہر چیز سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے' ان کا استحقاق سب سے زیادہ ہے۔

مسلمانوں کے لئے پیغمبرؐ کی اولیت جان و دل سے زیادہ ہے' اے انیس! زندگی کا جو حصہ اب تک ضائع ہو چکا ہے' میرے لئے بس وہی کافی ہے۔ پیغمبرؐ نے جنگ بدر میں شرکت کی تو میں غفار میں تھا' جنگ احد کا معرکہ ہوا تو پیغمبرؐ کے کچھ اصحابؓ

شہید ہو گئے اور بلند درجات پر فائز ہوئے اور میں اپنے گھر کے چھوٹے سے کمرے میں خار پشت کی طرح دبک کے بیٹھا رہا' خندق کا واقعہ پیش آیا تو بھی میں جہاد کرنے سے باز رہا۔ اے انیس! یہ سبھی عظیم اعزازات تھے جو میں نے اپنے ہاتھ سے کھو دیئے۔

پس تو اپنے گھر والوں کے ساتھ زندگی بسر کر اور جس وقت تجھے جہاد کے لئے بلایا جائے چلے جاؤ۔

نہیں نہیں' خدا نے انسان کے سینے میں دو دلوں کی جگہ نہیں رکھی' اپنی جان کو تو میں نے خدا کو بخش دیا ہے' دوسرے اب مجھے اس دنیا کی بے معنی چیزوں کی ہوس نہیں ہے' بہترین چیز خوشنودی خدا و رسولؐ ہے۔ آخر کون سی چیز مجھے یہاں رہنے پر مجبور کرتی ہے؟ بخدا میں ضرور یثرب چلا جاؤں گا' میرا خدا میری رہبری کرے گا۔

ابوذرؓ نے سفر کا ارادہ کیا' لیکن زادسفر اپنے ساتھ نہیں لیا۔

انیس نے کہا: توشہ سفر تجھے راستے کے لئے درکار ہے' کیا وہ نہیں لو گے؟

اس راستے میں مجھے روٹی کا ایک ٹکڑا کافی ہے۔

ابوذرؓ یثرب میں محمدؐ کے ساتھ مل گیا اور سرچشمہ علم و دانش سے سیراب ہونے لگا۔ ان کی گفتگو اور اطوار کو اپنے لئے نمونہ عمل قرار دیتا اور جود و احسان' نرمی و عطوفت اور بزرگی و عظمت میں مثال بنتا۔

اہل صفہ

ابوذرؓ دن رات مسجد میں پیغمبرؐ کی صحبت میں رہتا اور خدا کے حضور دعا اور مناجاتوں میں مستغرق رہتا اور سوائے خدا کے کسی چیز کے بارے میں نہیں سوچتا تھا۔ وہ دنیا کے مال و دولت' حسن و جمال اور جن لذتوں پر لوگ مرتے تھے اور ان کے حصول کے لئے سرگرم عمل رہتے تھے' ابوذرؓ نے ان سب چیزوں سے منہ موڑ کر تقویٰ اختیار کر لیا تھا۔ راتوں کو بھی حضورؐ کے ان دیگر اصحابؓ کی طرح جن کا کوئی گھر بار نہیں تھا' مسجد کے چبوترے پر سو جاتا۔

یہ جانبازوں کا گروہ ہمہ وقت پیغمبرؐ کی خدمت کے لئے مستعد رہتا اور جس وقت بھی اسلام کو مدد کی ضرورت پیش آتی' یہ بڑے اشتیاق کے ساتھ' لذائذ دنیا کو ترک کر کے تلوار ہاتھ میں لئے پیش پیش رہتا۔

جونہی رات ہوتی پیغمبرؐ ان لوگوں میں سے چند کو اپنے دوسرے اصحابؓ میں تقسیم کر دیتے اور ایک گروہ کو اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتے' ابوذرؓ کا تعلق اسی گروہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو خوش بختی اور سعادت میں سرتاپا غرق کر رکھا تھا' خدا نے اس کے دل کے عقدے کھول کر اس کو عشق' سچائی اور یقین کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا' اس کی زبان سچ کہنے والی' اس کا ضمیر پاک و پاکیزہ' اس کے کان حق

(حق نیوش) سننے والے اور آنکھ بینا تھی۔ وہ محمدؐ کی باتیں سنتا' ان کو ذہن نشین کر لیتا اور پھر ان کو دوسرے کے سامنے نقل کرتا۔ جنگ کے زمانے میں بے جگری سے تلوار چلاتا' امن کے زمانے میں علوم و معارف کے حصول میں کوشاں رہتا۔ اس نے اتنا علم ذخیرہ کر لیا تھا کہ اپنے دور کے بڑے بڑے راویوں اور محدثوں میں شمار ہونے لگا۔ پیغمبرؐ کا تقویٰ بیان کرتے کرتے خود بھی مشہور پارسا بن گیا۔

ایک دن عمرؓ مسجد میں ہوا' ابوذرؓ کو دیکھا کہ ایک سیاہ روپوش اپنے گرد لپیٹ کر ایک کونے میں تنہا بیٹھا ہے' اس سے کہا کہ تو اکیلا کیوں بیٹھا ہے؟

بیٹھ جاؤ! نیک ہم نشیں تنہا رہنے سے بہتر ہے اور تنہائی برے ساتھی سے بہتر ہے' جس مال کو تم بطور امانت رکھنا چاہو تو بہتر ہے کہ اس کو سیل کر لو' اس کا سیل کر لینا کسی پر بہتان تراشی کرنے سے بہتر ہے۔

ابوذرؓ اور عمرؓ نے بات چیت شروع کر دی' لوگ گروہ در گروہ نماز مغرب کے لئے مسجد میں آتے رہے' بلالؓ نے مغرب کی اذان کہی اور پیغمبر بھی نماز پڑھنے کے لئے گھر سے باہر آئے' نماز کے بعد لوگ گروہ کی صورت پیغمبرؐ کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے' وہ اسؐ کی باتیں بڑے غور سے سن رہے تھے۔ ابوذرؓ بھی بیٹھ گیا اور اپنی نظریں پیغمبرؐ کے ہونٹوں پر جمائے ہوئے بڑے ہی حرص اور طمع کے ساتھ گفتگو سننے لگا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد میں لوگ بکھر گئے' صرف اہل صفہ باقی رہ گئے تا کہ رات وہیں بسر کریں' پیغمبرؐ بھی اپنے گھر چلا گیا اور اس کے اصحاب سو گئے۔

ابھی ایک تہائی رات گزری تھی کہ پیغمبرؐ اپنے گھر سے مسجد آیا اور ابوہریرہؓ سے کہا:

میرے ساتھیوں کو بلاؤ کہ میرے پاس آئیں۔ ابوہریرہؓ ان میں سے ہر ایک

کے سرہانے آیا اور ان کو جگایا' ابوذرؓ کو بھی جگایا اور پھر سب کے سب پیغمبرؐ کے گھر چلے گئے' انہوں نے اجازت چاہی' اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئے۔ یہ گروہ تقریباً تیس افراد کا تھا' پیغمبرؐ نے ایک غذا جو کہ جو سے تیار کی ہوئی تھی' ان کے سامنے رکھی اور اپنے ہاتھ کو ظرف غذا میں رکھ کر کہا: خدا کا نام لے کر شروع کرو' قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے' محمدؐ کے خاندان نے ایک رات بھی ایسی غذا نہیں کھائی ہے۔ کھانا کھا کر وہ مسجد لوٹے تا کہ سو جائیں' ابھی زمین پر صحیح طرح سے لیٹے بھی نہ تھے کہ ان کی آنکھیں موندنے لگیں اور وہ گہری پر سکون نیند سو گئے۔ سکوت کی ایک دبیز چادر نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ابوذرؓ نے بھی اپنی پلکیں موندی ہی تھیں کہ لباس کی سرسراہٹ کی آواز اس کے کانوں میں آئی' اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں' خدا کے رسول کو دیکھا کہ وہ گھر سے مسجد کی طرف آ رہا تھا۔ ابوذرؓ اپنی جگہ سے سر مو نہیں ہلا' تجسس بھری نظروں سے وہ خود اس تاک میں تھا کہ دیکھے' اتنے میں کیا دیکھا کہ پیغمبرؐ محراب کی طرف گیا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے کانوں سے اچھی طرح سنا کہ وہ گریہ وزاری کرتے ہوئے یہ آیت پڑھ رہا تھا:

ان تعذبهم فانهم عبادك و ان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم (سورۃ المائدہ' ۱۱۸)

''اگر تو ان کو عذاب دے گا تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے گا' تو یہ تیری بزرگواری کے عین مطابق ہے۔''

ابوذرؓ جس طرح خاک پر لیٹا ہوا تھا' ویسے ہی چپکے چپکے دیکھتا رہا کہ پیغمبرؐ

رکوع و سجود میں جاتا ہے تو یہی آیت پڑھتا ہے۔ اس کی نظریں پیغمبرؐ پر گڑی ہوئی تھیں'

پیغمبرؐ نے یہ رکوع وسجود صبح تک جاری رکھا' ابوذرؓ کو بڑی حیرت تھی' اس کو یہ رمز جاننے کا والہانہ اشتیاق تھا' جب رات ہو گئی پیغمبرؐ اپنی نماز پڑھ چکا تو ابوذرؓ آیا' پیغمبرؐ کے برابر بیٹھ گیا' کہنے لگا: اے رسول خداؐ! یہ آیت تم صبح ہونے تک رکوع وسجود میں پڑھتے رہے ہو؟ میں نے خدا سے شفاعت چاہی جو کہ مجھے عطا ہوئی ہے' اگر وہ چاہے گا' اب جو بھی شخص خدائے بزرگ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے گا وہ اس سے فیضیاب ہو گا۔

وصیت

''ہمارا اصل گھر' اگلا گھر ہے جس میں ہم اپنا اچھا ساز و سامان آگے بھیج دیتے ہیں۔'' (ابوذرؓ)

زمانے کا چکر چلتا رہا' ابوذرؓ نے خندق کے بعد کی تمام جنگوں میں حضورؐ کے ساتھ شرکت کی۔ وہ بہت دلیر اور شجاع تھا' اکیلا ہی چل پڑتا اور بڑی بے جگری سے دشمن پر ٹوٹ پڑتا' وہ جنگ بنی لحیان اور ذی قرد میں پیغمبرؐ کے ساتھ ساتھ تھا۔ چھ ہجری میں پیغمبرؐ بنی المصطلق سے جنگ کرنے کے لئے مدینے سے باہر تشریف لے گئے تو ابوذرؓ کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کر دیا' یہ اس کی شخصیت پر پیغمبرؐ کے اعتماد کی علامت تھی' ابوذرؓ نے واقعی پیغمبر کی نظر میں ایک بہت ہی ممتاز مقام پیدا کر لیا تھا۔ جب بھی وہ موجود ہوتا' اس سے گفتگو کرتے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں استفسار کرتے۔ ایک دن ابوذرؓ پیغمبر کے پاس آیا' پیغمبرؐ سو رہا تھا اور ایک سفید کپڑا اس نے اپنے شانے پر ڈال رکھا تھا' ابوذرؓ نے آ کر اس کو جگایا' پیغمبرؐ کی نظر اس پر پڑی تو کہا:

جو شخص لا الہ الا اللہ کہے گا' اس کا خاتمہ بالایمان ہو گا اور وہ لازمی طور پر بہشت میں جائے گا۔

اگرچہ اس نے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی کیا ہو۔ پیغمبر نے تاکیداً تین مرتبہ یہ جملہ کہا۔ ابوذرؓ کو اس بات کا بہت تعجب ہوا' اس نے ایک مرتبہ پھر تصدیق کی تو حضورؐ نے اثبات میں جواب دیا۔ ابوذرؓ سوچ میں ڈوب گیا' پھر دو شخص مسجد کی طرف گئے' جب داخل ہوئے تو پیغمبرؐ نے ابوذرؓ سے کہا:

ابوذر! اپنا سر اٹھاؤ' ابوذرؓ نے اپنا سر اٹھایا' ایک شخص کو دیکھا جس نے بہت عمدہ لباس پہن رکھا تھا' چند قدم وہ دور ہوئے تو پھر پیغمبر نے کہا: ابوذرؓ نے سر اٹھایا' ایک آدمی کو دیکھا جو بوسیدہ لباس میں ملبوس تھا' پیغمبر نے کہا: اے ابوذرؓ! یہ ایک بندہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دوسرے بندگانِ خدا کی نسبت مقرب ترین ہے۔

ابوذرؓ کی زندگی مسجد ہی میں بسر ہو رہی تھی' اسی دوران ابوذرؓ ام ذر کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوا۔ ام ذر بھی پیغمبرؐ کے بزرگ صحابہ کے خاندان سے تھی۔ وہ اپنے نیک شوہر کے ساتھ تمام سختیوں اور مصائب میں شریک رہی تھی' اسی طرح جو عز و شرف ابوذرؓ کے حصے میں آیا اس میں وہ بھی برابر کی سہیم ہے۔

ابوذرؓ نے شادی کے بعد اصحابِ صفہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا ترک کر دی' اس نے اپنی سکونت کے لئے مدینے سے باہر ایک ٹیلے پر ایک چھوٹا سا خیمہ لگا لیا' یہیں سے اب اس کی زندگی کا دوسرا رخ شروع ہوتا ہے۔ ابوذرؓ فطرتاً صحرا پسند تھا' اس کی باعظمت روح شہر کی محدود اور پیچیدہ زندگی کے حصار میں نہیں سما سکتی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ ہمیشہ اپنی نگاہیں دور دراز افق پر جما کے رکھے تا کہ اس کے پیش نظر ہمیشہ وسیع و عریض اور صاف ستھرا بیابان ہی رہے۔ وہ تنہائی کا عادی تھا' اکثر وہ اس ٹیلے پر اپنے خیمے کے آگے بیٹھا رہتا اور صحرا کی پہنائیوں میں ہمیشہ رہنے والے سکوت میں جستجو کرتا رہتا' اس کو آنے والے پرشکوہ ''کل'' کا انتظار تھا' وہ موہوم سے افکار میں کھویا

کھویا سا رہتا۔ غروب آفتاب کا اداس منظر اور ہنستی مسکراتی مسرت بخش صبح' اس کے لئے انتہائی دلچسپ اور قابل دید ہوتی تھی' اس وقت اس کی سوچوں کا طائر آسمان کی بیکراں وسعتوں میں پرواز کر رہا ہوتا۔ وہ اپنے تاریک اور تلخ ماضی کے بارے میں اپنے متعلق' اپنے خاندان اور قبیلے کے متعلق' اس نئی تحریک اسلام کی موجودہ کیفیت' آنے والے وقت میں رستگاری اور اس دعوت اسلام کے روز بروز پھیلتے ہوئے دائرے کے متعلق اور عرب قبائل کے ماضی میں وحشیانہ پن اور بغض و عناد اور دین اسلام کے ان کو اپنے وسیع دامن میں پناہ دینے کے بارے میں سوچتا تھا۔ جب وہ ٹیلے کی بلندی سے مدینہ کی طرف دیکھتا تو اس کو محمدؐ کی قیادت میں مسلمانوں کی انتھک کوششیں نظر آتیں۔ جب وہ صحرا کی خموشیوں میں ڈوب جاتا تو غلامی کی زنجیریں ٹوٹنے کی آواز اس کے کانوں میں سنائی دیتی' وہ اپنے کانوں سے سنتا جیسے عرب قوت اسلام کے بل بوتے پر ایران اور روم جیسی سپر پاورز کے شکنجے سے آزادی حاصل کر چکے ہیں اور اب وہ حریت اور آزادی کے گیت گا رہے ہیں۔

صحرا کے مستقل سکوت میں نسیم صبح گاہی ابوذرؓ کے لئے ملت کے اتحاد' جوش و خروش' ایران کے دولت پرست مغرور شہنشاہ کے ساتھ اسلام کے برسرپیکار ہونے کی نوید لاتی تھی' انہی دنوں مکہ عرب کا دارالحکومت تسلیم کیا گیا۔ اب ابوذرؓ کو محسوس ہونے لگا کہ اسلام کی برکات پورے جزیرۂ عرب پر سایہ فگن ہیں اور دین اسلام کو استحکام مل چکا ہے اور محمدؐ کی عاقلانہ تدابیر کی بدولت فقر و پریشانی' تفرقہ' عناد' آقا و غلام کی طبقاتی کشمکش کے عفریت کو اس جزیرہ نمائے عرب سے دھکیل دیا گیا ہے' اب ان کی بجائے بھائی چارے اور مساوات کے زریں اصولوں کا راج ہے۔ یہ کامیابیاں ابوذرؓ کے دل کو خوشی اور شادمانی سے مالا مال کر دیتیں اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا کہ غلاموں اور بے

نواؤں کی غبار آلود آنکھوں میں اور تنگدست قبائل میں شوق اور امید کی ایک لہر سی دوڑ جاتی اور ان محروم لوگوں کے چہروں پر ذلت، فقر اور جہالت کی مردنی سی چھا گئی تھی، اب ہر طرف خوشیاں اور شادمانیاں رقصاں تھیں، اب ان کو زندگی میں ایک امید سی مل گئی تھی۔ ابوذرؓ بہت ہی سربلندی اور فخر کے ساتھ اس بات کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ نادار اور بے گھر بھی اب زندگی کی نعمات اور ساز و سامان سے بہرہ مند ہونے لگے ہیں، لیکن ابوذرؓ خود اس تحریک سے بہرہ مند نہیں ہوا، وہ ان فتح مندیوں اور ترقیوں کو دیکھ دیکھ کر نہال ہوا جاتا تھا اور اس نے اس سلطنت سے اپنے لئے شہر سے باہر ٹیلے کے اوپر ایک چھوٹے سے خیمے کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔

ایک دن ابوذرؓ کا ایک دوست اس کے گھر آیا، اردگرد وہ دیکھتا رہا مگر اس کو اس خیمے میں کچھ بھی نظر نہ آیا، پھر بڑی حیرت سے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے کہا: ابوذرؓ! تمہارے گھر کا سامان کہاں ہے؟

''ہمارا ایک دوسرا گھر بھی ہے، اپنے اثاثے کا بہترین حصہ ہم وہاں بھیج دیتے ہیں۔''

جب تک تو یہاں ہے، تجھے اثاثہ یہاں بھی رکھنا چاہئے۔

اس گھر کا مالک نہیں چاہتا کہ ہم یہاں توقف کریں۔

ابوذرؓ نے اپنے مہمان کو دیکھا اور کہا:

خدا کی قسم! جن باتوں سے میں آگاہی رکھتا ہوں، اگر تم واقف ہوتے تو اپنی عورتوں سے معاشرت اختیار نہ کرتے، اپنے بستروں پر بے چین رہتے۔ خدا کی قسم! میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا اگر اللہ مجھے ایک درخت کی صورت میں پیدا کر دیتا کہ اس کے پھل سے لوگ استفادہ کرتے، پھر وہ کٹ جاتا اور سلسلہ ختم ہو جاتا۔

مگر یہ حکم کہ اپنا حصہ اس دنیا سے لو مانع ہے؟

رسول خداؐ نے فرمایا: حیرت ہے اس شخص پر جو دنیائے آخرت پر یقین رکھتا ہے مگر اس پر فریب دنیا کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

وہ شخص اپنے گھر سے نکلا' ابوذرؓ مسجد کی طرف روانہ ہوا' مسجد میں داخل ہوا تو پیغمبرؐ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا' اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے کہا کہ مسجد کے لئے تحیہ مسجد لازمی ہے اور تحیہ مسجد یہ ہے کہ تو دو رکعت نماز پڑھے' تجھے نماز پڑھنا چاہئے تھی' ابوذرؓ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا' پھر رسولؐ کے پاس آ کر بیٹھ گیا' رسولؐ تنہا بیٹھے تھے' اس نے فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے پوچھا: اے رسول خداؐ! آپؐ مجھے نماز کے لئے حکم فرماتے ہیں' یہ نماز کیا ہے؟

یہ بہترین قانون ہے' زیادہ پڑھی جائے یا کم۔

اے رسول خداؐ! اعمال میں سے برترین کون سا ہے؟

اللہ بزرگ و برتر پر ایمان اور اس کی راہ میں جہاد۔

مومنین میں سے کس کا ایمان کامل تر ہے؟

جو ان میں سے سب سے زیادہ نیک خصلت ہو۔

اے رسول خداؐ! مومنین میں سے کون سا مسلمان تر ہے؟

جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ امن میں رہیں۔

اے رسول خداؐ! برترین نماز کون سی ہے؟

جس نماز کا قنوت لمبا ہو۔

اے رسول خداؐ! کون سی ہجرت بہتر ہے؟

گناہوں سے ہجرت اختیار کرنا۔

اے رسول خداؐ! روزہ کیا ہے؟

یہ ایک ایسا فرض ہے جس کا خدا کے حضور میں کئی گنا صلہ ملتا ہے۔

اے رسول خداؐ! بہترین جہاد کون سا ہے؟

اس شخص کا جہاد جس کے گھوڑے کا تعاقب کیا جائے' پھر اس کا خون بہا دیا جائے۔

اے رسول خداؐ! کون سا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟

وہ غلام جو اپنے آقا کے نزدیک بہت قیمتی اور محبوب ہو۔

اے رسول خداؐ! کون سی بخشش بہتر ہے؟

اس کم مایہ شخص کی بخشش جو اپنی مزدوری میں سے کسی نادار کی مدد کرے۔

خدا کی نازل کردہ آیات میں سے بزرگ تر کون سی ہیں؟

آیت الکرسی (کرسی و عرش کا مفہوم عالمانہ نظریے کے مطابق معلوم کرنے کیلئے مرحوم کاشف الغطاء کی کتاب "الفردوس" کی طرف رجوع کریں) اے ابوذرؓ! سات آسمان کرسی کے مقابلے میں ایک ایسے حلقے کی طرح ہیں جو کسی صحرا میں پھینک دیا گیا ہو۔

اللہ بزرگ و برتر نے کتنی کتابیں نازل کی ہیں؟

ایک سو چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے' اخنوع پر تیس صحیفے' ابراہیمؑ پر دس اور توریت سے پہلے موسیٰؑ پر بھی دس صحیفے اور ان کے بعد توریت' انجیل' زبور اور قرآن کو نازل کیا گیا ہے۔

اے رسول خداؐ! ابراہیمؑ کے صحیفے کون سے ہو گزرے ہیں؟

یہ سب پند و حکمت پر مشتمل تھے۔ مثال کے طور پر

"اے دنیا سے دھوکہ کھانے والے بادشاہ' جو کہ اپنے آپ میں مست ہے اور دوسرے لوگوں کے دوش پر سوار! میں تمہیں اس

بات پر آمادہ کر رہا ہوں کہ میری طرف سے یعنی میری نیابت میں مظلوم کی دادرسی کرو' اس کے علاوہ اور بھی پند و موعظت کی باتیں ان صحف ابراہیمی میں تھیں۔''

عاقل کے لئے کچھ ساعات مقرر ہیں' ایک وہ گھڑی جب وہ بارگاہ ربوبیت میں آہ و بکا کرتا ہے اور ایک وہ ساعت جب وہ اپنے محاسبے کے لئے اپنے پالنے والے کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اور وہ ساعت بھی جب وہ کھانے پینے جیسی ضروریات زندگی کی فراہمی میں لگا ہوتا ہے اور عاقل پر واجب ہے کہ وہ سوائے ان تین کاموں کے اٹھ کھڑا نہ ہو' زاد آخرت کی ذخیرۂ اندوزی کے لئے' اپنی زندگی کے لوازمات کی خاطر تگ و دو کے لئے اور غیر حرام سے بہرہ ور ہونے کے لئے اور عاقل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وقت شناس ہو' اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے فوراً پہنچے' اپنی زبان کا نگہبان ہو اور سوائے ضرورت کے اپنی زبان کو نہ کھولے۔

اے خدا کے رسولؐ! حضرت موسیٰؑ کے صحیفے کون سے ہو گزرے ہیں؟

وہ تو سراسر عبرت کا سامان تھے جیسے

''مجھے اس شخص پر حیرت ہے جو موت پر تو یقین رکھتا ہے لیکن خوشیاں منانے میں لگا رہتا ہے' تعجب ہے اس آدمی پر جو آگ پر تو یقین رکھتا ہے مگر پھر بھی ہنستا ہے' مجھے اس شخص کا عمل ورطہ حیرت میں ڈالتا ہے جو تقدیر پر تو ایمان رکھتا ہے مگر اس کے باوجود زحمت اٹھاتا ہے اور حیرت میں ڈالتا ہے اس بندۂ خدا کا عمل جس کی نظر دنیا پر ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس کی رنگا رنگیوں میں لگا رہتا ہے اور پھر مطمئن بھی رہتا ہے اور میں متحیر ہوتا ہوں اس شخص پر جس کا آنے والے کل پر

ایمان تو ہے مگر وہ عمل نہیں کرتا۔"

اے خدا کے رسولؐ! مجھے وصیت کیجئے۔

میںؐ تجھے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ سب سے بڑھ کر ہے۔

اے خدا کے رسولؐ! مجھے مزید عقل و دانش کی باتیں بتائیں۔

قرآن پڑھا کرو، کیونکہ قرآن پڑھنے سے تمہیں زمین پر تو نور عطا کیا جاتا ہے اور آسمان پر تمہارا ذکر ہوتا ہے۔

زیادہ ہنسی سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ تیرے دل کو مردہ بناتی ہے اور تیرے چہرے کا نور چھین لیتی ہے۔

سوائے خیر کے کاموں کے خاموش رہو، کیونکہ خاموشی شیطان کو تجھ سے گریزاں کرتی ہے اور تیرے دین کی محافظت میں تیری مددگار ہوتی ہے۔

بیچارے، درماندہ اور نادار لوگوں سے محبت رکھ اور ان کے ساتھ بیٹھا کر۔ اپنے ماتحت کی طرف دیکھو اپنے سے بالادست کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ مناسب تو یہ ہے کہ وہ نعمت جو خدا نے تجھے عطا کی ہے اس کو حقیر مت سمجھو۔ اپنے عزیزوں سے میل ملاپ قائم رکھو، اگرچہ وہ تجھ سے گریزاں ہی کیوں نہ ہوں۔ خدا کی راہ میں کسی کی سرزنش سے مت ڈرو، حق بات کہو اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ جس عیب کے بارے میں تم جانتے ہو کہ تمہارے اندر ہے، وہ دوسروں میں تلاش نہ کرو۔ جس برے کام کا تم خود بھی ارتکاب کر چکے ہو اس کے لئے لوگوں کو سرزنش نہ کرو، کیونکہ اتنا ہی عیب تیرے لئے کافی ہے کہ جس عیب کو تم اپنے اندر تلاش نہیں کرتے وہی لوگوں کے اندر پاؤ یا جو کچھ خود کیا ہے وہی تم دوسروں کے اندر دیکھو۔

پھر اپنا ہاتھ ابوذرؓ کے سینے پر مارتے ہوئے فرمایا کہ تدبیر جیسی کوئی دانش نہیں، خودداری اور اجتناب جیسی کوئی پارسائی نہیں اور خوش خصالی جیسی کوئی نیکی نہیں۔

مکہ کی جانب

جاء الحق و زھق الباطل ان
الباطل کان زھوقا (سورۂ اسرا ۸۱)

''حق آ گیا' باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹ جانے والی چیز
ہے۔''

محمدؐ مسجد میں ایک گروہ کے ساتھ خاموشی کے عالم میں بیٹھے ہوئے تھے' سب کا خیال یہ تھا کہ شاید ان پر وحی کا نزول ہو رہا ہے' اسی لئے وہ دم سادھے بیٹھے تھے' اسی پراسرار خاموشی کے ساتھ ہی وقت گزر رہا تھا' سب کے اذہان میں گونا گوں افکار مچل رہے تھے' کسی قسم کا شور ہنگامہ نہیں تھا' سبھی چپ چاپ اس سکوت کے ٹوٹنے کے منتظر تھے' یوں لگتا تھا جیسے ان کے سر پر ایک پرندے کو بٹھا دیا گیا ہے اور ڈر ہے کہ اگر انہوں نے کوئی بات کی یا ہلے تو وہ ان کے سر سے اڑ جائے گا۔ ابوذرؓ کی آمد سے اس خموشی کا طلسم ٹوٹا' ابوذرؓ بڑی مشکل سے سب لوگوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا پیغمبرؐ کے پاس جا پہنچا اور ان کے پاس بیٹھ گیا' پیغمبرؐ نے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا: ابوذرؓ آج تو نے نماز پڑھی ہے؟

نہیں' تو اٹھو اور نماز پڑھو' ابوذرؓ اٹھا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اور چار رکعت

نماز ظہر پڑھی، پھر پیغمبرؐ نے اس کی طرف رخ کیا اور کہا جن و انس کے شیطانوں سے خدا کی پناہ میں آ جاؤ۔

اے پیغمبرؐ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟

ہاں، ہاں، جن و انس کے اہریمن (بدی کا رہنما) بھی خوبصورت اور ایک دوسرے کو فریب دینے والی باتیں کانوں میں کہتے ہیں۔

پیغمبرؐ خاموش ہوئے تو ابوذرؓ بھی چپ کر گیا۔ محمدؐ کی اس بات سے سینکڑوں سوئی ہوئی یادیں ذہنوں میں بیدار ہو گئیں، پھر پیغمبرؐ نے فرمایا:

ابوذرؓ! کیا تم نہیں چاہو گے کہ تجھے بہشت کے خزانوں میں سے کچھ کلمات سکھاؤں؟

کیوں نہیں، میری جان آپؐ پر فدا ہو۔

کہو: خدا کے سوا کوئی طاقت نہیں ہے۔

پھر خاموشی نے سب جگہ پر ڈیرے ڈال لئے۔

اچانک عمرو بن سالم بہت تیزی سے مسجد میں داخل ہوا اور پریشان سا پیغمبرؐ کی طرف آیا اور ان کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا:

اے رسول خداؐ! قریش نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔

اچانک سب حاضرین کی ہر گوشے سے آواز سنائی دی: کیسے؟ کیسے؟

میرا قبیلہ خزاعہ آپ کے پیمان کے ساتھ اور قبیلہ بکر قریش کے پیمان کے ساتھ ملحق ہو گئے ہیں اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہماری اور قبیلہ بنوبکر کی پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی، صلح حدیبیہ کے پیمان کے بعد معاملہ ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن جب سے آپ نے جنگ موتہ میں رومیوں سے انتقام نہیں لیا تھا، قریش یہ خیال کر رہے تھے کہ اس

جنگ کے بعد آپ پھر کمر سیدھی کر کے تسلط حاصل کر لیں گے' اسی لئے انہوں نے بنی بکر کو ہمارے خلاف بھڑکایا ہے اور ایک دن وہ اچانک ہم پر مسلط ہو گئے اور ہمارے ایک بہت بڑے گروہ کو انہوں نے مار ڈالا۔ اے رسول خداؐ! میں آپ کی طرف بھاگ کر آیا ہوں تاکہ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے' ان کے خلاف آپؐ سے مدد حاصل کروں۔

پیغمبرؐ نے بڑے مطمئن لہجے میں فرمایا: عمرو بن سالم! تمہاری مدد کی جائے گی۔ پھر پیغمبرؐ کسی گہری سوچ میں چلے گئے اور یہ جو اتنا بڑا معرکہ پیش آیا تھا' اس کے پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔ انہوںؐ نے اس بات کا جائزہ لیا کہ اس بات کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ مکہ فتح کر کے اس پیمان شکنی کے ردعمل کا اظہار کیا جائے۔ پھر انہوں نے جزیرہ نما کے اطراف میں پیغامات بھیجے تاکہ وہ اگلے حکم نامے کی انجام دہی کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیں۔ پیغمبرؐ خود کو اس فتح عظیم کے لئے تیار کر رہے تھے اور زیادہ اس فکر میں تھے کہ کون سی تدابیر اختیار کی جائیں تاکہ مکہ بغیر خونریزی کے فتح ہو جائے۔ پھر یہ خیال انؐ کے ذہن میں آیا کہ لوگوں کو یہ بتائے بغیر کہ کہاں کوچ کا ارادہ ہے' جنگ کے لئے تیار کیا جائے تاکہ مکہ والوں کو ان کے ارادوں کا علم نہ ہو سکے اور وہ مقابلے کی تیاریاں نہ کر سکیں اور چپ چاپ ہتھیار ڈال دیں۔ لوگ یہ جانے بغیر کہ کہاں کا ارادہ ہے' جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ فوج کی حرکت کے بعد پیغمبرؐ بھی ابوذرؓ کے ساتھ باہر آئے تاکہ اب ان کو آگاہ کیا جائے کہ وہ مکہ جا رہے ہیں' تاکہ خانہ خدا کو فتح کر لیں۔ راستے میں وہ ایک درخت کی طرف گئے اور اس کی دو شاخیں پکڑ کر ہلائیں' اس کے پتے زمین پر گر پڑے' فرمایا: ابوذرؓ! جی فرمائیے پیغمبر خداؐ!

مسلمان بندہ نماز خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے پڑھتا ہے' اس کے گناہ اس

درخت کی طرح اس کے وجود سے جھڑ جاتے ہیں۔ پھر دو افراد تیز تیز چل کر فوج تک پہنچے' پیغمبرؐ نے ان کو حکم دیا کہ مرکز کو فتح کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ اب انہوں نے اللہ سے دعا کی کہیں جاسوس قریش کو ان کی روانگی سے آگاہ نہ کردیں۔ پیغمبرؐ نے ان کو اس بات کی تاکید کی کہ اس دشوار مرحلے کو بڑی سنجیدگی کے ساتھ طے کیا جانا چاہئے۔

فوج نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا' مدینے میں اس سے پہلے اتنی شان وشوکت اور عظمت والی فوج نہیں دیکھی گئی تھی' ابوذرؓ سارا راستہ پیغمبرؐ کے قریب ہی رہا تھا اور مسلسل حضورؐ کی خدمت میں تھا' وہ ایک لمحے کے لئے بھی خدمت سے غافل نہیں ہوا۔

مسلمانوں کی فوج ''مر الظہران'' پہنچ گئی' اس وقت پورے شہر مکہ کو ایک عجیب وحشت و اضطراب نے گھیر رکھا تھا' لوگوں نے خوف زدہ ہو کر ابوسفیان' بدیل اور حکیم کو شہر مکہ سے باہر خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔

عباسؓ پیغمبرؐ کے اونٹ پر بیٹھے تھے اور راستہ طے کر رہے تھے' اچانک انہوں نے ایک گفتگو سنی' وہ رکے اور کان لگا دیئے' ابوسفیان اور بدیل آپس میں بات کر رہے تھے۔

ابوسفیان: میں نے آج تک جنگ کی اتنی بھڑکتی ہوئی آگ اور اتنی فوج نہیں دیکھی ہے۔

بدیل: یہ خزاعہ کے لوگ ہیں جو اس طرح اکٹھے ہو کر جنگ کرنے آئے ہیں۔

ابوسفیان: خزاعہ کا گروہ اتنا بڑا نہیں ہے کہ وہ جنگ کے اتنے شعلے بلند کرسکیں اور ان کی اتنی زیادہ فوج ہو۔

عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی' آواز دی:

ابوحنظلہ (ابوسفیان)!

ابوسفیان نے بھی عباسؓ کو پہچان کر آواز دی:

ابوالفضل (پیغمبرؐ کے چچا عباسؓ)! کہو کیا خبر ہے؟

یہ پیغمبر خداؐ ہیں' حیف ان لوگوں پر' جو یہ کہتے ہیں کہ وہ پوری قوت کے ساتھ حملہ آور ہو رہا ہے۔

ابوسفیان خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور کہا:

میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' اس کے لئے کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

عباسؓ نے اس کو اپنے پیچھے پیغمبرؐ کے خچر پر سوار کر لیا اور چل پڑا۔ لوگ جونہی پیغمبرؐ کے سفید خچر کو دیکھتے فوراً راستہ دے دیتے اور وہ دونوں آگ کے ان شعلوں کے درمیان سے گزر رہے تھے جو ان دس ہزار سپاہیوں نے اہل مکہ کو مرعوب کرنے کے لئے بھڑکا رکھی تھی' عمرؓ کی نظر! ابوسفیان پر پڑی' تو وہ سمجھا کہ عباسؓ اس کو پناہ دینا چاہتا ہے وہ تیزی سے پیغمبرؐ کے خیمے میں پہنچا اور چاہا کہ حضورؐ اس بات کا حکم دیں کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ عباسؓ نے کہا: اے رسولؐ! میں نے اس کو پناہ دے رکھی ہے' عباسؓ اور عمرؓ کے درمیان سخت لڑائی ہونے لگی' پھر محمدؐ نے عباسؓ سے فرمایا: عباسؓ! اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور کل صبح میرے پاس لے آنا' اگلی صبح مہاجرین و انصار کے مشائخ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے' وہ ساتھ ابوسفیان کو بھی لے کر آئے' پیغمبرؐ نے کہا:

اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہو' کیا ابھی تک وہ وقت نہیں پہنچا کہ تو جان لے کہ سوائے اس خدا کے اور کوئی خدا نہیں ہے؟

میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں' آپؐ اپنے عزیزوں کے ساتھ کس قدر رواداری' تحمل اور مہربانی کا برتاؤ کر رہے ہیں؟ خدا کی قسم! میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ

ایک دوسرے کو پہچانو' جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرے گا وہی لائق تکریم ہے۔'' (حجرات' ۱۳)

اس کے باوجود قبیلہ قریش میں خوف و ہراس کی سی کیفیت تھی اور ان کو اپنا انجام ہولناک نظر آ رہا تھا۔ کیا وہ انتقام لیں گے؟ یا قتل عام کریں گے؟ پھر پیغمبر نے پوچھا: اے گروہ قریش! تم مجھ سے کیسے سلوک کی توقع کر رہے ہو؟ یقیناً آپؐ نیکی کریں گے' آپ عظیم بھائی ہیں اور عظمت والے بھائی کے بیٹے ہیں۔

آپ جائیں' آپ آزاد ہیں۔

محمدؐ استطاعت کے باوجود عفو و درگزر میں ایک خاص لطف محسوس کر رہے تھے' وہ کعبہ میں داخل ہوئے' ان کے ہاتھ میں جو عصا تھا اس سے گرد و پیش کے بتوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے' ان کا دل خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور قدرت و سطوت سے بالا بال تھا' وہؐ کہہ رہے تھے:

''حق آ گیا' باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹ جانے والی چیز ہی ہے۔'' (سورۂ اسراء' ۸۱)

آگے پیچھے سے بت زمین پر گر رہے تھے اور سبھی انتہائی خوشی سے یہی نعرہ دہرا رہے تھے' ابوذرؓ بھی بت شکنی میں مصروف تھا' اس کے اندر ذوق و شوق کا ایک طوفان موجزن تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے رواں تھے' وہ بھی سب کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے یہ آواز بلند کر رہا تھا:

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

عالم بالا میں

""محمدؐ! قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھےؐ پیغمبری کے لئے منتخب کیا ہے' ابوذرؓ زمین کی نسبت آسمان کے فرشتوں میں زیادہ مشہور ہے۔"(جبرائیلؑ)

عرب قبائل محمدؐ کے پاس آ کر گروہوں کی صورت میں دین خدا کی طرف میلان کا اظہار کر رہے تھے۔ پرچم اسلام پورے جزیرۂ عرب میں لہرانے لگا تھا' پیغمبرؐ نے کچھ لوگوں کو مکہ کے اطراف میں خراج و زکوٰۃ کی وصولی کے لئے روانہ کر دیا تھا' اب مسلمان بھی مالی طور پر خوشحال دکھائی دینے لگے تھے۔ بھوکے سیر ہو چکے تھے اور شرعی اموال کی صحیح تقسیم کی بنا پر ناداروں کی تنگدستی ختم ہو چکی تھی۔

لیکن ابوذرؓ؟ اس نے تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا اور اس کے پاس 'جو' سے بنی ہوئی غذا کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ ایک دن ابوذرؓ ربذہ گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا' پھر وہ مدینہ لوٹ آیا' وہ سفر سے سیدھا اپنے محبوب پیغمبرؐ کی طرف دوڑا' انؐ کے پاس بیٹھ گیا' انتہائی خاموشی کے ساتھ حتیٰ کہ منہ سے چھوٹی سی بات بھی نہیں۔ پیغمبر نے کہا: ابوذرؓ!

ابوذرؓ سر جھکائے ہی بیٹھا رہا' وہ خاموش رہا' کوئی جواب نہ دیا۔

محمدؐ: ابوذرؓ! تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے!

ابوذرؓ: (ایسی آواز کے ساتھ کہ شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا) میں پاک نہیں ہوں۔ پیغمبرؐ نے ایک کنیز کو آواز دی اور حکم دیا کہ پانی لے کر آئے' ابوذرؓ نے پانی لیا اور اونٹ کے پیچھے چھپ کر غسل کیا' پھر وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: اگر تجھے بیس سال بھی پانی نہ ملے تو مٹی تیرے لئے کافی ہے' پھر جب بھی تجھے پانی میسر آئے تو اپنے جسم کو دھو لے۔

پیغمبرؐ ابوذرؓ کو پند و نصیحت کر رہے تھے اور ابوذرؓ دل و جان سے یہ شیریں اور روح بخش باتیں سن رہے تھے' اتنے میں ''ابن لیتیہ'' سفر سے آ پہنچا' یہ شخص مالیات کی وصولی پر مقرر تھا' وہ اپنے ساتھ جو لایا تھا' اس کے اس نے دو حصے کئے اور کہا: یہ حصہ آپ کا ہے اور یہ حصہ انہوں نے مجھے دیا ہے۔ پیغمبرؐ کا چہرہ اقدس غصے سے تمتمانے لگا' ابوذرؓ یہ منظر دیکھ رہا تھا' اس نے اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہا: تجھے انہوں نے یہ کیسے دے دیا ہے؟ پیغمبرؐ غصے کے عالم میں ہی کھڑے ہوئے' خدا کی حمد و ثنا اور شکر گزاری کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوئے:

خدا نے جو فرائض میرےؐ ذمے سونپے ہیں' میںؐ نے ان کی انجام دہی کے لئے تم میں سے کچھ لوگوں کو مقرر کیا ہے' تم میں سے ایک آ کر کہتا ہے یہ ایک حصہ آپ کا ہے اور دوسرا انہوں نے مجھے دیا ہے؟

قسم ہے اس بات کی جس کے قبضہ قدرت میں میریؐ جان ہے' جو شخص لوگوں کے مال و دولت میں کوئی چیز لے لے تو قیامت کے دن اونٹ' بکری یا گائے جو بھی اس نے لوگوں سے لی ہے' اس کی گردن پر سوار کر کے صحرائے محشر میں انتہائی ذلت' پستی اور رسوائی کے ساتھ لایا جائے گا' اس حال میں کہ وہ جانور فریاد کر رہے ہوں

گے۔

ابن لیتیہ نے وہ سب کچھ واپس کر دیا جو وہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ ابوذرؓ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا: یہ بہتر ہے۔ اس شخص نے سر جھکائے ہوئے بڑی ہی ندامت اور شرمندگی سے کہا: میں نہیں جانتا تھا' وہ ایک غم انگیز خاموشی میں غرق تھا مگر اس کے اندر ایک ہنگامہ اور جوش وخروش برپا تھا۔

ابوذرؓ نے کہا: غمگین نہ ہو! تو جان لے کہ دنیا اس کا گھر ہے کہ جس کا کوئی گھر نہ ہو اور دولت وثروت اس کی متاع ہے جس کے پاس کوئی دوسری متاع نہیں ہے اور اس کی خاطر وہ شخص کوشش کرتا ہے جس کو یقین نہ ہو' جاؤ اور پیغمبرؐ سے معافی طلب کرو۔ ابن لیتیہ پیغمبرؐ کے پاس گیا' معافی چاہی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ خدا کہتا ہے:

''اے میرے بندو! تم سب گناہگار ہو مگر جس کو میں نے نجات دے دی ہو' پس تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تاکہ میں تم سے درگزر کروں' جو کوئی مغفرت پر قادر سمجھتا ہے اور مجھ سے بخشش کا خواستگار ہوتا ہے میں اسے بخش دیتا ہوں اور اس بات کی پروا نہیں کرتا' نیز یہ کہ تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جس کی میں نے راہنمائی کی ہو' تم سب فقیر ہو مگر یہ کہ جس کو میں نے غنی کر دیا ہو' پس مجھے یاد کرو تاکہ تمہیں بے نیاز کر دوں۔''

پیغمبرؐ اٹھ کر چلے گئے' لوگوں میں ہر طرف یہی باتیں ہو رہی تھیں' ابوذرؓ بھی خدا کو یاد کر رہا تھا' وہ تقویٰ کی تعریف میں رطب اللساں تھا اور اس دنیائے دوں میں دل نہ لگانے کی تردید کر رہا تھا اور جو لوگ ناداروں اور محروم لوگوں کی مالی معاونت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اپنی دولت تقسیم کر دیتے ہیں اور ارتکاز زر سے اجتناب

کرتے ہیں' ان کو ہمیشہ رہنے والی بہشت کی خوشخبری دے رہا تھا اور اس کے ساتھ سبھی عوام الناس کو برابری اور مساوات کی تلقین کر رہا تھا۔ لوگ منتشر ہوئے تو ابوذرؓ نے بھی اپنے گھر کی راہ لی' راستے میں اس کو پیغمبرؐ ملے' اس وقت جبرائیلؑ حضورؐ کی چاکری کر رہے تھے' ابوذر بغیر سلام کئے ان کے پاس سے گزر گیا۔

جبرائیلؑ ! یہ ابوذرؓ ہے' اگر یہ سلام کرتا تو ہم اس کو بھی ضرور جواب دیتے۔

محمدؐ: جبرائیلؑ ! تم اس کو پہچانتے ہو؟

جبرائیلؑ: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبری پر مبعوث کیا ہے' وہ زمین کی نسبت آسمان کے فرشتوں میں زیادہ مشہور ہے۔

محمدؐ: کس وجہ سے وہ اس پائے تک پہنچا ہے؟

جبرائیلؑ: اس جہان فانی میں اپنے تقویٰ و پرہیزگاری کی بنا پر۔

شاید ابوذرؓ ہو؟ ''یقیناً یہ ابوذرؓ ہی ہوگا''

پیغمبرؐ کو یہ خبر ملی کہ شام میں بہت سی فوج جمع ہو کر آئی ہے۔ روم کے شہنشاہ ''ہرکولیس'' نے اپنے سپاہیوں کو جنگی اسلحہ سے خوب لیس کر لیا ہے اور لخم' جذام' عاملہ اور غسان قبیلے بھی ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ ''ہرکولیس'' شمالی عرب کی طرف سے عازم جنگ ہوا تاکہ جنگ موتہ میں مسلمانوں نے جو اس کو شکست فاش دی تھی' اس خفت کو مٹائے۔ ان دنوں محمدؐ مملکت اسلامیہ میں امن و امان کے قیام میں سرگرم عمل تھے' وہ مجبور ہو گئے کہ اس طاقت ور اور خطرناک دشمن سے مقابلے کے لئے اپنی فوج کو تیار کریں' گرمیوں کے اواخر میں بالخصوص خزاں کے اوائل میں عرب کا موسم شدید گرم ہو جاتا ہے' محمدؐ کو ایسے موسم میں جنگ کے لئے نکلنا تھا' آسمان سے گویا آگ برس رہی تھی' یوں لگتا تھا جیسے سورج کی جلا دینے والی شعاعوں کا زمین سے کوئی فاصلہ ہی نہیں رہا' اسی وجہ سے سارا بیابان جل رہا تھا۔ ایک طرف مسلمان فوج کو ملک سے باہر نکل کر رومیوں کے ساتھ جنگ لڑنا تھی' اس طویل اور خطرناک راستے کو انہوں نے اس جھلسا دینے والی گرمی میں طے کرنا تھا' جس میں دماغوں کے اندر مغز تک بھنا جا رہا تھا اور ادھر رگوں میں خون خشک ہو رہا تھا۔ ایک کمزور ارادے والے سست ایمان گروہ نے چاہا کہ پیغمبرؐ کو اس سفر سے باز رکھیں' انہوں نے اس مقصد کے لئے مسلمانوں کو نافرمانی پر بھی اکسایا'

انہوں نے سازشیں کیں، پروپیگنڈے کئے، وہ لوگ جنگ کے اس حساس موقع پر ایک جگہ مجمع لگا کر ساز باز کر رہے تھے۔ پیغمبرؐ نے ان کے اس خطرے کو نیست و نابود کیا، وہؐ جب کبھی جنگ کے لئے نکلتے، اپنی فوج کو مختلف راستوں سے لے جاتے تا کہ دشمن کو اچانک جا لیں، لیکن اس مرتبہ معمول کے مطابق قدم اٹھائے گئے کیونکہ مقابلہ بہت سخت اور خوفناک تھا اور چاہئے یہ تھا کہ تمام جانباز سپاہی اپنے ارادوں کو ان مشکلات سے روبرو ہونے کے لئے رضا کارانہ طور پر تیار کر لیں، مدینے میں مختلف قبائل آئے ان میں سے دولت مند لوگوں نے فوج کے مسلح ہونے کے لئے مالی تعاون سے بھی گریز نہیں کیا، چونکہ اس فوج کو بہت سی مشقات کا سامنا رہا تھا، اس لئے تاریخ میں اس کو ''سپاہ سختی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابوذرؓ نے جان لیا کہ پیغمبرؐ شاہ روم سے جنگ کے لئے عازم تبوک ہو رہے ہیں، اس نے بھی جانے کا ارادہ کیا، اپنے اونٹ کی طرف لپکا، اس نے دیکھا کہ وہ تو بہت ناتواں ہے اور مدینہ اور تبوک کے درمیان کا لمبا راستہ طے کرنے کے قابل نہیں ہے، کچھ دیر کے لئے وہ سوچ میں پڑ گیا، پھر زیر لب کہنے لگا: چند دن میں اس کو گھاس وغیرہ کھلاتا ہوں تا کہ قوی ہو جائے، پھر پیغمبرؐ کے ساتھ چلا جاؤں گا۔

راستہ لمبا تھا اور بھسم کر دینے والا گرمی کا موسم، ''سست ایمان'' شہر میں ہی رہنے کے لئے نت نئے بہانے ڈھونڈ رہے تھے، کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو مال و دولت سے محروم تھے، سفر کے لئے کوئی سواری ان کے پاس نہیں تھی لیکن ان کے دلوں میں راہ خدا میں لڑنے کے لئے سچے جذبے اور ایمان کے شعلے بھڑک رہے تھے، وہ لوگ رو رو کر اور گڑگڑا کر پیغمبرؐ کے حضور میں التجائیں کر رہے تھے کہ ان کو بھی ساتھ لے جائیں تا کہ وہ اس سعادت عظیم سے محروم نہ رہ جائیں۔ پیغمبرؐ نے ان میں سے کچھ لوگوں کے لئے

تو سواری کا انتظام کر دیا، باقیوں سے معذرت کی اور کہا: "میرے پاس کوئی سواری نہیں جو آپ کو سوار کروں۔" یہ گروہ غم والم کے مارے گھلا جا رہا تھا اور حسرت وغم سے ان کے گلے رندھے جا رہے تھے، وہ اشکبار آنکھوں سے مجاہدین کو دیکھ رہے تھے۔ (اسی لئے اس گروہ کا نام "اشکباران" (بکائین) پڑ گیا) محمدؐ کی انتھک کوششوں سے روم کی فوجوں سے مقابلے کے لئے تیس ہزار کے لگ بھگ فوج تیار ہوئی، فوج نے مدینے کے باہر نماز پڑھی، پھر وہ روانہ ہوئے، ہر طرف سے خاک اٹھی اور تھوڑی دیر کے بعد چھتوں سے جھانکنے والی عورتوں اور بچوں کی نظروں سے صحرا کی گہرائیوں میں کھو کر رہ گئی، "اشکبار" بھی ناامید ہو کر واپس چلے گئے۔

"سیاہ بختی" میں سے دو تین لوگ ہی اونٹوں پر سوار ہوئے تھے، وہ خدا کی خوشنودی کے حصول کے لئے راہ خدا میں بڑھتے جا رہے تھے۔ منافقین کو ننگ و عار اور غضب خداوندی میں غرق شہر میں ہی چھوڑ دیا گیا تھا، فوج صحرا کے سینے کو چیرتی ہوئی چلی جا رہی تھی، ادھر سورج ان پر آگ برسا رہا تھا، سست ایمان لوگ سب سے زیادہ رنج وغم میں مبتلا تھے، جتنا وہ آگے چلتے جا رہے تھے اتنا ہی ان کا لوٹ آنے کا ارادہ محکم ہو رہا تھا، اچانک کعب بن مالک واپس ہوا اور اس نے مدینے کا راستہ لیا۔

اصحابؓ نے پیغمبرؐ سے کہا: اے رسول خداؐ! کعب بن مالک واپس چلا گیا۔

اس کو چھوڑ دو، اگر اس میں خیر کی کوئی رمق باقی ہو گی تو خدا بہت جلد اس کو تم سے ملا دے گا، وگرنہ یہ سمجھو کہ خدا نے تمہیں اس کے شر سے آسودہ کر دیا ہے۔

فوج اپنے راستے پر چلتی رہی، اچانک پھر اصحابؓ زوردار آواز میں بولے۔

یا رسول اللہؐ! مرارہ بن ربیع واپس چلا گیا۔

چھوڑ دو اس کو، اگر اس میں کوئی خیر باقی ہوئی تو وہ ضرور تم سے آ ملے گا، ورنہ

خدا نے تمہیں اس کے شر سے بچا لیا۔

فوج نے اپنی حرکت جاری و ساری رکھی' جب ایک فاصلہ طے کر چکے تو پھر اصحابؓ بولے ۔ اے خداؐ کے رسول! ہلال بن امیہ واپس چلا گیا۔ (یہ تین لوگ عجیب طرح کی ذلت و خواری میں مبتلا ہوئے' پچاس دن تک نہ تو لوگوں نے ان سے کوئی میل جول رکھا' نہ بات چیت کی' نہ وہ کوئی کام کرتے تھے' یہاں تک کہ ان کی زندگی اجیرن ہو گئی' انہوں نے خدا سے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ کو قبول کیا)

پیغمبرؐ نے وہی جواب دیا اور اپنی حرکت کو جاری رکھا' ہر لمحہ شدت اور سختی بڑھتی جا رہی تھی' اچانک پیغمبرؐ نے اس بار سنا کہ اے رسول خداؐ! ابوذرؓ واپس چلا گیا!!

اس کو چھوڑ دو' اگر اس میں کچھ خیر کا عنصر ہو گا تو خود چلا آئے گا' ورنہ خدا نے تمہیں گویا اس کے شر سے محفوظ کر دیا۔

اوہ! ابوذرؓ کیا جنگ سے گریزاں ہے؟ وہ کیا پیغمبرؐ کی نافرمانی کرتا ہے؟ کیا وہ مدینے واپس چلا جائے گا؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ابوذرؓ کا محبوب پیغمبرؐ اس خطرناک مہم پر ہو اور وہ واپس مدینہ چلا جائے؟ ابوذرؓ کیسے مدینے چلا جائے؟ اور جا کر منافقین سے مل جائے؟ ابوذرؓ کو یوں احساس ہوا جیسے وہ ننگ و عار کی پستیوں میں گھر گیا ہو' اس نے پوری قوت سے اپنے اونٹ کو ہنکایا اور چلنے کے لئے اس کو تحریک کرتا رہا کہ شاید خود کو اپنے محبوب پیغمبرؐ تک پہنچا دے لیکن بے سود' اس کا کمزور اونٹ اپنی آخری رمق بھی کھو بیٹھا تھا اور ایک قدم بھی اٹھا سکنے کے قابل نہ تھا' اب کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ اس کو چاہیئے کہ اس اونٹ کو اسی صحرا میں آزاد چھوڑ دے جو اس کے لئے باعث شرم بنا تھا' اس کو چاہیئے کہ اپنا اثاثہ اپنی پشت پر لاد لے اور پیدل ہی چل پڑے یا مر جائے یا اپنے دلیر اور جنگجو بھائیوں سے جا ملے۔ وہ اونٹ سے نیچے اترا' اس کے اوپر سے اپنا اثاثہ اٹھا

کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا اور اونٹ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور خود صحرا کے طویل اور خاموش راستے پر ہو لیا۔ آسمان سے گویا آگ برس رہی تھی' سورج کی حدت سے پتھر بھی پگھلے جا رہے تھے' ابوذرؓ کو انتہائی مصیبت اور پیاس کا سامنا تھا۔ وسیع اور خشک صحرا' طویل راستہ' جلا دینے والا گرم موسم' ہر قدم پر وہ دیو مرگ کو اپنے سامنے مجسم صورت میں دیکھ رہا تھا لیکن اس کے باوجود بڑے اطمینان اور ثابت قدمی سے چلا جا رہا تھا۔ اس کا اپنے خدا پر کامل یقین تھا' اس کو قوی امید تھی کہ اس کا خدا اس کو ناامید نہیں کرے گا۔ اس نے کمر ہمت باندھی' اس کے وجدان میں یہ بات جاگزیں تھی کہ ہر سیاہ رات کا اختتام سپیدہ سحر پہ ہوتا ہے' ہر سختی کے بعد راحت اور ہر پریشانی کے بعد کشائش ہوا کرتی ہے۔

اس کا ارادہ مزید مضبوط ہو چلا تھا' اب اس نے اپنے آپ کو ان سختیوں پر صابر اور شاکر کر لیا تھا اور ایک ایسے عزم کے ساتھ' جس میں سستی نام کی کوئی چیز نہ تھی' وہ اپنی منزل مقصود کو پیش نظر رکھے' اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھا۔ شدید پیاس اور صحرا کی تپش سے وہ اپنے محبوب پیغمبرؐ کی یاد میں کھو جاتا' وہ کیا کرے گا؟ اس کے ساتھ یہ کیسا معاملہ پیش آ گیا؟ وہ اتنی سختی اور اتنی گرمی کیسے برداشت کرے؟ وہ انتہائی پیاسا ہے اور اس جلتے ہوئے ناپیدا کنار بیابان میں پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ وہ یونہی چلا جا رہا تھا کہ آسمان کے ایک طرف اس نے بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا' یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں بارش ہوئی ہے' ابوذرؓ نے اپنا رخ اس طرف موڑ لیا' ایک پتھر کے پاس پہنچا' وہاں تھوڑا سا بارش کا پانی جمع ہو گیا تھا۔ (سحار کا نظریہ ہے کہ ابوذرؓ کو راستے میں پانی نہیں ملا) جو مشک اس کے پاس تھی' وہ اس نے بھری' پیاس سے اس کا جگر کباب ہوا جا رہا تھا' اس نے تھوڑا سا پانی چکھا' اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح آیا

اور اس نے اپنے آپ کو پانی پینے سے روک لیا' مشک کاندھے پر ڈالی اور اسی طرح تشنگی کے عالم میں' لیکن قوی تر ارادے کے ساتھ اپنے سفر پر گامزن رہا۔

ادھر محمدؐ کی فوج پر بھی بہت سختی اور مصیبت کا وقت تھا' سورج کی جلتی ہوئی شعاعوں سے وہ بھن کے رہ گئے تھے' جو پانی ان کے ساتھ تھا وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ گرمی کی شدت اور سخت مصیبت کے باعث وہ تھک کر بیٹھ گئے اور انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈال لیا۔ اب وہ ہر طرف بیابان میں پانی کی جستجو میں بکھر گئے' لیکن ان کو نہ ملا' مسلمان سپاہی سوچ رہے تھے کہ ان کی زندگی اب موت کے شکنجے میں ہے اور اب پیاس کی شدت سے وہ جانبر نہ ہو سکیں گے' لیکن اچانک آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا دکھائی دیا' اس سے تھوڑی سی بارش ہوئی جس سے مسلمان سیراب ہو گئے۔

ابوذرؓ اسی طرح نشیب و فراز طے کرتا رہا' ہر لمحہ وہ ریت کے متحرک ٹیلوں کا سامنا کرتا' یوں لگتا تھا جیسے ابھی وہ اپنی جان پر کھیل جائے گا' اسی اثنا میں اس کی نظر مسلمان فوج پر پڑی اور اس کی دم توڑتی تمناؤں کو نئی زندگی مل گئی' اس کا دل جذبے کی شدت سے زور زور سے دھڑکنے لگا' وہ چاہتا تھا کہ اللہ اسے دو پر عطا کر دے تو وہ اڑ کر اپنے محبوب محمدؐ کے پاس پرواز کر کے چلا جائے۔ اب اس میں مزید سکت نہ تھی کہ اس سے زیادہ اس کا محبوب اور دوست محمدؐ اس کے بارے میں بدگمان رہے اور اس کو منافقین اور متخلفین میں شمار کرے' ابوذرؓ اپنی مشتاق نگاہیں محمدؐ کے لشکریوں پر جمائے ہوئے تھا' اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی' سپاہیوں میں سے ایک نے صحرا کے اطراف میں ایک سیاہی سی دیکھی جو آگے بڑھتی آ رہی تھی' کچھ دیر وہ کھڑا رہا پھر کہا: اے رسول خداؐ! کوئی شخص اس لق و دق صحرا میں تنہا چلا آ رہا ہے!

پیغمبرؐ: ہو سکتا ہے وہ ابوذرؓ ہو۔

سپاہی انتظار کرتے رہے اور بڑے غور سے دیکھتے رہے کہ دیکھیں کون ہے؟
ایک شخص زور سے بولا: اے پیغمبر خداؐ! واللہ یہ ابوذرؓ ہے۔

محمدؐ: خدا ابوذرؓ کو بخشے' تنہا جیتا ہے' تنہا مرتا ہے اور تنہا ہی اپنے آپ کو جذبوں سے سرفراز رکھتا ہے' پھر وہ ابوذرؓ کی طرف دوڑے' اس حال میں کہ ایسے یار وفادار کی وفاداری نے ان کے پورے وجود میں مسرت وانبساط کی لہر دوڑا دی تھی۔ محمدؐ نے اپنے دوست کی گردن میں ہاتھ ڈال کر فرمایا: ابوذرؓ! جتنے قدم تو نے میرےؐ لئے اٹھائے' خدا نے ہر قدم کے بدلے تیرا ایک گناہ کم کر دیا۔ پھر رسول خداؐ نے ابوذرؓ کی کمر سے اس کا اثاثہ اتارا اور زمین پر رکھا۔ ابوذرؓ پیاس کی شدت اور کمزوری سے نڈھال ہو کر زمین پر گر گیا۔

پیغمبرؐ: ابوذرؓ کو پانی دیں' بہت پیاسا ہے۔

ابوذرؓ: میرے پاس بھی پانی ہے۔

محمدؐ: پانی پاس تھا تو پھر کیوں پیاسا رہا؟

ابوذرؓ: جی یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' راستے میں مجھے ایک پتھر ملا جس میں بارش کا پانی جمع ہوا تھا' میں نے تھوڑا سا چکھا' میں نے دیکھا کہ ٹھنڈا اور گوارا ہے' میں نے خود سے کہا میں اس میں سے نہیں پیوں گا تاوقتیکہ میرا دوست محمدؐ بھی اس کو پئے۔

محمدؐ: ابوذرؓ! خدا تجھے بخشے' تو تنہا ہی جیتا ہے' تنہا ہی مرتا ہے اور تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔

نوید

ابوذرؓ حج کے بعد پیغمبرؐ کے ساتھ لوٹ آیا' یہ پیغمبرؐ کا آخری سفر حج ہے' وہ اس سفر کے بارے میں سوچ میں ڈوبا ہوا تھا' پیغمبرؐ نے مناسک حج تمام کئے اور اپنی تقریر میں نئے اور اہم نکتے بیان کئے۔ یہ سفر غیر معمولی معلوم ہو رہا تھا' اس کے افکار کا پرندہ ایک طرف سے دوسری طرف اڑا جا رہا تھا' اس کے ذہن میں یہ آیت پڑھتے ہوئے پیغمبرؐ کی آواز کی بازگشت گونجی۔

''آج میں نے تمہارا دین تم پر کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو مکمل طور پر تم تک پہنچا دیا اور اسلام کو دین کے عنوان سے تمہارے لئے انتخاب کیا۔'' (سورۂ مائدہ' آیت ۳ کا کچھ حصہ)

اس کے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج چکی تھیں' ایک بہت بڑا غم اس کی جان کو گھیرے ہوئے تھا' اس کو یقین تھا کہ محبوب پیغمبرؐ اس دنیا میں اپنی تقرری کا حکم پورا کر چکے ہیں اور اب کچھ عرصے کے بعد اس جہان فانی کو خیر باد کہہ کر اپنے عالم بالا کے دوست سے جا ملیں گے۔ ابوذرؓ انہی جان کو گھلا دینے والی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ محمدؐ محبوب کی جدائی کے بارے میں سوچنے کی اس میں ہمت نہیں تھی' آخر وہ کس طرح اپنے اس دوست اور رہبر کو چھوڑ سکتا تھا' جس سے وہ کئی سالوں سے ایک لمحے کے لئے

بھی جدا نہیں ہوا تھا؟ شاید وہ رسول خداؐ سے بھی پہلے اس زندگی کو خیر باد کہہ دے' لیکن جو خدا چاہے گا' وہ ہوگا۔ ابوذرؓ کو جدائی کا احساس تھا' ایک آگ نے اس کے پورے وجود کو گھیر رکھا تھا اور اس کو دیدار محمدؐ کی تشنگی محسوس ہوئی' وہ اٹھا اور اپنے گھر سے روانہ ہو گیا' پیغمبرؐ مسجد میں کھڑے تھے اور اپنے ہم نشینوں سے بات چیت کر رہے تھے' وہ بھی سراپا گوش تھے۔ اسی دوران انصار کے دو افراد آئے دیکھا کہ پیغمبرؐ اصحابؓ میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ان ساتھیوں کو دیکھو! ہمیشہ یہ اکٹھے ہی ہوتے ہیں' بہت کم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک کم ہو۔

یہ اس کے قریبی اور گہرے دوست ہیں۔

تم دیکھ نہیں رہے ہو آج ان میں سے ایک کم ہے؟

تو یہ خیال کر رہا ہے کہ وہ کون ہوگا؟

تم ابوذرؓ کو دیکھو میں ان کو نہیں دیکھتا۔

شاید وہ کسی کام سے چلا گیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ پیغمبرؐ اس کو کس قدر عزیز رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کو اپنے قریب رکھتے ہیں۔

واقعی' وہ جب بھی موجود ہوتا ہے اس سے بات چیت کرتے ہیں اور جب موجود نہیں ہوتا اس کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔

حقیقت میں وہ ایسی ہی دوستی کے لائق ہے' ابوذرؓ پاکیزہ شخص ہے' پیغمبر خداؐ اس کو اس کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے باعث پسند کرتے ہیں۔ اس دوران پیغمبرؐ کا موذن بلالؓ اس حال میں آیا کہ اس کے دونوں رخسار غصے سے تمتما رہے تھے' آ کر سلام کیا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا:

اے پیغمبر خداؐ! میرے اور ابوذرؓ کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے' رخسار غصے سے

تمتما رہے تھے آ کر سلام کیا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا:

اے پیغمبر خداؐ! میرے اور ابوذرؓ کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے اس نے مجھے ''سرخ فام ماں کا بیٹا'' کہا ہے۔ اسی اثنا میں ابوذرؓ بھی پہنچ گیا۔ حضورؐ نے غصے سے کہا: ابوذرؓ! مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ تو نے آج اس کی ماں کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

ابوذرؓ! جی میں اقرار کرتا ہوں۔

محمدؐ: ابوذرؓ! ابھی بھی تیرے اندر جہالت کی بو ہے اپنا سر اٹھاؤ اور دیکھو کیا تم صرف اپنے عمل کی برتری کی بنا پر سیاہ فاموں اور سرخ فاموں سے برتر نہیں ہو؟ ابوذرؓ نے اپنا سر جھکا لیا' ندامت اور پشیمانی کے قطرے اس کی پیشانی پر تھے اور اس کو احساس ہوا کہ اس نے بلالؓ کے گھر اچھا نہیں کیا' پیغمبرؐ کے غیظ و غضب سے وہ لرزہ براندام تھا' اچانک وہ زمین پر لیٹ گیا اور اپنا چہرہ خاک پر رکھ کر کہا: اے بلالؓ! آؤ اور اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ دو۔ بلالؓ ابوذرؓ کی طرف دوڑا' اس کو سلام کیا اور اس کو معاف کر دیا۔ ابوذرؓ جس طرح خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا' وہ ندامت سے اپنے سر جھکائے رہا:

محمدؐ: ابوذرؓ اپنے دوست کو تو نے گالی کیوں دی؟

ابوذرؓ: اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔

محمدؐ: جب بھی تجھے غصہ آئے' اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جا' اگر بیٹھا ہو تو سہارا لے لے۔ لوگوں کے درمیان بات چیت ہونے لگی' پھر پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے کہا: کیا تو نہیں چاہتا کہ میں تجھے ایک ایسا عمل سکھاؤں جس کا انجام سبک ہے اور اس کا صلہ بہت بھاری ہے؟

کیوں نہیں' اے رسول خداؐ!

وہ خموشی ہے' خوش خلقی اور اس کا ترک کر دینا ایسے ہی ہے جیسے تو کچھ بھی نہ

پائے۔

لوگ کچھ کچھ پراگندہ ہونے لگے' پیغمبرؐ اور ابوذرؓ دونوں چل پڑے' یہاں تک کہ بازار پہنچ گئے' لوگوں کو باہمی تجارت اور لین دین میں غرق دیکھا' پیغمبرؐ نے ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے فرمایا: ابوذرؓ! میں ایک ایسی آیت تم کو بتاتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کے لئے کافی ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و
یرزقہ' من حیث لا یحتسب

"جو خدا کا تقویٰ اختیار کرتا ہے' خدا اس کے لیے کوئی نہ کوئی چارہ کار ڈھونڈ نکالتا ہے اور جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا' رزق وروزی عطا کرتا ہے۔" (سورۂ طلاق)

فراق

پیغمبرؐ سخت بیمار ہو گئے' ایک دن جب ہوش میں آئے تو عائشہؓ سے کہنے لگے کہ میرے مسجد کے دوستوں کو بلواؤ' عائشہؓ نے کسی کو ان کے پیچھے بھیجا' وہ پیغمبرؐ کے پاس آئے' ابوذرؓ بھی ان کے ساتھ تھا' انہوں نے سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ پیغمبرؐ کی بخار آلود گہری گہری نگاہیں ان پاکباز' وفادار اور دلیر ساتھیوں پر جمی ہوئی تھیں' فرمایا: تم پر آفرین ہو' تم پر خدا کا درود و سلام ہو' خدا تمہیں بخش دے' خدا تمہاری حفاظت کرے' خدا تمہیں روزی عطا کرے' خدا تمہیں فائدہ دے' خدا تمہیں قوت بخشے' خدا تمہارا نگہبان ہو' میں تمہیں تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں' خدا نے تمہارے متعلق مجھے سمجھایا ہے' میں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں' تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔

''میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ کے بندوں اور اسلامی ممالک کے ساتھ خیانت کاری نہ کرو اور آپس میں تفاخر اور فخر و مباہات نہ کرو۔''

خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے:

تلک الدار الاخرہ' نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی ۱

الارض ولا فساداً والعاقبة

للمتقین (سورۂ قصص، ۸۳)

''پیغمبرؐ اور دوسرے سبھی لوگ خاموش ہو گئے، پھر دوبارہ فرمایا: کیا جہنم میں خودسروں کے لئے جگہ نہیں ہے؟ پھر خاموش ہو گئے، سکوت نے پورے کمرے کی فضا کو گھیر رکھا تھا، اصحابؓ کی اشک آلود نگاہیں بڑی حسرت سے ان پر گڑی ہوئی تھیں۔ پھر فرمایا: فراق قریب تر ہو گیا ہے، خدا کی طرف بازگشت کا وقت آ گیا ہے۔ جنۃ الماویٰ، سدرۃ المنتہیٰ، رفیق اعلیٰ، لبریز جام اور خوشگوار تعیّشات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا: اے رسول خداؐ! آپؐ کو کون غسل دے گا؟

میرے گھر کا ایک فرد، جو مجھؐ سے نزدیک تر ہے۔

دوسرے نے کہا: اے رسول خداؐ! آپؐ کو کس کپڑے سے کفن پہنائیں گے؟

اگر آپؐ چاہیں تو انہی کپڑوں میں یا مصری کپڑا یا حلہ یمانی۔

تیسرے نے کہا: اے رسول خداؐ! آپؐ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟

غم کے مارے ابوذرؓ کا دل شگافتہ ہونے لگا، اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز ہو گئیں، لیکن اس نے اپنے آپ پر ضبط کر کے رکھا کہ سکوت اور بردباری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے لیکن اس سے ایسا نہ ہو سکا، ضبط کے سارے بندھن انؐ کی موت کے بارے میں تمام گفتگو کے دوران ٹوٹ گئے اور وہ اونچی اونچی آواز سے رونے لگا۔ اس کی حسرت بھری نگاہیں پیغمبرؐ کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں، اس کے رخساروں پر آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے بہہ رہے تھے، سبھی اصحابؓ رونے لگے، پیغمبرؐ بھی گریہ فرمانے لگے۔ غم والم اور حسرت سی چھا گئی اور ایک موت کے سے سکوت نے پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ابوذرؓ کے اندر فراق کی آگ بھڑک رہی تھی، جدائی

کی گھڑی آ گئی تھی۔ اس کو اس بات کا احساس ہوا کہ اس کا دل رونا چاہتا ہے مگر آنکھیں خشک ہو چکی ہیں۔ اس کا گلا رندھا ہوا تھا' وہ سر کو جھکائے ہوئے گھر سے باہر نکل گیا۔

لوگوں نے مسجد میں ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھی' اچانک پیغمبرؐ سر پر کپڑا لپیٹے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے' سب لوگوں میں خوشی اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ محمدؐ کے دیدار سے ان کے دل خوشی سے کانپنے لگے' پیغمبرؐ کے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں امید کی چمک دکھائی دے رہی تھی' جونہی نماز ختم ہوئی پیغمبرؐ کے گرد لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا' لوگ انتہائی شوق و انبساط سے ان کو سلام کرتے۔ ابوذرؓ بھی ان کی شیریں کلامی سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے آگے لپکا' پھر پیغمبرؐ گھر لوٹ آئے' لوگوں کے درمیان ابھی ہلچل اور اضطراب کا عالم تھا' پیغمبرؐ گھر تک پہنچ گئے تو پھر باقی لوگ بھی گھروں کو لوٹے۔

ابوذرؓ کے دل کو کچھ سکون محسوس ہوا' اس کے دل میں پیغمبرؐ کی سلامتی کی امید چمک رہی تھی' وہ بھی خوش خوش گھر لوٹا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آخری دیدار ہوگا اور وہ پھر ان کو نہیں مل سکے گا۔ ابوذرؓ گھر لوٹ تو آیا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ پیغمبر محبوبؐ اس لئے مسجد میں آئے تھے کہ لوگوں کو ان کے فراواں اخلاقی سرمایوں سمیت وداع کہہ لیں اور اگر کوئی حق ان کی گردن پر ہے تو اس کے مالک کو ادائیگی کر دیں اور اس لئے کہ اپنے رب کے دیدار کے لئے خود کو آمادہ کر لیں۔ ابوذرؓ گھر واپس تو چلا گیا' لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس تنہا امید اور پناہ کے بعد اس پر کیا آزمائش آئے گی۔ اس کے محبوب رہبرؐ کے حکم کے مطابق' جنہوں نے فرمایا تھا: حق بات کہو اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور خدا کی راہ میں کسی کی سرزنش سے مت ڈرو۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کو کیسے کیسے غم والم اور دشواریوں کا سامنا ہو گا۔ ابوذرؓ آسودہ اور فارغ البال روانہ ہو گیا تھا' وہ نہیں جانتا تھا کہ تقدیر اس کے لئے کیا کیا نئے رنگ اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور کیسے کیسے نحس نقشے اس کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ وہ کہاں جانتا تھا کہ اس کا پروردگار محض اس کو آزمانے کے لئے کیسے کیسے گردباد کے طوفانوں اور حوادث کی خوفناک لہروں کے سپرد کر دے گا۔ ابوذرؓ چلا جا رہا تھا کہ اپنے عزیزوں میں سے ایک کو اس نے دیکھا اور پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

تمہارے پاس۔ کس لئے؟ تمہارے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔ ابوذرؓ ذرا خاموش سا ہو گیا' اس شخص نے کہا: ''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی تھی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غصے کے گھونٹ پی کے رہ جاتا۔'' (سورۂ نحل' ۵۸' عربوں کی جاہلیت کے بارے میں معروف ہے کہ وہ بیٹی کے وجود کو اپنے لئے ننگ و عار کا باعث سمجھتے تھے)

نہیں نہیں واللہ! یہ مرنے کے لئے ہی پیدا ہوتی ہیں' ویرانے کو آباد کرتی ہیں کہاں یہ محبوب ہوتی ہیں' یہ دونوں ہی باعث بغض ہیں' مرگ اور فقر۔

پیغمبرؐ کے گھر سے اچانک دلخراش نالہ وشیون کی صدا بلند ہوئی' لوگ کانپتے دلوں کے ساتھ بہت وحشت ناکی کے عالم میں پیغمبرؐ کے گھر کی طرف دوڑ رہے تھے اور بڑی عجلت میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے' کیا خدا کا رسولؐ اس دنیا سے چلا گیا ہے؟

فاطمہؑ کی آہ و بکا بلند ہوئی' وہ بے قرار ہوئی جا رہی تھیں اور مسلسل فریاد کر رہی تھیں:

یا ابتاہ یا ابتاہ

یا ابتاہ

اجاب ربا دعاہ — یا

الی جبریل ننعاہ — یا

جنۃ الفردوس نفاہ — یا

من ربہ ما ادناہ — یا

مسجد میں لوگوں کے رونے کی آواز آسمان تک بلند ہو رہی تھی' ابوذرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈا آ رہا تھا' وہ چیخ و پکار کر رہا تھا وہ جان کو پگھلا دینے والی اس خبر پر یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا' اس کو اس تصور سے ہی خوف محسوس ہو رہا تھا' بعض اصحابؓ آپس میں اس بارے میں بات کر رہے تھے لیکن لوگ سن نہیں رہے تھے' ان کے دل و دماغ میں ایک آگ سی سلگ رہی تھی' کسی کل ان کو چین نہیں آتا تھا کہ وہ توجہ سے کسی کی بات سنیں۔

عمرؓ پیغمبرؐ کے سرہانے گیا' کپڑا ہٹا کر ان کا چہرہ آرام سے دیکھا' اس نے یہ خیال کیا کہ شاید انہوں نے غیبت فرمائی ہے' تیزی سے مسجد میں آ کر کہنے لگا: بدخواہوں میں سے ایک گروہ کا خیال ہے کہ رسول خداؐ کا انتقال ہو گیا ہے' بخدا وہؐ مرے نہیں وہؐ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی مانند اپنے پروردگار کے حضور میں چلے گئے ہیں۔ ابوذرؓ کے مجروح دل میں ایک ہلکی سی امید دکھائی دی' اس کا دل چاہتا تھا کہ عمرؓ کی بات درست ہو جائے اور محمدؐ منافقین کو ہلاک کرنے کے لئے دوبارہ آ جائیں' لیکن ابوبکرؓ کے آنے سے یہ موہوم سی امید بھی ختم ہو گئی۔ ابوبکرؓ کہنے لگا: عمرؓ! صبر کرو' اے لوگو! خاموش ہو جاؤ' جو کوئی محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو محمدؐ اس دنیا سے چلا گیا اور جو کوئی خدا کو پوجتا تھا تو خدا زندہ ہے' وہ نہیں مرتا' اس کے لئے موت نہیں ہے۔

عمرؓ رونے لگا' اس کو یقین ہو گیا کہ رسول خداؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ابوذرؓ

دلخراش آواز میں چیخ رہا تھا: وا خـلیـلا! ہائے میرے دوست رسول خداؐ فوت ہو گئے' خیر خواہ اور مہربان بھائیؐ اس دنیا سے چلا گیا' محسن عظیمؐ مر گیا' خدا کا فرستادہ امینؐ اس دنیا سے اٹھ گیا۔ ابوذرؓ پانی کی تلاش میں پھر رہا تھا تا کہ اس کے دل سے جو شعلے اٹھ رہے تھے ان کی آتش فرو کر لے۔ وہ تسلی و تشفی کے دو بولوں کی جستجو میں تھا جو اس کو سوائے قرآن کے کہیں نہیں ملے' چنانچہ اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا:

کل شی ھالک الا وجھہ لہ
الحکم و الیہ ترجعون
و کل نفس ذائقۃ الموت و انما
توفون اجورکم یوم القیمۃ

''ہر شی ہلاک و برباد ہو جائے گی' سوائے وجود باری تعالیٰ کے' حکم اسی کے لئے ہے اور تمہاری بازگشت بھی اسی کی جانب ہے۔'' (سورۂ قصص' ۸۸)

ناامیدی اور غمزدگی کے عالم میں وہ چل پڑا اور دل میں اس جملے کی تکرار کر رہا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جس کے قبضہ قدرت میں ہے' رسول خداؐ فوت ہو گئے۔ اے رسول خداؐ! آپؐ پر خدا کی رحمت کا نزول ہو۔

مسجد پیغمبرؐ میں غم کا غبار کچھ ہلکا ہوا' اب ایک خوفناک اور پرحوادث مستقبل پیش نگاہ تھا۔ عمرو ابو عبیدہ' ابوذرؓ اور دوسرے مسلمان کھڑے تھے' سب کے چہروں پر حزن و ملال کے آثار تھے' ایک شخص وہاں پہنچا اور عمر سے کہنے لگا: انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں تا کہ خلافت کے لئے سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ابوذرؓ حیران ہوا کہ یہ لوگ علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر کیسے بیعت کریں

گے؟ وہ شخص حیرت زدہ سرگوشی کے انداز میں بول رہا تھا:

''لوگوں کے درمیان اس خدمت کے لئے علیؑ سے زیادہ لائق اور شائستہ اور اہل کوئی نہیں ہے' وہ پہلا شخص ہے جو پیغمبرؐ کے گرد دیوانہ وار پھرا' ان کا چچازاد بھائی ہے' ان کا داماد ہے' لوگ بیعت میں اس کے علاوہ کس کا سوچیں گے؟''

ابوبکرؓ باہر گیا' عمرؓ نے اس سے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں اور یہ کام سعد بن عبادہ کے ہاتھوں کرنا چاہتے ہیں۔

ابوبکرؓ' عمرؓ اور ابوعبیدہ سقیفہ کی طرف دوڑے اور ابوذرؓ بھی ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ علیؑ' عباسؓ اور بعض دوسرے بنی ہاشم پیغمبرؐ کے کفن دفن میں مشغول تھے۔ عباس کو احساس ہوا کہ درپردہ کوئی بات ہے' وہ پیغمبرؐ کے جانشین کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ عباسؓ نے علیؑ کی طرف رخ کر کے کہا: اپنا ہاتھ لاؤ تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں' کیونکہ لوگ کہیں گے کہ پیغمبرؐ کے چچا نے پیغمبرؐ کے چچازاد بھائیؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور دوسرے دو نفر بھی تمہارے مخالف نہیں رہیں گے۔

علیؑ: مگر کوئی دوسرا شخص بھی اس امر خلافت کا خواہاں ہو سکتا ہے؟

عباسؓ: تو بہت جلد جان لے گا۔

اسی دوران انہوں نے سنا کہ کوئی بڑے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ علیؑ گئے' کہنے لگے: کون ہے؟

ابوذرؓ۔

کہو' کیا خبر لائے ہو؟ (کیا نئی تازہ خبر ہے؟)

لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی! علیؑ نے دروازہ کھولا' ابوذرؓ اندر

داخل ہوا۔

علیؑ: کہو کیسے آنا ہوا؟

ابوذرؓ: انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے لئے سعد بن عبادہ کے گرد جمع ہوئے' ابوبکرؓ' عمرؓ اور ابوعبیدہ بھی وہاں گئے' ابوبکرؓ نے تقریر کی' لوگوں نے جواب میں کہا: ایک امیر ہماری طرف اور ایک تمہاری طرف سے۔

ابوبکرؓ نے کہا: عرب قوم اس نظریے کو قطعاً نہیں مانے گی' چاہئے تو یہ کہ صرف قبیلہ قریش سے امیر کا انتخاب عمل میں لایا جائے۔ اس بنا پر امیر ہماری طرف سے اور وزیر تمہاری طرف سے ہو گا' پھر عمرؓ نے کہا: ''خدا کی قسم عرب قوم ہرگز قبول نہیں کرے گی' کیونکہ ان کا پیغمبر تم میں سے نہیں ہے' ہم عرب قوم کے لئے ایک بین ثبوت اور واضح دلیل ہیں۔ ہم جو کہ محمدؐ کے قبیلے سے ہیں' امر خلافت میں جو کوئی ہمارے ساتھ جنگ و جدل کے لئے اٹھے گا' وہ گمراہ خیال کیا جائے گا یعنی گویا وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔'' پھر عمرؓ نے آواز دی: ''ابوبکرؓ اپنا ہاتھ لاؤ!'' عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ دبایا اور کہا: کیا پیغمبر نے حکم نہیں دیا تھا ابوبکرؓ! کہ تو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھے؟ تو رسول خداؐ کا خلیفہ ہے' اسی لئے ہم نے اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے کہ پیغمبرؐ جسے سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ابوعبیدہ نے بھی بیعت کی اور کہنے لگا کہ تو بافضیلت ترین مہاجر' یار غار اور رسول خداؐ کا خلیفہ ہے' پس اس امر میں تجھ سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟

ابوذرؓ خاموش ہو گیا اور اپنے سر کو جھکا کر سوچ میں ڈوب گیا۔

عباسؓ نے اس کی طرف رخ کر کے کہا: میں نے تمہیں نہیں کہا تھا؟ تم نے توجہ نہیں کی۔

امر تھم امری بمنعرج اللوی
فلم یستبینوا النصح الاضحی
الغد

علیؑ : تو اس کا چارہ کار کیا ہے؟

ابوذرؓ: چاہیئے کہ مقدادؓ' سلمانؓ' عبادۃ بن ضامتؓ' ابوھیثمؓ' حذیفہؓ اور عمارؓ کو بلائیں' وہ آئیں تو پھر ہم دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

رات ہوئی' ہمیشہ کی طرح تاریکی نے سب جگہ کو ڈھانپ لیا' لیکن یہ رات دوسری راتوں کی نسبت زیادہ عظمت والی اور پراسرار تر تھی' حکومت اسلامی کے پہلے پائے کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ انصار نے مسجد کے آگے اجتماع کیا اور ابوذرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: بلا شک و شبہ علیؑ خلافت کے لئے سب سے زیادہ اہل ہیں اور اس بات کا انحصار ہم پر ہے کہ ہم مہاجرین کے ذمے یہ بات چھوڑ دیں تا کہ وہ مشورہ کر لیں اور ہم سقیفہ کا معاہدہ توڑ دیں۔

ان میں سے ایک نے کہا: وہ کس طرح؟

ابوذرؓ: انہوں نے کہا ہے کہ چونکہ محمدؐ ان میں سے ہیں' اس لئے اس امر میں انصار سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں' اسی وجہ سے انصار نے اپنی فرماں روائی اور پیشوائی مہاجرین کے سپرد کر دی ہے' پس ہم بھی مہاجرین کو یہی دلیل دیتے ہیں' علیؑ موت اور زندگی کے ہر لمحے' ہر مرحلے پر پیغمبرؐ کے قریب ترین رہا ہے۔

سب سوچ میں پڑ گئے' انہوں نے آپس میں مشورہ کیا' یہاں تک کہ یہ فیصلہ ہوا کہ یہ معاملہ شوریٰ کے لئے مہاجرین پر چھوڑ دیا جائے۔

اگلے دن سورج نکلا' ابوذرؓ اپنے گھر سے باہر آیا اور دختر رسول خداؐ

فاطمۃ الزہرا کے گھر کی طرف علیؑ کے پاس چل دیا۔ وہاں عمارؓ' زبیرؓ' مقدادؓ اور سلمانؓ کو دیکھا اور ان کے ساتھ مل گیا۔ اسی دوران خالد بن سعیدؓ بھی وہاں پہنچ گیا اور علیؑ کی طرف رخ کر کے کہنے لگا:

خدا کی قسم! مقام محمدؐ پر فائز ہونے کے لئے لوگوں میں سے تیرے سوا کوئی بھی اہل نہیں ہے۔

ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خانہ فاطمہؑ میں اس گروہ کے اجتماع کی خبر ملی' عمرؓ وہاں گیا اور علیؑ اور ان کے دوستوں سے چاہا کہ گھر سے باہر آ کر دوسرے لوگوں کی طرح بیعت کریں' لیکن کسی نے اس کی دعوت نہیں مانی۔ اسی موقع پر ابوسفیان پہنچ گیا اور کہا: خدا کی قسم! میں ایک ایسا انقلاب دیکھ رہا ہوں جو سوائے خونریزی کے ٹھنڈا نہیں ہوگا (پھر علیؑ اور عباسؓ سے مخاطب ہو کر)۔

اے سست عناصرو! اے (معاذ اللہ) ذلیلو!

(علیؑ سے مخاطب ہو کر) اپنا ہاتھ دو تا کہ میں تیرے ہاتھ پر بیعت کروں' اگر تو چاہے تو مدینے کو ابوبکرؓ کے خلاف پیادہ اور سوار فوج سے بھر دوں۔ علیؑ نے منع کر دیا' ایک زہر آلود بامعنی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر تھی اور جواب میں یہ دو شعر کہے:

"کوئی شخص بھی ستم قبول نہیں کرتا سوائے دو ذلیل اور پست لوگوں کے' ایک قبیلے کا خر اور دوسرا میخ' وہ تو بڑی ذلت کے ساتھ اپنی رسی سے بندھ جاتا ہے اور کوئی بھی اس کے لئے مرثیہ پڑھنے والا نہیں ہوتا۔"

ابوذرؓ نے غصے سے بھرپور ایک نظر ابوسفیان پر ڈالی' وہ جانتا تھا کہ وہ یہ باتیں علیؑ کی دوستی کے ناطے نہیں کر رہا' بلکہ وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں انتشار اور تفرقہ پڑے

جائے' اب اس نازک موقع پر اس نے فرصت کو غنیمت جانا ہے۔علیؑ کے لب بات کرنے کے لئے حرکت میں آئے اور ابوذرؓ بڑے اشتیاق سے اور بڑے غور سے ان کو دیکھتا رہا اور اس نے وہ کلمات سنے جو اس کے قلب و روح کے لئے فرحت بخش تھے۔ اس نے سنا کہ علیؑ کہہ رہے ہیں:

اے ابوسفیان! اسلام کے بارے میں تیرا کینہ اور عناد کس قدر طول پکڑ گیا ہے' تیرے سوار اور پیادوں کی ہمیں کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ

ابوذرؓ اپنے سر کے نیچے ہاتھوں سے تکیہ کئے ہوئے لیٹا تھا' آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے اس کے رخساروں پر بہے چلے جا رہے تھے۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا' اپنے دوست کے اس دنیا سے چلے جانے کا غم اس کو ستا رہا تھا۔ اس کو یاد آیا کہ ایک دن پیغمبرؐ سر باندھے ہوئے' بخار آلود جسم کے ساتھ شدت بیماری میں مسجد میں آئے اور لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! اسامہ کی فوج کی فرمانبرداری کرنا' تمہیں اس کو جرنیل بنانے پر اعتراض ہے' اس سے پہلے تم اس کے باپ کو جرنیل بنانے پر تنقید کرتے تھے۔ اس مرتبہ وہ سوچوں میں غلطاں اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا کہ آیا ابوبکرؓ اسامہ کی فوج کو جنگ خزاعہ کے لئے بھیج دے گا' یا جو اصحاب یہ کہتے ہیں کہ فوج کا سپہ سالار بدل دینا چاہئے' ان کی بات پہ کان دھرے گا؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اسامہؓ ابھی بیس سال کا بھی نہیں ہوا ہے' کوئی دوسرا سپہ سالار چاہئے جس نے زمانہ دیکھا ہو' تجربہ کار ہو' ولایت اسلام میں اہم کاموں کی ماموریت میں سن و سال کب مانع ہوتے ہیں؟ کیا پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ کو قبول نہیں کیا تھا اور ان کو اپنا خلیفہ اور جانشین نہیں بنایا تھا؟ حالانکہ اس وقت علیؑ کی عمر چودہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ کیا پیغمبرؐ نے نہیں کہا تھا کہ اسلام کو دو عمر نامیوں نے عزت بخشی ہے' حالانکہ عمرؓ کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی۔ کیا سعد

بن وقاص نے کھڑے ہو کر پیغمبرؐ کا دفاع نہیں کیا تھا؟ وہ کفار سے لڑا تھا اور ایک دن میں اس نے ایک ہزار تیر لگائے جبکہ اس کی عمر سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام کو نوجوانوں کے ہاتھوں نے قوت بخشی ہے اور دین اسلام ان کے دوش پر ہی پروان چڑھتا رہا ہے' پھر لوگ آخر کیوں اسامہ پر اعتراض کرتے ہیں' اس لئے کہ پیغمبرؐ نے خالق حقیقی سے ملنے سے پہلے اس کا انتخاب کر دیا تھا۔ اب تو ناچار فرمان الٰہی کے مطابق ابوبکرؓ اس کی فوج بھیج دے گا اور ابوبکرؓ سے اس کے علاوہ کوئی اور توقع کی بھی نہیں جا سکتی تھی۔

ابوذرؓ نے ایک انگڑائی لی' اس کی سوچیں پھر پیغمبرؐ کے گرد پرواز کرنے لگیں اور وہ اس دن کو یاد کرنے لگا جب وہ سراپا گوش بنا پیغمبرؐ کے پاس بیٹھا تھا' پیغمبرؐ اس کو وصیت کر رہے تھے اور تعلیم دے رہے تھے' اچانک وہ اٹھا اور باہر ابوبکرؓ کی طرف چلا گیا' اس کے قریب بہت سے مسلمان جمع تھے اور اس سے درخواست کر رہے تھے کہ اسامہؓ کے لشکر کی حرکت کو روکا جائے۔ ان لوگوں کا موقف یہ تھا کہ رسولؐ کی وفات کے بعد حالات بدل چکے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ جب رسولؐ کی وفات کی خبر قبائل میں پہنچے تو کیا پیش آئے؟ ابوذرؓ خلیفہ کو جواب دینے کے لئے منتظر تھا اس نے اپنے آپ کو اس بات کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ رسولؐ نے اس کو وصیت میں یہ سمجھایا تھا ''حق بات کہو' اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور یہ کہ خدا کی راہ میں کسی کی سرزنش سے مت ڈرو۔'' وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ابوبکرؓ نے اسامہ کے بارے میں رسولؐ کی نافرمانی کی تو اس کا ردعمل شدید ہوگا' لیکن ابوذرؓ کی زبان سے ابوبکرؓ نے آرام سے بات سنی' ابوذرؓ بھی پرسکون اور دلشاد ہو گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابوبکرؓ کی جان ہے' مجھے اگر درندے بھی نوچ کر لے جائیں تو بھی میں پیغمبر خداؐ کے

فرمان کے مطابق اسامہ کو ہی بھیجوں گا۔

اس بات سے ابوذرؓ کے دل کو بہت راحت ملی' اس کے چہرے پر خوشی اور امید کا عکس نظر آتا تھا' اچانک اس نے دیکھا کہ عمرؓ آ رہا ہے۔ ابوذرؓ پریشان ہو گیا' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عمرؓ اسامہ کی سپہ سالاری کے مخالفین میں سے ایک ہے اور دوسری طرف وہ ابوبکرؓ کے نزدیک صاحب قدر و منزلت ہے' ممکن ہے ابوبکرؓ کو اس کے ارادے سے روک دے۔ وہ منتظر تھا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے؟ عمرؓ نے درخواست کی کہ اسامہؓ کے سپاہیوں کو روکا جائے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر کتے اور بھیڑیئے بھی مجھے نوچ کے لے جائیں' پھر بھی میں فرمان رسولؐ کا اجراء ہی کروں گا۔

ابوذرؓ بڑی خوشدلی سے باہر گیا' راستے میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو جمع ہوتے ہوئے دیکھا کہ وہ عمرؓ کے اقدامات کے نتائج کے منتظر ہیں' ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ جب عمرؓ لوٹا تو لوگ سمجھے کہ اسامہ کی فوج کو بھیجنے کے لئے ابوبکرؓ کا ارادہ مصمم ہے' پھر انہوں نے اس سے کہا کہ اسامہ کو معزول کرنے کی درخواست پیش کرو' کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے کہ سپہ سالار فوج اتنا کم عمر ہو' جبکہ پیغمبرؐ کے بہترین اصحاب حتیٰ کہ خود عمرؓ بھی معمولی سے سپاہی کی حیثیت سے ہوں۔ عمرؓ ابوبکرؓ کے پاس واپس آیا اور سپہ سالار کی تبدیلی تجویز پیش کی' جب ابوبکرؓ نے یہ تجویز سنی تو وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور چلایا:

تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے اور تجھے نیست و نابود دیکھے' اے خطاب کے بیٹے! پیغمبر خداؐ نے اسے مقرر کیا ہے تو کہتا ہے کہ میں اسے معزول کر دوں؟ عمرؓ ابوبکرؓ کے پاس سے گیا تو حیران تھا کہ ابوبکرؓ جیسا دھیرے مزاج کا نرم دل کیسے اس طرح بھڑک کر جوش میں آ گیا؟ وہ پریشان سا ہو کر لوگوں کی طرف آیا۔ سبھی ابن خطابؓ کے

چہرے سے اضطراب کا حال پڑھ رہے تھے' لوگ عمرؓ کی طرف لپکے' پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ عمرؓ چیخا! جاؤ! تمہاری مائیں تمہارے سوگ میں بیٹھیں' مجھے کن چیزوں کے پیچھے لگا دیا ہے کہ تمہاری خاطر میں نے رسول خداؐ کے فرمان کو نہیں دیکھا۔

ابوذرؓ چل پڑا' خدا کا شکر ادا کیا' اس نے سپاہ اسامہؓ کے ساتھ کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا' جنگ کا نقارہ بجا اور فوج حرکت میں آئی۔ ابوذرؓ بھی ان کے ساتھ انتہائی اطمینان اور اعتماد سے ابوبکرؓ کی سیاست کے مطابق راہ خدا میں جہاد کی نیت سے روانہ ہوا۔

ابوذرؓ نے ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں دوسرے سپاہیوں اور اسلام کے جنگجوؤں کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی تھی' اس نے عظیم تمدن اسلامی کے لئے اپنی کوششیں صرف کیں اور اسی طرح ملکی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے اس نے بہت ہی ایثار سے کام کیا اور کسی وقت بھی اپنا تقویٰ و زہد کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا' ابوبکرؓ بھی بہت ہی پارسا اور زاہد آدمی تھا' اس لئے کبھی بھی ابوذرؓ ابوبکرؓ کی تنقید کا نشانہ نہیں بنا۔ ہر لحہ اسلام کی شوکت وعظمت میں اضافہ ہوتا چلا گیا' لیکن ابوذرؓ انتہائی تنگدستی اور سادگی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتا' عزت اور حکومت کی سادگی اس وقت گویا روح ایمان تھی اور اسلامی معاشرے کی زندگی عقیدہ اور جہاد پر استوار تھی' وہ مسلمانوں کی ایک برادری اور برابری کو دیکھ کر مسرور ہوتا رہتا۔

قفل فتنہ

ابوبکرؓ بیمار پڑا تو اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے خلافت عمرؓ کے سپرد کر دی۔ (کس حق اور کس میزان کی رو سے؟) ابوذرؓ نے ابوبکرؓ کے انتقال کی خبر سنی تو غمگین ہوا'

چند دن مدینہ میں رہا' پھر اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر شام کی طرف چل دیا۔ شام میں ایک دن وہ مسجد میں بیٹھا تھا' لوگ اس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے' ہر قسم کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی' ان میں سے ایک نے کہا: اے ابوذرؓ! کیا تو بھی ابوہریرہ کی طرح' جو کہ امیر بحرین ہو گیا ہے' پستی اور عاجزی کو نہیں اختیار کرو گے؟

ابوذرؓ نے کہا: مگر میں امیر بننا ہی کب چاہتا ہوں؟ میرے لئے تو روزانہ پانی یا دودھ اور ہفتے بھر میں ایک پیمانہ گندم کافی ہے۔

دوسرے شخص نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ امیرالمومنین عمرؓ نے ابوہریرہ کے ساتھ کیا کیا؟

انہوں نے کہا: نہیں!

اس نے کہا: عمرؓ نے اس کی دولت کا حساب لگایا اور اس سے کہا: میں نے تجھے بحرین میں مقرر کیا تو ایک جوڑا جوتا بھی تمہارے پاس نہ تھا' پھر اس وقت مجھے خبر ملی کہ تو نے ایک ہزار اور چھ سو دینار میں کچھ گھوڑے خریدے ہیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ کچھ تو میرے گھوڑوں کی نسلوں کی افزائش ہوئی ہے اور کچھ لوگوں نے پیش کئے ہیں۔ عمرؓ نے کہا: میں نے تیری آمدنی اور خرچ وغیرہ کا حساب کیا ہے' یہ اس سے زیادہ ہیں' تم یہ واپس دے دو۔ ابوہریرہ نے کہا: میں واپس نہیں دوں گا۔ عمرؓ نے کہا: خدا کی قسم! میں تمہاری کمر توڑ کے رکھ دوں گا' پھر کوڑے کے ساتھ ابوہریرہ کی پشت کو اس قدر پیٹا تھا کہ وہ لہولہان ہو گیا' پھر اس سے کہا کہ جاؤ ابوان کو لے کر آؤ۔ ابوہریرہ نے کہا: وہ میں نے خدا کی راہ میں دے دیئے۔ عمرؓ نے کہا کہ اگر یہ حلال کے راستے سے تیرے ہاتھ لگے ہوتے اور تو خود دیتا تو ٹھیک تھا' تو بحرین کے آخری علاقے سے آیا ہے' تو مالیات اپنے لئے اکٹھا کرتا ہے' مسلمانوں کے لئے نہیں' تیری ماں نے تو سوائے

گدھے چرانے کے تجھے اور کوئی کام نہیں سکھایا۔

ابوذرؓ: جو کچھ خدا اور اس کے پیغمبرؐ کی خوشنودی کی خاطر تھا' عمرؓ نے تو وہ کیا' کیونکہ جس کے ہاتھ میں زمام اقتدار ہو وہ اپنا نفع نہیں دیکھا کرتا' وہ خالصۃً عوام الناس کی منفعت کے لئے کام کرتا ہے۔

لوگوں کے درمیان گفتگو شروع ہوئی' اس دوران حاکم شام حبیب بن مسلم کی طرف سے ایک قاصد مسجد میں داخل ہوا' وہ ابوذرؓ کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا' جب وہ مل گیا تو کہنے لگا: میرے آقا نے مجھے تیرے لئے تین سو دینار دیئے ہیں تا کہ تیری ضروریات کی خاطر تجھے دوں۔ ابوذرؓ نے کہا: اسی کو واپس کر دو' کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم سے زیادہ عزیز اسے کوئی نہیں ملا؟ ہمارے لئے تو صرف ایک چھت ہی کافی ہے جس کے نیچے ہم نے پناہ لے رکھی ہے اور چند بکریاں اور ایک خادم جو کہ ہمارے حقوق میں سے ہمیں انہوں نے دیا ہوا ہے' بس اس کے علاوہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوذرؓ نے اپنی تنخواہ لی تو عبداللہ صامت اور ایک کنیز کے ساتھ گھر سے باہر چل دیئے اور ایک بازار کی طرف چلے گئے' کنیز ابوذرؓ کے لئے اجناس خرید رہی تھی' آخر میں چند فلس اس کے پاس باقی بچے وہ اس نے ابوذرؓ کو واپس دے دیئے' ابوذرؓ نے سارے کے سارے غرباء کو دے دیئے۔ عبداللہ صامت نے کہا: گھر کا خرچہ تمہارے پاس ہے' تیرے ہاں مہمان آتے رہتے ہیں' بہتر تو یہ تھا کہ ان کو سنبھال کر رکھتا۔

ابوذر: میرے دوستؐ نے مجھے یہ بتایا ہوا ہے کہ جو بھی سونا چاندی جمع کیا جائے تو وہ اس وقت تک اپنے مالک کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہے' جب تک کہ اس کو

راہ خدا میں نہ دیا جائے۔

عمرؓ نے اپنے عوام کی سرکشی ختم کرنے کے لئے شام کی طرف سفر کیا' لوگ اس کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اردگرد جمع ہو گئے۔ عمرؓ نے ابوذرؓ کو دیکھا تو اس نے بڑی گرمجوشی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

ابوذرؓ: (مذاق سے) میرا ہاتھ چھوڑ دو' اے قفل فتنہ!

عمرؓ: ابوذرؓ! یہ قفل فتنہ کیا ہے؟

ابوذرؓ: ایک دن ہم پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ تو آیا' لوگ بہت زیادہ بیٹھے ہوئے تھے' تو نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر ہمارے پاس آئے چنانچہ تو محفل کے آخر میں بیٹھ گیا' اس وقت حضورؐ نے تمہاری طرف اشارہ کر کے فرمایا: جب تک یہ شخص تم لوگوں کے درمیان موجود ہے' تمہیں کسی قسم کا فتنہ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

ابوذرؓ ہمیشہ عمرؓ کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا' ایک دن اس نے دیکھا کہ عمرؓ نے اپنا سر گریبان تک جھکایا ہوا ہے' اس نے کہا: میں تجھے افسردہ اور غمناک کیوں دیکھ رہا ہوں؟

عمرؓ: ایک شخص کو میں نے ہوازن کے مالیات پر مامور کیا تو اس نے قبول نہیں کیا۔ میں نے اسے دیکھا تو کہا: تو نے کیوں قبول نہیں کیا؟ کیا تم ہماری فرمانبرداری نہیں کرتے؟

اس نے کہا: کیوں نہیں' لیکن میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ فرما رہے تھے: جو کوئی مسلمانوں کے امور میں سے ایک کام اپنے ذمے لیتا ہے' قیامت کے دن اس کو دوزخ کے پل پر نگاہ میں رکھا جائے گا' اگر وہ سچا خادم ہوگا تو اس کی نجات ہو جائے گی اور اگر خیانت کار ہوگا تو پل شگافتہ ہو جائے گا اور وہ ستر سال تک دوزخ میں گرا رہے

گا۔

ابوذر: کیا تو نے خود یہ رسولؐ سے نہیں سنی ہے؟

عمرؓ: نہیں۔

ابوذر: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا' وہؐ کہہ رہے تھے: جو کوئی لوگوں میں سے ایک فرد کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لے' قیامت کے دن اس کو لایا جائے گا اور دوزخ کے پل پر اس کو نگاہ میں رکھا جائے گا' وہ خادم ہو گا تو نجات پائے گا اور اگر خائن ہو گا تو پل شگافتہ ہو جائے گا اور وہ ستر سال تک وہاں رہے گا۔ اب ان دونوں احادیث میں سے کون سی زیادہ دردناک ہے؟

عمرؓ: دونوں سے میرے دل میں درد سا اٹھتا ہے' کوئی ہے جو خلافت تمام کی تمام مجھ سے لے لے؟

ابوذرؓ: ہاں! جس کی خدا نے ناک کاٹ دی ہو اور جس کے چہرے پر خاک مل دی ہو (یہ اس شخص کی بدبختی اور بیچارگی کا کہنا یہ ہے جو کسی قوم کی ذمہ داری اپنے اوپر لے) لیکن اب میں سوائے نیکی کے کچھ بھی نہیں دیکھ رہا اگر خلافت اس کے سپرد کرو گے' جو عدالت سے کام نہ لے تو شاید گناہوں سے نجات بھی نہ پا سکے۔

عمرؓ اداروں کے امور' حکام اور با موثرین کے معاملات میں تحقیق کر رہا تھا اور مساوات کے پھیلاؤ کی کوشش میں تھا۔ عوام الناس نے عمرؓ سے تقاضا کیا کہ بلالؓ کو حکم دیں تا کہ وہ اذان دے۔ رسول خداؐ کے موذن بلالؓ نے وفات رسولؐ کے بعد اپنے لب ہی سی لئے تھے' اس کی روح پرور اور موثر آواز جو مسلمانوں کے دلوں میں گہرائیوں تک سرایت کر جاتی تھی' اب خاموش ہو گئی تھی۔ مومنین چاہتے تھے کہ رسولؐ کے دور کی یاد ایک مرتبہ پھر زندہ ہو جائے' وہ چاہتے تھے کہ ایک بار پھر بلالؓ اذان دے۔ عمرؓ نے

بلالؓ کی طرف رخ کر کے کہا: بلالؓ! اذان کہو۔ بلالؓ کھڑا ہوا اور بڑی ہی غمزدہ آواز میں اذان کہی۔ وہ آواز جس سے سالہا سال تک مدینہ گونجتا رہا تھا اور مسلمانوں کو اس آواز سے ایک خاص محبت سی ہو گئی تھی۔ اس آواز سے ابوذرؓ کی روح تڑپ اٹھی' اس کی سوچوں کا طائر مدینہ میں پرواز کرنے لگا' اپنے تصور کی آنکھ سے اس نے پیغمبرؐ کو مسجد میں دیکھا کہ بیٹھے ہیں اور اصحابؓ حلقہ کئے ہوئے ہیں' وہ انہی روح فرسا یادوں میں کھویا ہوا تھا۔

اشھد ان محمدا رسول اللہ

اشھد ان محمدا رسول اللہ

بلالؓ مزید جاری نہ رکھ سکا۔ ابوذرؓ زار زار رونے لگا' اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی' اذان ادھوری رہ گئی اور بلالؓ خاموش ہو گیا' ابوذرؓ بھی حزن و ملال کے سکوت میں کھو گیا اور اپنے محبوب محمدؐ کے بارے میں سوچنے لگا۔

کی بڑی تھیلی جو ہم لائے ہیں' وہ دے دو۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ قاصد وہ تھیلی لے کر آ گیا' اس تھیلی میں دس ہزار درہم تھے' عمرؓ نے وہ بیت المال کی تحویل میں دے دیئے۔

ابوذرؓ: بخدا مجھے تعجب ہوتا ہے ان صحابہ کرامؓ پر جو مال دنیا پر شیفتہ ہو جاتے ہیں اور وہ روپے پیسے اور سونے چاندی کی اہمیت اور قدر قیمت کے قائل ہیں' باوجود اس کے کہ انہوں نے رسول خداؐ کے اقوال سن رکھے ہیں' جو کہ فرمایا کرتے تھے: میںؐ اور دنیا؟

میریؐ اور دنیا کی داستان ایک ایسے سوار کا قصہ ہے جو موسم گرما کے ایک تپتے ہوئے دن میں سفر کر رہا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے درخت کے سائے تلے استراحت کے لئے بیٹھ جاتا ہے' پھر اس جگہ کو چھوڑ جاتا ہے۔

ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

المال و البنون زینۃ الحیوۃ الدنیا (سورۂ کہف)

''مال و دولت اور اولاد اس دنیا کی زندگی کی زیب و زینت ہیں۔''

ابوذرؓ نے کہا: حیرت ہے اس شخص پر' جو جہان باقی پر ایمان رکھتا ہے پھر بھی اس دھوکے کی دنیا کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

خداوند بزرگ و برتر نے فرمایا کہ

والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا (سورۂ کہف آخری آیہ ۴۶)

''تیری جو نیکیاں تجھ سے باقی رہیں گی' تمہیں ہر حال میں انہی کا

اجر ملے گا۔"

نافع طاحی بصرہ پہنچا' شہر کے حاکم عبداللہ عامر کے گھر کی طرف گیا' اس کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ عبداللہ نے اس کی حاجت پوچھی' نافع نے کہا میں شام میں تھا' ابوذرؓ سے ملاقات ہوئی' اسی نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ عبداللہ نے جب ابوذرؓ کا نام سنا اور محمدؐ کے اس متقی' پارسا اور پاکدامن صحابیؓ جو ایک سادہ اور زاہدانہ زندگی گزارتا تھا' اس دور کی یادیں اس کے ذہن میں آنے لگیں کہ وہ پاکباز معنوی پاکیزگی میں ہی غرق رہتا تھا۔ نافع نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس نے تجھے سلام بھیجا ہے اور کہتا ہے کہ ہماری خوراک کھجور ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے' ہم بھی تمہاری طرح کی زندگی گزار رہے ہیں۔

عبداللہ نے جب یہ بات سنی تو شدید قسم کی غمناک سی کیفیت اس پر چھا گئی' اس نے اپنے گریبان کے بٹن کھول دیئے' اپنا سر جھکا لیا اور اس قدر رویا کہ اس کا گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

انقلاب پسند

شام میں خبر پہنچی کہ ابولُولُو ایرانی' جو ایک غلام تھا اور وہ کوفہ سے مدینہ لے جایا گیا تھا' نے عمرؓ کو نماز پڑھانے کے دوران قتل کر دیا ہے اور عمرؓ نے خلافت شوریٰ کے ذریعے علیؑ' عثمانؓ' عبدالرحمٰن عوف' سعد ابی وقاص' زبیر اور طلحہ کے سپرد کر دی ہے۔ ابوذرؓ نے خود سے کہا: خلافت علیؑ کا حق ہے' خدا کی قسم! کوئی بھی انؑ سے زیادہ خلافت کا سزاوار نہیں ہے۔

اس نے فیصلہ کیا کہ مدینہ چلا جائے اور جس طرح پیغمبرؐ کی صحبت میں زندگی بسر کرتا تھا' اب اس کے دوست علیؑ کے ساتھ زندگی گزارے۔

اس نے اپنی زوجہ اور بیٹی کو لیا اور مدینے جانے والے ایک قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ سارا راستہ وہ علیؑ کے بارے میں سوچتا رہا' وہ یہ فکر کر رہا تھا کہ اب اس کے درخشاں مستقبل کی بنیاد علیؑ کے دو مضبوط اور توانا ہاتھوں سے رکھی جائے گی اور جو برابری اور مساوات اب مسلمانوں کے درمیان روا رکھی جانی تھی اس کو اپنی نظروں میں مجسم دیکھ رہا تھا اور اسے ان تصورات میں بڑا لطف مل رہا تھا' اس کی امیدوں کے مطابق اسلام کا مستقبل اب خدشات سے محفوظ' پراطمینان اور دل و جان کے لئے خوشگوار تھا۔ یونہی وہ چلا جا رہا تھا اور مسلمانوں کے نئے' دلیر' انصاف پسند اور پاکدامن

سیاستدانوں کے بارے میں سوچ رہا تھا' راستے میں جو قافلہ مدینہ سے شام جا رہا تھا' اس سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس کی تمام تمنائیں اور شیریں خیالات ایک دم دم توڑ گئے' غم کی سنگینی سے اس کو وحشت سی ہونے لگی' اس نے سنا کہ عثمان ابن عفان مسلمانوں کی خلافت کے لئے منتخب ہو گیا ہے۔ سوچوں میں اس نے سر کو جھکا دیا اور ایک غمناک سا سناٹا اس پر طاری ہو گیا۔ وہ زیرلب کہنے لگا۔ عثمان؟ عثمان مقدس انسان ہے' اس میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن اس بزرگوار میں عمرؓ کا جانشین ہونے کی اہلیت' ارادہ اور دوراندیشی نہیں ہے' وہ پھر کس طرح عمرؓ کی جگہ لے سکتا ہے؟

قافلہ مدینے پہنچ گیا اور ابوذرؓ سفر سے سیدھا علیؑ کے پاس گیا' سلام کیا اور بیٹھ گیا' ان دونوں کے مابین گفتگو کے بعد ابوذرؓ کو اندازہ ہوا کہ عثمانؓ کا انتخاب کس طرح عمل میں آیا ہے اور علیؑ نے اپنا حق لینے کے لئے شدت کا اظہار کیوں نہیں کیا ہے۔ پھر اس نے علیؑ کی طرف رخ کیا اور کہا:

خدا کی مرضی یہی رہی ہے اور اس کی رضا پر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہیں۔

ابوذرؓ مدینہ میں ہی رہا' وہ عثمانؓ کے اندر بنی امیہ کی طرف میلان اور رغبت مشاہدہ کرتا تھا' سلطنت اسلامی میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ خلافت نے سلطنت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور حکومت اسلامی میں بادشاہی کروفر اور تکلفات نمودار ہو گئے ہیں' تقویٰ و پرہیزگاری کی بجائے اسلامی مملکت میں دنیا طلبی اور شہوت پرستی غالب آ گئی ہے۔ وہ اس بات کا خوب جائزہ لے رہا تھا کہ پیغمبرؐ کے بہت سے اصحاب کی ہیئت بالکل ہی تبدیل ہو گئی ہے۔ زبیر' طلحہ اور عبدالرحمٰن عوف (مجلس شوریٰ میں عثمانؓ کے مشیر) نے بہت سی جائیدادیں اور مال و دولت حاصل کر لیا ہے' سعد بن ابی وقاص نے ''عقیق'' میں ایک بہت ہی عالیشان گھر بنا رکھا تھا جس کے بڑے بڑے

ہال کمرے تھے اور صحن بھی بہت بڑا تھا' یہ ایک بلند و بالا عمارت تھی۔

ابوذرؓ یہ سب خرافات دیکھ رہا تھا' اب ان سے محاذ آرائی کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا' اس نے بغاوت کر دی اور فرمانروائے وقت سے ڈرے بغیر وہ لوگوں کو تقویٰ اور مساوات کی طرف دعوت دینے لگا' وہ بہت ہی بیباکی سے عثمانؓ اور اس کے برے سلوک کو اچھالتا تھا۔

ایک دن اسے پتہ چلا کہ عثمانؓ نے تمام قلعہ خیبر اور پورے افریقہ کے مالیات کا ۱/۵ اپنے چچا مروان حکم کو بخش دیا' یہ اس کا وہ چچا تھا جس کو اس کے باپ سمیت حضورؐ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ تیس ہزار درہم اس نے حرث بن ابی العاص کو' ایک لاکھ درہم زید بن ثابت کو دیئے۔ ابوذرؓ نے یہ آیت مسجد میں بیٹھ کر پڑھی:

والذین یکنزون الذھب و الفضۃ
ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ
فبشرھم بعذاب الیم (سورۂ توبہ ۳۴)

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی وعید سنا دو۔''

مروان نے سنا کہ ابوذرؓ اس پر اور عثمانؓ پر سخت حملہ کر رہا ہے' اس نے اس بات کی خبر عثمانؓ کو دی۔ عثمانؓ نے اپنا غلام نائل ابوذرؓ کے پیچھے بھیجا' ابوذرؓ عثمانؓ کے پاس آیا' ابھی عثمانؓ کی نظر اچھی طرح اس پر پڑی بھی نہیں تھی کہ کہا: اے ابوذرؓ! کیونکہ مجھے تمہارے بارے میں پتہ چل چکا ہے' اب تو یہ سب چھوڑ دے۔

میری طرف سے تجھے کیا خبر ملی ہے؟

میں نے سنا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتا ہے۔

وہ کس طرح؟

میں نے سنا ہے کہ تو سوائے اس آیت کے

والذین یکنزون الذھب والفضہ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم

مسجد میں کچھ اور نہیں پڑھتا۔

کیا عثمانؓ' خلیفہ رسول خداؐ مجھے کتاب خدا پڑھنے سے اور جو لوگ اس کے احکام کی پابندی چھوڑ چکے ہیں' ان سے مبارزہ کرنے سے روک سکتا ہے؟ قسم بخدا! میں یہ بات پسند کرتا ہوں اور بہتر سمجھتا ہوں کہ عثمانؓ کو خشمگیں کر کے خدا کو خوشنود کروں' بجائے اس کے کہ میں عثمانؓ کو راضی رکھوں اور اپنے خدا کو ناراض کروں۔

عثمانؓ کے چہرے پر انتہائی غصے کے آثار تھے' اس نے پھر کوئی جواب نہ دیا' وہ خاموش ہو گیا' پھر یہ سکوت طویل ہوتا گیا' ابوذرؓ ایک عزم راسخ اور مصمم ارادے کے ساتھ وہاں سے نکلا۔

ابوذرؓ اور علیؑ آپس میں اکثر ملتے رہتے تھے' ابوذرؓ کے تند و تیز حملے عثمانؓ اور اس کی سلطنت پر تیز تر ہوتے جا رہے تھے' عثمانؓ کوئی بہانہ ڈھونڈ رہا تھا کہ اس فسادی کو جلاوطن کر کے ماحول کو آسودہ کرے اور ہر لحظہ اس کے یہاں رہنے سے جو خطرات بڑھ رہے تھے ان کو نابود کرے۔ ایک دن ابوذرؓ عثمانؓ کے پاس آیا' کعب الاحبار' یہودی پادری جو عمرؓ کے زمانے تک مسلمان نہیں ہوا تھا' وہ عثمانؓ کا مشیر تھا' وہ اس کے پاس بیٹھا تھا اور دونوں بات چیت کر رہے تھے۔ عثمانؓ نے کعب کی طرف رخ کر کے کہا کہ فرمانروا کے لئے جائز ہے کہ وہ مال و دولت جس کو جس وقت چاہے دے سکتا ہے۔

ابوذرؓ: نہیں جائز نہیں ہے۔

کعب الاحبار: اس میں حرج کوئی نہیں ہے۔

ابوذرؓ (کعب سے مخاطب ہو کر): یہودی زادے! تو ہمارا دین ہمیں سکھاتا ہے؟ کعب نے شکوہ بھری نظروں سے عثمانؓ کو دیکھا' عثمانؓ نے کہا: مجھے تو کتنی تکلیف دے رہا ہے اور تیری زبان کے لگائے ہوئے زخم میرے دوستوں پر زیادہ سے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ابوذرؓ اور عثمانؓ کے درمیان سخت جھگڑا ہونے لگا' عثمانؓ نے غصے سے بھرپور آواز میں اس سے کہا: چلے جاؤ شام۔

اشتراک پسند (کمیونسٹ)

ابوذرؓ شام پہنچا' معاویہ سبز محل بنا رہا تھا' ہزاروں کاریگر اس کام میں مشغول تھے' معاویہ انتہائی خوشی اور شادمانی سے وہاں کھڑا تھا۔ ابوذرؓ وہاں سے گزر رہا تھا' جب اس نے یہ منظر دیکھا تو معاویہ کی طرف رخ کر کے کہا:

معاویہ! اگر اس محل کو لوگوں کے مال میں سے بنا رہے ہو تو خیانت ہے اور اگر اپنے مال سے بنا رہے ہو تو یہ اسراف ہے! معاویہ کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ابوذرؓ اپنے راستے پر ہو لیا اور مسجد میں جا کر بیٹھ گیا' مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور معاویہ کی شکایت کی اور کہا کہ ایک مدت گزر گئی ہے اور اس نے ابھی تک ان کی تنخواہ نہیں دی ہے۔ ابوذرؓ نے اپنے سر کو ذرا جھکا لیا' پھر ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کے پاس چلا گیا' کہنے لگا: جو واقعہ پیش آیا ہے' مجھے تو کبھی بھی ایسے واقعہ سے واسطہ نہیں پڑا' خدا کی قسم! ایسے اعمال نہ تو کتاب خدا میں ہیں اور نہ ہی سیرت پیغمبرؐ میں ملتے ہیں۔ بخدا! میں دیکھ رہا ہوں حق پامال ہو گیا ہے اور باطل زندہ ہو گیا ہے' سچے کو جھوٹے کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے' ہر طرف فتنہ و آشوب پھیل گیا ہے' نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔

''جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں

کرتے، جس دن اس مال کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا' پھر
اس سے ان کی پیشانیاں' ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی
جائیں گی۔'' (سورہ توبہ)

اے دولت مندو! فقراء کے ساتھ مساوات سے کام لو۔

اے سرمایہ دارو! تو جان لے کہ ہر دولت میں تین شریک ہیں: ایک تیری قسمت جو تیرے اموال کے ضیاع میں تیری اجازت نہیں لیتی' دوسرا وہ وارث جو اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ تو بستر مرگ پر سر رکھے اور وہ تجھ سے تیرے اموال چھین لے اور تو خدا کی بارگاہ میں مقروض رہے اور تیسرا ابھی تو خود ہی ہے' اگر تو ایسا کر سکے تو اپنے دونوں شریکوں سے زیادہ کمزور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا
مما تحبون (سورۂ آل عمران' ۹۲)

''تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ کرو
جس سے تم محبت کرتے ہو۔''

اے سرمایہ دار! کیا تو نہیں جانتا کہ جب انسان مرتا ہے تو پھر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دے سکتا' مگر وہ لوگ جو اپنے پیچھے زندہ جاوید کارنامے چھوڑیں کہ لوگ ان سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہیں' یا علم و دانش جو سب کے لئے سودمند ہو یا صالح فرزند کہ وہ بعد میں بھی یاد رکھے۔

پیغمبرؐ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ سے کہا کہ اے نبیؐ! اگر تو کہے تو میں تیرے لئے بطحا کو سونے کا بنا دوں۔ میںؐ نے عرض کیا: نہیں اے پروردگار! میںؐ یہ

پسند کرتا ہوں کہ ایک دن میں بھوکا رہوں اور ایک دن سیر، بھوک کے دن تیری بارگاہ میں آہ و زاری کروں اور سیری کے دن تیرا شکر ادا کروں۔ تم لوگ اپنے لئے ریشمی کپڑے اور اعلیٰ ترین قسم کے پردوں کا انتخاب کرتے ہو اور کھردرے کپڑے تمہارے نازوں سے پلے جسموں کے لئے آزار کا باعث ہیں جبکہ تمہارے رسول چٹائی پر سوتے تھے، تم لوگ طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو جبکہ تمہارے پیغمبر نان جویں بھی پیٹ بھر کے نہیں کھاتے تھے۔

اے سرمایہ دار! کیا تو نہیں جانتا کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے: اے خدا! جو لوگ تیری راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کو صلہ عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: اے خدا! جو لوگ سرمایہ جمع کرتے ہیں ان کو ہلاک کر دے۔

لوگوں نے اس کی تقریر سنی، محروم طبقہ تو خوش تھا مگر سرمایہ دار ڈر کے مارے لرزنے لگے۔ جندب بن مسلمہ فہری نے بہت سے لوگوں کو ابوذرؓ کے گرد دیکھا، اس نے خود سے کہا کہ یہ تو بہت بڑا فتنہ ہے، پھر سیدھا معاویہ کے پاس گیا اور کہا: ابوذرؓ یقیناً اہل شام کو تجھ سے لڑوا دے گا، اگر تم شام کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں کے دل جیتو۔

معاویہ نے اپنا سر جھکا لیا اور سوچ میں ڈوب گیا کہ آیا اس پر کوئی دباؤ ڈالنا چاہئے؟ نہیں کیونکہ اس طرح فتنے کی آگ بھڑک اٹھے گی، تو پھر کیا عثمانؓ سے اس کی شکایت کرے؟ عثمانؓ کیا کہہ لے گا؟ اس کو اپنی رعیت کے کسی ایک فرد کی بھی پرواہ نہیں ہے، بہتر ہے اس کو شام سے دور کر دیا جائے اور اس کو کسی جنگ پر روانہ کر دیا جائے کیونکہ وہ راہ خدا میں لڑنے کا عشق رکھتا ہے۔ معاویہ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا اور اس کے پیچھے کسی کو بھیجا، ابوذرؓ آیا۔ ابودرداء، شداد بن اوس اور عبادہ بن صامت بھی معاویہ کے

قریب بیٹھے تھے، ابوذرؓ بھی ان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اب معاویہ نے بات کرنی شروع کی:

میں نے عمرؓ کو فتح قبرص کے بارے میں لکھا کہ یہ سرزمین حمص قبرص سے قریب ترین آبادی ہے (یعنی وہاں کے کتوں اور مرغوں کے رونے کی آواز بھی سنائی دیتی ہے)۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ اس کو فتح کرنا آسان کام ہے، لیکن عمرؓ نے عمرو بن عاص کو لکھا کہ سمندر اور کشتی کے مناظر میرے لئے بیان کرو یعنی پورا نقشہ کھینچ کر بتاؤ۔

عمرو نے اس کو لکھا کہ سمندر ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو خدا نے بہت ہی بڑا بنایا ہے اس کے اندر اس کی ایک چھوٹی سی مخلوق سفر کرتی ہے، اس میں سفر کرنے کے دوران پانی اور آسمان کے علاوہ کوئی دوسری چیز دکھائی نہیں دیتی سمندر جب پرسکون ہوتا ہے تو پھر بھی دیکھ کر دل کو ہول آتا ہے (اس طرح کہ جب سمندر پرسکون ہوتا ہے تو بادی کشتیاں حرکت نہیں کرتیں) اور جب سمندر کی موجیں بپھری ہوئی ہوتی ہیں تو اس وقت بھی انسانی عقل اس کو دیکھ دیکھ کر پریشان ہوتی ہے۔ سفر کے دوران امید بہت کم ہوتی ہے زیادہ تر خوف لاحق رہتا ہے، جو کوئی سمندر میں سفر کرتا ہے وہ محض ایک کیڑے کی مانند ہوتا ہے جو لکڑی کے ایک تختے پر رکھ دیا گیا ہو جیسے ہی لکڑی ٹیڑھی ہوئی وہ وہیں غرق ہو جاتا ہے اور اگر وہ طوفان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ بھی حیران کن۔ عمرؓ نے اس کو لکھا اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، لیکن اب پھر میں نے اپنی دعوت کی تجدید کی اور عثمانؓ کو فتح قبرص کے لئے اصرار کیا اور اس نے یہ معاملہ لوگوں کے اختیار میں چھوڑ دیا، اب جس طرح چاہتے ہیں اس کے بارے میں فیصلہ کر لیں۔

ابوذرؓ نے کہا: ایک دن راہ خدا میں رہنا کسی دوسرے راستے میں ہزار روز

رہنے سے بہتر ہے' ہمیں جہاد کے لئے راہ خدا میں بلایا گیا ہے اور اس کا قبول کر لینا ہی ہمارے لئے مناسب ہے' وہاں پہ کچھ صحابہ بھی تھے انہوں نے بھی موافقت کی۔ چنانچہ کشتیاں تیار ہوئیں اور بحری فوج کے ایڈمرل نے روانگی کا پروانہ جاری کیا' چپو سنبھال لئے گئے اور اسلام کی بحری طاقت حرکت میں آ گئی' کشتیاں موجوں کا سینہ چیرنے لگیں اور آگے بڑھنے لگیں یہاں تک کہ سمندر کے درمیان میں پہنچ گئیں۔ ایک ناپیدا کنار سمندر تھا اور آسمان کی پہنائیاں' مکمل طور پر ہراساں کر دینے والا سکوت' بادی کشتیاں بھی اپنا سفر جاری رکھے ہوئے تھیں' اچانک تیز اور طوفانی ہوا کے ذریعے سمندر کے کناروں سے عورتوں کے چیخنے کی آواز بلند ہوئی اور لہروں پر غراتی ہوئی آگے بڑھی۔ موجیں جھاگ چھوڑتی ہوئی مستانہ وار رقص کر رہی تھیں اور ایک دوسرے کے اوپر اڑی جا رہی تھیں' یوں لگتا تھا جیسے ہوا جنونی ہو گئی ہے' ہوا بڑی بڑی دور تک اڑائے لئے جا رہی تھی' کبھی بہت ہی قریب آ جاتے تھے۔ فوج کو موت مجسم صورت میں اپنے مقابل نظر آ رہی تھی' ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے موت نے ان کو ہڑپ کرنے کے لئے منہ کھول رکھا ہے۔

طوفان آہستہ آہستہ تھمتا گیا' سمندر پرسکون ہوا' لہروں کی دیوانگی مدھم پڑ گئی' طوفان قابو میں آ گیا' اب ابوذرؓ کی زبان بھی کھلی اور اس نے یہ آیت پڑھی:

واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ

''اور جب سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو اس کے سوا تم جن جن کو پکارا کرتے تھے وہ سب گم ہو گئے۔''

خدا کے حکم سے مسلمان خطرے سے باہر ہو گئے اور سلامتی کے ساتھ قبرص

پہنچ گئے' مجاہدین اور قبرصیوں کے مابین جنگ کا آغاز ہوا' بڑے ہی جوش و خروش سے شمشیر زنی شروع ہوئی' مسلمان دلیر اور بہادر شیروں کی طرح دشمن کی صفوں پر ٹوٹ رہے تھے اور ان کو ڈھیر کر رہے تھے۔ مسلمان فوجی جزیرے میں آگے بڑھتے چلے گئے' اچانک تلواروں کی جھنکار کی آواز رک گئی' قبرصیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

مشترک خارجی دشمن نے شکست کھائی' اب وہاں کوئی کام نہیں تھا کہ ابوذرؓ وہاں رہتا' شام لوٹ آیا تا کہ اپنی اندرونی جنگ کو جاری رکھ سکے' معاویہ کو خوف و ہراس میں مبتلا رکھے اور سرمایہ داروں کو پریشان کرے۔ عبداللہ سبا کو پتہ چلا کہ ابوذرؓ شام لوٹ آیا ہے' وہ خاندان پیغمبرؐ اور شیعان علیؑ کے طرفداروں میں سے تھا۔ (کہتے ہیں کہ وہ یمن کے مسلمان شدہ یہودیوں میں سے تھا' خلافت ہمیشہ اس کی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے خوف و ہراس میں رہتی تھی' عثمانؓ کے خلاف شورش کرنے والوں میں پیش پیش تھا۔ علیؑ کے ساتھ اس کا عشق اس بات کا باعث بنا کہ یہودی عقائد کی وجہ سے اس کو خدا جانیں' علیؑ نے اسی لئے اس کو جلاوطن کر دیا تھا اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو آگ میں جلا دیا (ملل ونحل شہرستانی)۔ وہ ایک مشکوک شخصیت ہے مورخ معاصر اسلامی طٰہ حسین اور آقای عسکری کی تحقیق کے مطابق وہ اموی دربار کا جھوٹا شخص ہے "بہ فتنۃ الکبریٰ وعبداللہ سبا")

لوگوں کو عثمانؓ اور اس کی حکومت کے گماشتوں اور کارندوں کے خلاف اکساتا رہتا' وہ ابوذرؓ کے پاس گیا اور کہا: اے ابوذرؓ! تو واقعی اس معاویہ سے تعجب نہیں کرتا؟ وہ کہتا ہے کہ مال تو خدا کا ہے' مگر ہر چیز تو اس کی نہیں کہلا سکتی؟ جیسے وہ یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کا مال و دولت اپنے سے مختص کر لے اور مسلمانوں کا نام ہی مٹا دے۔

ابوذرؓ: کیا اس نے یہ بات واقعی کہی ہے؟

ابن سبا: ہاں! وہ اپنی ہر تقریر میں یہ بات کہتا ہے۔

ابوذرؓ: بخدا! میں تو احتجاج کروں گا۔

ابوذرؓ فوراً اٹھا اور بڑی پھرتی سے معاویہ کے محل کا رخ کیا' اجازت لے کر اندر داخل ہوا' معاویہ نے بڑی خوشدلی اور گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا' لیکن ابوذرؓ کو ان تکلفات کی پروانہیں تھی' وہ غصے سے بولا: اے معاویہ! اب تو مسلمانوں کے مال کو خدا کا مال کہتا ہے' تیرا مقصد کیا ہے؟

معاویہ (مسکرا کر): خدا تجھ پر رحمت نازل کرے ابوذرؓ کیا ہم خدا کے بندے نہیں ہیں؟ اور مال اس خدا کا نہیں ہے؟

ابوذرؓ: تم یہ نہ کہو' مسلمانوں کا مال۔ (دنیا میں ایک طرف تو خدا ہے اور دوسری طرف اس کے سوا ہر چیز اور ہر کوئی' لیکن معاشرے میں ایک طرف خدا اور لوگ ہیں اور اس کے مقابلے میں افراد یا گروہ۔ ایسے موقعوں پر ہمیشہ افراد کی جگہ لوگ کہا جا سکتا ہے' کیونکہ لوگوں کے معنی ہیں لله الحکم' الارض لله' فی سبیل الله "زمین اور سرمایہ لوگوں کا ہے افراد کا نہیں ہے۔" معاویہ کے لوگ کہتے ہیں سب چیزیں خدا کی ہیں لوگوں کی نہیں ہیں' اس طرح خدا کے نمائندے وہ ہیں اور ابوذرؓ کہتا ہے کہ لوگ خدا کے نمائندے ہیں' قرآن ہمیشہ ایسے موقعوں پر خدا کے نام کی بجائے لوگوں کو لاتا ہے ان تقرضوا اللہ قرضا حسنة "اگر تم خدا کو قرض حسنہ دو" سورۂ تغابن' آیت ۱۸)

معاویہ: بہت خوب! اب میں مال مسلمین کہوں گا۔

ابوذرؓ نے چاہا کہ چلا جائے' معاویہ نے کہا: اے ابوذرؓ! تجھے کس چیز نے ہمارے خلاف بھڑکایا ہے؟

ابوذرؓ: میں حقوق مسلمین کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ تو اس میں سے کچھ بھی ذخیرہ اندوزی نہیں کر سکتا' لیکن تو نے پیغمبر اسلامؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے برعکس اپنے لئے اور بنی امیہ کے خلاف ایک اندوختہ تیار کر رکھا ہے۔

معاویہ: ابوذرؓ! جو کچھ تو میرے متعلق سوچتا ہے اس کے برعکس میں نے ہرگز کوئی مال جمع نہیں کیا' بلکہ ذخیرہ کیا ہے تا کہ عام لوگوں کے مصرف میں لاؤں' میں نے

عوام الناس کو دولت سے محروم تو نہیں رکھا ہے' جہاں راہ خدا میں دینا چاہئے وہاں میں دیتا ہوں۔

ابوذرؓ: اس جود و بخشش سے خدا کی خوشنودی تیرے پیش نظر نہیں ہوتی' بلکہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تجھے بخشندہ کہیں' جس طرح انہوں نے تیرا نام رکھا ہوا ہے۔

اے معاویہ! تو نے غنی کو غنی تر اور فقیر کو فقیر تر بنا دیا ہے۔

معاویہ: اے ابوذرؓ! تو اب اس کام کو چھوڑ دے' تو لوگوں کو انقلاب کے لئے اکساتا ہے' وہ انقلاب جس کا انجام سوائے خدائے دانا و حکیم کے کوئی نہیں جانتا۔

ابوذرؓ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا جب تک کہ دولت مند اپنے مال کو تقسیم نہ کر دیں' پھر اس نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیرا اور باہر چلا گیا۔

معاویہ نے فکر سے سر جھکا لیا' اس بوڑھے ڈھیٹ شخص کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے' وہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے کمرے کی طرف قدم اٹھانے لگا' پھر اس کے حکم سے تین سو دیناروں کی تھیلی لائی گئی' غلام ابوذرؓ کے پیچھے بھاگا' جب راستے میں اس کے پاس پہنچا تو کہنے لگا کہ یہ معاویہ نے تجھے دی ہے۔

ابوذرؓ نے جس ہاتھ میں روپوں کی تھیلی تھی اس طرف نظر کی اور کہا:

اگر یہ اس سال کی میری تنخواہ ہے جس سے انہوں نے مجھے محروم کیا ہوا تھا' میں قبول کرتا ہوں لیکن اگر یہ بخشش ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غلام روپوں کی تھیلی لئے اسی طرح کھڑا رہا اور ابوذرؓ کو دیکھتا رہا کہ شاید وہ قبول کر لے۔

ابوذرؓ نے بڑے غصے سے کہا: اسی کو واپس کر دو! مجھے اس کی حاجت نہیں ہے'

پھر غصے میں پھنکارتا ہوا مسجد میں داخل ہوا' وہ محروم طبقہ جو معاویہ کے ظلم و تشدد اور دباؤ

کا شکار رہتا تھا' اب ان لوگوں کو ابوذرؓ نے پناہ دے رکھی تھی' وہ سب ابوذرؓ کے پاس آ گئے۔

ابوذرؓ بلند آواز سے چیخا: اے سرمایہ دارو! جو کچھ خدا نے تمہیں عطا کر رکھا ہے' راہ خدا میں دو' اس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے' اپنے اموال میں محرومین کا حق بھی جانو۔ رسول خداؐ نے فرمایا: انسان زادہ کہتا ہے: میرا مال' میرا مال' مگر تیرا تو وہی ہے جو تو کھاتا ہے نابود ہو جاتا ہے' تو پہنتا ہے اور پرانا ہو جاتا ہے' جو تو بخش دیتا ہے وہ رہتا ہے۔

اے مالدارو! اللہ بزرگ و برتر نے سرمایہ داری سے منع فرمایا ہے' رسول خداؐ نے فرمایا: وہ سونا نیست و نابود ہو جائے' وہ چاندی بھاڑ میں جائے۔ یہ بات جس طرح آپ کو بری لگی ہے اس کے دوستوں کو بھی ناگوار گزری' خود سے کہنے لگے: پھر ہم کون سا مال لیں؟

پھر دور عمرؓ کے حوالے سے کہنے لگا کہ میں ایک مرتبہ پیغمبرؐ کے پاس گیا اور کہا کہ ہم مال کس طرح حاصل کریں؟ پیغمبر محبوبؐ نے کہا: خدا کی حمد و ثنا کرنے والی زبان ہو' سپاس گزار دل ہو اور تمہاری زوجہ ایمانی کاموں میں تمہاری معاون ہو۔

اموال تو لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہیں لیکن معاویہ لوگوں سے جمع کیا ہوا تمام مالیات اپنی شان و شوکت' دربار کے محافظوں اور اپنے خاص خدمت گزاروں پر خرچ کر لیتا ہے' معاویہ یہ بھی بھول چکا ہے کہ اس کے لئے دو سوٹ (ایک گرمیوں کیلئے اور ایک سردیوں کیلئے)' حج بیت اللہ کے اخراجات اور اپنی اور اپنے خاندان کی خوراک اور اخراجات کے علاوہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ اس کو بھی چاہئے کہ قریش کے افراد کی طرح زندگی بسر کرے' نہ سب سے زیادہ امیر ہو نہ سب سے زیادہ

غریب' ایسا ہی طرز زندگی عمرؓ کا تھا' معاویہ اس کی تقلید کیوں نہیں کرتا؟ اموال تمام رعایا میں مساوی تقسیم ہونے چاہئیں' جس طرح حضورؐ کے زمانے میں اور ابوبکر اور عمرؓ کے دور میں ہوا کرتا تھا۔ معاویہ نے بہت سی جائیدادیں اور عمارتیں بنا لی ہیں اور ان کی سج دھج اور شان وشوکت پر رعایا کے اموال میں سے ہزاروں دینار بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ عمرؓ زیارت کعبہ کے لئے گیا تو اس کا آنے جانے کا خرچہ صرف سولہ دینار ہوا' پھر بھی وہ اپنے بیٹے سے یہی کہتا تھا کہ اس سفر میں ہم نے فضول خرچی کی ہے۔ عمرؓ مسلمانوں کا سردار تھا وہ اپنے حج کے سفر میں سولہ دینار صرف کر کے اس کو فضول خرچی پر محمول کرتا ہے' لیکن معاویہ ہزاروں دینار بنی امیہ کو عطا کرتا ہے پھر بھی کم سمجھتا ہے۔

اس وقت (اسی دوران) ابوذرؓ معاویہ کے خلاف اپنی تند و تیز تقریر میں انگارے اگل رہا تھا' مجمع میں کوئی شخص ایسا بھی تھا جو یہ سب سننے سے بھی خائف ہو رہا تھا' اس نے آہستہ سے ابوذرؓ کے کان میں کہا: تم نے معاویہ کو بہت تپا دیا ہے اب ذرا محتاط رہو۔

ابوذرؓ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میرے دوست محمدؐ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں حق بات کہہ دوں' خواہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور کسی کی سرزنش سے ہراساں نہ ہوں۔

اے خدا! میں خوف سے تیری پناہ میں آتا ہوں' بخل سے تیری پناہ لیتا ہوں' زندگی کے پست ترین ادوار سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی کے فریب اور موت کے شکنجے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ وہ شخص گلوگیر ہو گیا اور ابوذرؓ ان امن پسند مسلمانوں سے بیزار پھر اپنی گفتگو میں لگ گیا۔

یہ لوگ اپنی خوراک کی تیاری میں بہت ہی تکلفات سے کام لیتے ہیں' اتنی

رنگا رنگ غذائیں کھاتے ہیں کہ پھر ان کو ہضم کرنے کے لئے ان کو دوا کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے' جبکہ پیغمبرؐ تو اس دنیا سے چلے گئے' انؐ کی زندگی میں کوئی دن ایسا نہیں آیا کہ انہوںؐ نے دو قسم کے کھانے سے پیٹ بھرا ہو' ایک دن اگر خرما سیر ہو کر کھاتے تو روٹی سے پیٹ نہیں بھرتے تھے۔ اہل بیت محمدؐ کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوںؐ نے متواتر تین دن صبح و شام 'جو' کی روٹی بھی سیر ہو کر کھائی ہو' مہینے گزر جاتے اور خاندان محمدؐ والے اپنے گھروں میں روٹی اور کھانا پکانے کے لئے چولہا تک نہیں جلاتے تھے۔

حاضرین میں سے ایک نے حیرت سے پوچھا: تو پھر وہ کس چیز سے زندگی بسر کیا کرتے تھے؟

ابوذرؓ: وہ زیادہ تر کھجور اور پانی پر گزر اوقات کرتے تھے۔

پیغمبر خداؐ نے فرمایا: آدمی کا شکم سب سے برا ظرف ہے جس کو وہ بھرتا ہے' انسان کو جو غذا میسر ہو وہی لینی چاہئے اور اس طرح فرمایا: شکم پُری سے اجتناب کرو کیونکہ یہ آپ کو نماز کے لئے سست کرتی ہے' جسم کو تباہ حال کر کے روز بروز بیماری کے قریب تر کرتی ہے۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال سے کام لو' کیونکہ اسراف سے دوری میں جسم کی صحت مندی اور عبادت خدا کے لئے توانائی مضمر ہے۔ یہ خیال نہ کرو کہ رسولؐ کے صحابہؓ کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا اس لئے تقویٰ اختیار کرتے تھے' نہیں بلکہ صرف خوشنودی خدا کی خاطر اور ان وعدوں کی امیدوں کے لئے جو خدا نے ان سے کئے تھے' اس لئے انہوں نے پارسائی کو شعار بنا رکھا تھا۔ بہت سے ممالک کی فتح کے بعد جب بہت سا مال مدینہ میں آیا تو اسلامی سلطنت کا فقر غنیٰ میں بدل گیا' تو حفصہؓ نے اپنے والد سے کہا: والد گرامی! کتنا اچھا ہوتا جو آپ بھی نسبتاً نرم کپڑا پہنتے اور موجودہ خوراک سے بہتر خوراک کھاتے' خدا نے

اب ہماری روزی فراخ کر دی ہے۔ عمرؓ نے کہا: میں فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں، تم ہی بتاؤ کیا تم بھول گئی ہو کہ رسول خداؐ اپنی زندگی میں کیا کیا سختیاں برداشت کیا کرتے تھے اور اسی طرح ابوبکرؓ کس طرح زندگی گزارتے تھے؟ عمرؓ ان کی زندگیوں کے نمونے یاد کر کے رونے لگا اور کہا: ہرگز نہیں بخدا میں بھی معاشی سختیوں میں ان کا شریک رہوں گا تاکہ مجھے بھی ان کی زندگی کی سعادتوں کا کچھ حصہ مل سکے۔ رسول خداؐ غنیمت کا ۱/۵ لیا

کرتے تھے، لیکن اس میں سے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے، بلکہ انؐ کو جو کچھ ہاتھ آتا وہ راہ خدا میں دے دیتے اور اپنے کھانے کے لئے کوئی بھی چیز نہیں رکھتے تھے عائشہؓ نے ایک دن ان کو گرسنگی کے عالم میں دیکھا تو متاثر ہو کر رونے لگیں، کہا: اے رسول خداؐ! کیا آپؐ خدا سے التجا نہیں کر سکتے کہ آپؐ کو کھانا عطا کرے؟ پیغمبرؐ نے کہا: اے عائشہؓ! قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میریؐ جان ہے، اگر میںؐ اپنے پروردگار سے چاہتا کہ دنیا کے پہاڑوں کو میری خاطر سونے کا بنا دے، پھر یہ کہ جہاں کہیں میںؐ جاؤں میرےؐ ساتھ بھیج دے تو وہ ضرور میریؐ اس دعا کو سن لیتا، لیکن میںؐ اس دنیا کی گرسنگی کو سیری پر، اس کے فقر کو غنا پر اور اس کی خوشی کو اس کے غم پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عائشہؓ! محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے دنیا کے اندر کوئی اہلیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولوالعزم پیغمبروںؑ سے اس دنیا کے نیک و بد میں سوائے صبر کے راضی نہیں ہوتا، مجھے بھی اس نے انؑ کی طرح مکلّف بنایا ہے اور فرمایا ہے: صبر کرو جس طرح دوسرے پیغمبروںؑ نے صبر کیا۔ خدا کی قسم! سوائے فرمانبرداری کے میرےؐ پاس کوئی چارہ کار نہیں ہے اور بخدا جہاں تک ہو سکے گا انؑ کی طرح صبر کروں گا کیونکہ ہر طرح طاقت اور توانائی اس خدائے بزرگ و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

ایک دن جلام بن جندب، جو کہ حاکم قنسرین تھا، وہ معاویہ کے پاس جا رہا

تھا۔ معاویہ کے محل کے آگے اس نے ایک بلند قامت شخص کو دیکھا' جس کی کمر ذرا جھکی ہوئی تھی' رخسار نمایاں اور چہرہ گندم گوں اور استخوانی تھا' وہ نہایت غصے سے چیخ رہا تھا:

آتش جہنم کے شعلے تمہارے نصیب میں لکھے ہیں' اے خدا! جو لوگ منکرات کا انکار کرتے ہیں ان پر لعنت کر! اے خدا! جو لوگ امر بالمعروف کو ترک کر دیتے ہیں ان پر بھی لعنت کر۔ معاویہ کا یہ سن کر رنگ اڑ گیا اور وہ خوف کے مارے کانپنے لگا' اس نے جلام کی طرف رخ کیا اور بڑے دردناک اور مخزون لہجے میں کہا: یہ جو فریاد کر رہا ہے کیا اس کو پہچانتے ہو؟

جلام: نہیں۔

معاویہ (بڑی بیچارگی کے انداز میں): مجھے کون جندب بن جنادہ کے ہاتھوں سے نجات دلائے گا؟ وہ ہر روز ہی عین وقت پر آتا ہے اور جو کچھ تو نے سنا' وہ اونچی اونچی آواز میں کہتا ہے۔ پھر اردگرد کے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: اس کو میرے سامنے لائیں' لوگ قلعے کے باہر سے کھینچ کھینچ کر ابوذرؓ کو معاویہ کے پاس لائے اور اس کے سامنے اس کو کھڑا کر کے اس کے سراپے کو گھورنے لگے۔

معاویہ: خدا و پیغمبرؐ کے دشمن! روز ہی ہمارے سر پہ آ جاتے ہو اور پرانی اور فرسودہ باتیں دہراتے رہتے ہو' جب کبھی بھی میں نے عثمانؓ کی اجازت کے بغیر اصحاب پیغمبرؐ میں سے ایک فرد کو مار ڈالنا ہوتا تو وہ تو ہوتا لیکن تیرے قتل کے بارے میں تو چاہئے کہ عثمانؓ سے اجازت حاصل کروں۔

ابوذرؓ: میں خدا و پیغمبرؐ کا دشمن نہیں ہوں' تو اور تیرا باپ خدا و پیغمبرؐ کے دشمن تھے' جو کہ ظاہری طور پر مسلمان ہوئے ہو' باطن تمہارا ویسے ہی کافر ہے۔ (طبقات ابن سعد)

جلاوطنی

''ابوذرؓ جیسے راست باز شخص پر چرخ نیلگوں سایہ فگن ہوا اور نہ ہی
اس تیرہ بخت زمین نے اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی۔''

ابوذرؓ کی جنگ و جدل جاری و ساری تھی' سرمایہ داروں کی طرف اس کے حملے ہر لمحہ تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔ وہ سرمایہ داری سے منع کرتا تھا' وہ چاہتا تھا کہ جس طرح پیغمبرؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے ادوار میں اغنیاء اپنی دولت ناداروں کے ساتھ برابری کی بنیادوں پر تقسیم کر لیا کرتے تھے' بنی نوع انسان کے لئے اس کا یہی ایک پیغام تھا۔ ابوذرؓ کے انقلابی مزاج اور بیدار کر دینے والے پروپیگنڈہ نے معاویہ کے سبز محل کی بنیادوں کو بھی ہلا کے رکھ دیا تھا' اس نے محروم اور ضرورت مند طبقے کے سینوں میں عداوت و عناد کی آگ بھڑکا دی تھی' ہر لمحہ یہی خوف لاحق تھا کہ یہ بنی امیہ کے خاندان بھر کو جلا کے رکھ دے گی۔ ابوذرؓ کے حوصلہ دینے سے نادار طبقہ بھی دولت مندوں' سرمایہ داروں اور بردہ فروشوں سے اپنے چھنے ہوئے حقوق کی بازیابی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور جنگ پر آمادہ تھا۔ دولت مندوں کو احساس ہو گیا کہ انقلاب ہر لمحہ نزدیک تر ہو رہا ہے' انہوں نے معاویہ کا دامن تھامنا چاہا' پیغمبرؐ کے دلیر اور پارسا صحابی ابوذرؓ کے پروپیگنڈہ کے نتیجے میں جن خطرات نے انہیں خوف و ہراس میں مبتلا کر رکھا

تھا' اب وہ اس سلسلے میں معاویہ کے پاس پناہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے معاویہ سے ابوذرؓ کی شکایت کی' معاویہ نے ابوذرؓ کو بلا بھیجا' اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اب اس کام کو ایک دم نمٹا دے گا اور ابوذرؓ نے جو آگ شام میں لگائی تھی اس کے شعلے روز بروز تیزی کے ساتھ قدیم اشراف اور نو دولتیوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہے تھے' معاویہ اس آگ کو فرو کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی سلطنت بھی کمزور ہو رہی تھی اور اس کی آرزوئیں بھی خاک میں مل رہی تھیں۔

ابوذرؓ کا قد لمبا تھا' جسم دبلا پتلا' مگر اس کے گندم گوں چہرے پر عزم مصمم کے آثار نمایاں تھے' معاویہ کے محل میں داخل ہوا تو معاویہ اس کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا' اس کے آگے لپک کر اس کو بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا' پھر اس نے غلاموں کو آواز دی اور حکم دیا کہ کھانا لاؤ' چنانچہ شاہی دسترخوان بچھایا گیا اور انواع و اقسام کے ایسے ایسے عمدہ کھانے اس کے آگے رکھے گئے جو کبھی چشم ابوذرؓ نے دیکھے نہ تھے۔ معاویہ نے درخواست کی کہ کھانا کھاؤ' ابوذرؓ نے قبول نہیں کیا' کہنے لگا: پیغمبرؐ کے زمانے میں میری خوراک ہفتے بھر کی تقریباً ایک کلو رہی ہے اور قسم بخدا! میں اس پر کسی قسم کا اضافہ نہیں کرنا چاہتا تاکہ مجھے اپنے محبوبؐ کا دیدار نصیب ہو سکے۔

پھر اس نے معاویہ کی طرف رخ کیا اور بڑے ہی موثر لب و لہجے اور دلنشیں انداز میں کہا: تم نے سب کچھ تو تبدیل کر دیا ہے' اب تمہارے لئے جو چھانے جاتے ہیں جبکہ ماضی میں ایسا نہ تھا' دو آتشہ روٹی پکاتے ہو' دو دو سالن کھاتے ہو' تمہاری غذائیں بھی قسم قسم کی ہیں' صبح ایک لباس زیب تن کرتے ہو تو شام کو دوسرا جبکہ پیغمبر خداؐ کے زمانے میں تم ایسا نہیں کرتے تھے۔

معاویہ: وہ کوئی اور زمانہ تھا جو گزر گیا' اب ہم دوسرے ممالک میں ہیں' اگر

ان کے ساتھ برابر میں شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ نہ رہیں تو وہ ہمیں پست اور خوار و زبوں خیال کریں گے۔

ابوذرؓ: ہرگز نہیں! میں تو ہرگز اپنی ہیئت میں تبدیلی نہیں لاؤں گا' کیونکہ ہوسکتا ہے اگلے جہان میں تم لوگوں میں رسول خداؐ کے قریب ترین میں ہوں۔ میں نے پیغمبرؐ سے سنا' وہ فرما رہے تھے: قیامت میں میرے نزدیک ترین افراد وہ ہوں گے جو اس جہان کو ترک کر دیں' اس دن کی طرح جیسے میں نے ان کو اس جہان میں ترک کیا اور خدا کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔

معاویہ: اے ابوذرؓ! دولت مند لوگوں نے تیری شکایت کی ہے' وہ کہتے ہیں کہ تو غریبوں اور ناداروں کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتا ہے۔

ابوذرؓ: میں ان کو سرمایہ داری اور ذخیرہ اندوزی سے منع کرتا ہوں۔

معاویہ: وہ کیوں؟

ابوذرؓ: کیونکہ حکم خدا ہے: جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں انفاق (انفاق (نفق: حفرہ' گڑھا) یعنی گڑھے کو پُر کرنا' یہاں مراد حفرہ اجتماعی یعنی فاصلہ طبقاتی مراد ہے) نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔ میں بھی ان دولت کے پجاریوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیتا ہوں۔

معاویہ: یہ آیت اہل کتاب (قرآن پاک سے پہلے آسمانی کتابوں کے پیروکار' یہودی' عیسائی' زرتشتی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابوذرؓ: نہیں' یہ ہمارے لئے بھی ہے اور ان کے لئے بھی ہے۔

معاویہ: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ان کاموں سے باز آ جاؤ۔

ابوذرؓ: بخدا! میں لوگوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف بلاتا رہوں گا اور لوگوں

کو سرمایہ داری سے اجتناب کی دعوت بھی دیتا رہوں گا اور سرمایہ داروں کو بھی دردناک عذاب کا مژدہ سناتا رہوں گا۔

معاویہ: تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہے کہ ایسے کاموں کو ختم کر دو۔

ابوذرؓ: خدا کی قسم! میرا جدال اختتام پذیر نہیں ہو گا جب تک کہ تمام رعایا میں دولت مساوات سے تقسیم نہ ہو جائے۔

معاویہ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا: اے ابوذرؓ! یہ کام میرے تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا' محتاط رہو!

ابوذرؓ (بے پروائی اور سرد مہری سے) کہہ دو! جو خدا نے مقرر کر دیا ہے اس کے علاوہ ہمیں نہیں پہنچے گا۔ (سورۂ توبہ ۵۱)

معاویہ نے ابوذرؓ کو اپنے محل سے نکال باہر کیا اور حکم دیا کوئی اس کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرے۔ ابوذرؓ سیدھا مسجد گیا' وضو کر کے بیٹھ گیا اور دوبارہ قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ اس دوران اس کی چھوٹی سی بیٹی جس کے تن پر کھردرا سا لباس تھا' ہاتھ میں ٹوکری پکڑی ہوئی تھی' پچکے ہوئے گالوں اور زرد چہرے کے ساتھ آئی' وہ آ کر ابوذرؓ کے آگے کھڑی ہو گئی اور کہا:

اے والد گرامی! جاگیردار اور سرمایہ دار کہتے ہیں کہ یہ پیسے آپ کی آمدنی سے زائد ہیں۔

میری چھوٹی سی بیٹی! ان کو چھوڑ دو! خدا کے کرم سے تیرا باپ سیاہ و سفید میں سے سوائے ان چند سکوں کے کچھ نہیں رکھتا۔

منادی نے لوگوں کو نماز جمعہ کے لئے بلا لیا' معاویہ منبر پر گیا اور لوگوں سے خطاب کیا: کہ مال ہمارا ہے' ہم جس کو چاہیں بخش دیتے ہیں اور جس کو چاہیں محروم کر

دیتے ہیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز سے دلیری سے کہا: ہرگز نہیں! مال ہمارا ہے' جو کوئی ہمیں اس سے محروم رکھے گا اس کے ساتھ ہم خدا کی عدالت میں اپنی تلواروں سے جنگ کریں گے۔

معاویہ نے اپنا سر جھکا لیا' اس کی باتوں سے ابوذرؓ کی بو آ رہی تھی' اس کو یقین ہو گیا کہ یہ کام ابوذرؓ کا ہے اور سوائے اس کے کسی نے اس کو برانگیختہ نہیں کیا۔ کیا وہ اس گستاخ شخص سے سختی کا رویہ اختیار کرے؟ کیا وہ اس کی اس طرح سرکوبی کرے کہ دوسرے فتنہ پردازوں اور انتقام لینے والوں کے لئے سامان عبرت بن جائے؟ کیا اس پر دباؤ ڈالنے سے اس انقلاب کے شعلے نہیں بھڑک اٹھیں گے؟ معاویہ جیسے ہوشمند اور صاحب فہم و فراست سیاستدان نے سوچا اور جان لیا کہ اس کا بہترین حل کیا ہے' بظاہر روشن فکر ہی رہا جائے کیونکہ یہ لوگوں کو فریب دینے کا اچھا ذریعہ ہے۔

نماز ختم ہونے کے بعد اس نے کسی مسلمان کو ابوذرؓ کو لینے بھیجا اور لوگوں سے کہنے لگا: اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا ہے' خدا اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول خداؐ سے سنا' وہؐ فرمایا کرتے تھے کہ میرےؐ بعد ایسے سربراہان مملکت آئیں گے کہ کسی کو ان سے مخالفت کا یارا نہیں ہوگا' یہ لوگ میمون (بندر کی ایک قسم) کی طرح خود کو بہت جلد آگ میں جھونک دیں گے۔

نماز جمعہ ختم ہوئی' معاویہ اپنے محل کو لوٹا' وہ غصے سے دانت پیس رہا تھا' غرا رہا تھا اور اندر ہی اندر دہک رہا تھا' اس کی قوم کے چند لوگ اس کے کمرے میں داخل ہوئے اور اس کو دیکھ کر حیران ہی رہ گئے' ان میں سے ایک نے پوچھا کیا بات ہے؟

ابوذرؓ نے مجھے بیچارہ کر دیا ہے' بخدا اگر ہم اس کو چھوڑ دیں تو لوگ ہمارے

خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے۔

واللہ! میں تمہیں اس کے ہاتھوں چین دلاؤں گا۔

اس کے مشن میں زور آوری کوئی اثر نہیں رکھتی۔

تمہیں کیسے معلوم ہے؟

وہ شخص ابوذرؓ کے گھر کی طرف لپکا' اس نے بڑی شدت سے خوفناک انداز میں دروازے کو پیٹا' دروازہ کھلا' ابوذرؓ کی نظر اس پر پڑی' لیکن اس نے اس کو نہیں پہچانا' لیکن اس کے چہرے سے شر کے اثرات اس نے پڑھ لئے' کہنے لگا' کہو خیر تو ہے!

نہیں ابوذرؓ! خیر نہیں شر ہے' اگر تو نے معاویہ کے ساتھ مبارزہ اور لوگوں کو شورش بپا کرنے پر آمادہ کرنا نہ چھوڑا تو آج سے تمہارے لئے اس روئے زمین پر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

مجھے موت سے قطعاً کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ابوذرؓ! اس کام سے دستبردار ہو جاؤ اور معاویہ کو غصہ نہ دلاؤ' کیونکہ اسی میں تمہارے لئے مصلحت ہے!

میرے لئے معاویہ کو اشتعال دلانا بہتر ہے' میں اپنے خدا کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ اپنے کو خطرے میں مت ڈالو' لوگوں کے دلوں کو ہمارے خلاف مت اکساؤ اور اپنی اس دعوت سے ہاتھ کھینچ لو۔

بخدا! میں دستبردار نہیں ہوں گا' تاوقتیکہ دولت تمام مسلمین میں تقسیم نہ ہو جائے۔ خدا کی قسم! ہم خوب جانتے ہیں کہ تو کس کے لئے اپنے سینے پر پتھر مار رہا ہے' واللہ! اگر تم اس کام سے باز نہ آئے تو عذاب کے کوڑے تم پر برسا دیں گے۔ بخدا! جب تک تم لوگ کتاب خدا کی طرف نہیں لوٹو گے میں اس مبارزہ سے نہیں ٹلوں گا۔

اس شخص نے اپنا سر جھکا لیا اور بیچارگی کے عالم میں خاموش ہو گیا کہ اب ابوذرؓ پر کونسا حربہ آزمائے' دھمکی کا تو اس پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا' اس کو لالچ دے شاید یہ بندہ جس کو دھمکی سے بھی چین نہیں آتا' وہ اس طریقے سے رام ہو جائے۔

اے ابوذرؓ! تیری ماں تیرا سوگ منائے' علیؑ تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی نقصان کو تجھ سے دور کر سکتا ہے' لیکن معاویہ کی دولت تو ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو تیرے اختیار میں ہے۔

مجھے تمہاری دولت کی کوئی حاجت نہیں ہے' میں بس خدا تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں اس کے علاوہ مجھے اور کوئی طمع نہیں ہے۔

میں نے تجھ سے کہا ہے کہ تم خود اپنے قتل کے درپے ہو اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مار رہے ہو۔

میرے لئے موت اس زندگی سے بہتر ہے۔

ابوذرؓ ہر طرف سے شدید مصائب میں گھرا ہوا تھا' بنی امیہ کے ہاتھوں اسے مسلسل ایذائیں مل رہی تھیں' اس کی تنخواہ کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا تھا اور ان کا دباؤ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا' مگر ابوذرؓ نہ صرف ایک لمحے کے لئے بھی اس جنگ میں سست نہیں ہوا بلکہ اس نے زر پرستوں کے خلاف اپنا جدال تیز تر کر دیا اور وہ معاویہ کو کھلم کھلا برا بھلا کہتا تھا۔ وہ عثمانؓ کی حکومت کے پنجوں سے مذہب کا ہتھیار چھینتا رہا اور ان کے چہروں سے تقدس کا نقاب چاک کرتا رہا' ایک دن عوام کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا:

بنی امیہ مجھے فقر اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں' میں تو فقر کو غنی سے زیادہ پسند کرتا ہوں اور زمین کے نچلے حصے کو اوپر والے حصے سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ اے دولتمندوں کے گروہ! خدا کا مال اس کے بندوں کو واپس کرو اور یہ نہ کہو کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے'

وہ فقیر ہے ہم غنی ہیں۔

''ماسوا اس کے نہیں کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا بدلہ ہے۔ پس جہاں تک تم سے ہو سکے تم اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو' یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا' پس وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو گے' وہ اسے تمہارے لئے دُگنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ قدر کرنے والا بردبار ہے' وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا زبردست حکمت والا ہے۔''

(سورۂ تغابن کی آخری آیات)

اس دن بھی ابوذرؓ نے سرمایہ داروں کے خلاف اپنے پے در پے حملے جاری رکھے' وہ ان کو عوام الناس میں برابر تقسیم ثروت کی دعوت دیتا رہا' حتیٰ کہ رات ہو گئی' پھر وہ اپنے گھر کی طرف چل دیا' راستے میں اسے یاد آیا کہ اس نے گھر میں اپنی بیمار بیٹی کو چھوڑا تھا' اس کا مرض انتہائی شدید صورت اختیار کر چکا ہے اور وہ خود صبح سے اب تک تبلیغات اور مبارزہ میں سرگرم عمل رہا ہے اور چھوٹی سی بیٹی کو بھول گیا' اچانک اسے احساس ہوا کہ اس کے دل کی گہرائیوں سے ایک آواز بلند ہوئی' اس آیت کی بازگشت سے گویا اس کے کانوں پر ہتھوڑے برس رہے تھے:

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ

یہ آواز دھیرے دھیرے بلند تر ہوتی رہی' یہاں تک کہ اس کی زبان سے نکلی

اور اس کی سرگوشیاں اس کی سماعت میں ضم ہوگئیں' اب وہ اس کو بخوبی سن سکتا تھا' ابوذرؓ اسی طرح سر کو جھکائے سوچوں میں گم تھا' یہاں تک کہ اس کا گھر آ گیا' تیزی سے وہ گھر میں داخل ہوا' اپنی بیٹی کو دیکھا کہ ایک کپڑے میں لپٹی ہوئی بستر میں پڑی ہے' اس کی والدہ اس کے پاس خاموشی سے بیٹھی ہے' غم کے گہرے سائے اس کے چہرے سے نمایاں ہیں' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں' جب اس نے اپنے شوہر کو دیکھا تو غم و اندوہ کی گرہ سے اس کا گلا رندھنے لگا' اس نے ایک چیخ ماری اور رونے لگی' اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی' ابوذرؓ نے کسی سوچ میں سر کو جھکا لیا اور اپنی آنکھیں زور سے بند کرلیں اور زیرلب آہستہ سے کہا:

ہم اس خدا کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف واپس چلے جائیں گے۔

پھر وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا' اپنے سر کو گریبان تک جھکا لیا' ایک غمناک سا سناٹا پورے گھر پر چھایا ہوا تھا' ابوذرؓ کو وہ دن یاد آ گیا جب قریش کے اسلام لانے سے پہلے وہ پیغمبرؐ کے ساتھ مدینے میں تھا۔ ایک مرتبہ قریش کے راہزنوں نے مدینے پر شب خون مارا تو اس کے بیٹے کو مار ڈالا اور بھاگ گئے' پیغمبر اسلامؐ نے اس کو تسلی دی' پھر زیرلب کہا: طاقت اور توانائی صرف خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہے' لوگ مرنے کے لئے جنم لیتے ہیں اور عمارتیں ویرانی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

ابوذرؓ نے اپنے تند و تیز جملے نئے سرے سے شروع کر دیئے' وہ زر پرستوں کو دردناک عذاب سے ڈراتا تھا' اس نے معاویہ کے اقتدار کو متزلزل کر رکھا تھا' معاویہ کوئی چارہ کار سوچ رہا تھا کہ کس طرح اس سے اپنی خلاصی کروائے اور کس طرح اس خطرناک فسادی شخص کو درمیان سے نکال دے؟ آخرکار اس کے ذہن میں آیا کہ اس

شخص کو جو کہ اتنی شدت سے سرمایہ داری اور زر اندوزی کے خلاف جہاد کر رہا ہے اور سرمایہ داروں اور زر پرستوں پر حملے کر رہا ہے' کو بدنام اور داغدار ثابت کر دے اور اس کے بارے میں لوگوں کو بتائے کہ خود اس نے اپنے پاس بہت سا سیم و زور جمع کر رکھا ہے' کیونکہ تقویٰ تنہا مجاہد کا ہتھیار ہے' اب کیسے اس پر عمل کیا جائے؟

معاویہ نے سوچا کہ اب اس پر عمل درآمد کی کوئی تدبیر سوچی جائے' بنی امیہ کی سلطنت کو ایک بہت بڑی مہم درپیش تھی اور حاکم طبقے کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ دھمکی کا کام کر رہا تھا' معاویہ نے اپنے افکار کو چقماق کی طرح رگڑا' حتیٰ کہ اس میں سے بجلی کا ایک کوندا لپکا جس نے ابوذرؓ کی طرف سے ہونے والی تبلیغات کے تاریک ماحول کو روشن و منور کر دیا۔ آخرکار اس نے ایک اطمینان بخش راستہ نکال لیا اور اس کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد اپنے ہدف کو پا لے گا' اس نے اپنے ارادے کو محکم کیا' ایک خادم کو آواز دی' اس کو ہزار دینار دیئے' اس کو نصف شب میں ابوذرؓ کے پاس بھیجا۔ وہ رات گزری' صبح جب معاویہ نماز تمام کر چکا تو قاصد کو آواز دے کر کہا: جاؤ ابوذرؓ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ مجھے معاویہ نے اتنا مارا ہے کہ میرا بدن زخمی ہو گیا ہے' مجھے اس نے کل رات کسی اور کے پاس بھیجا تھا' میں غلطی سے رقم لے کر تمہارے پاس آ گیا۔

وہ قاصد چلا گیا اور ابوذرؓ کو دیکھا اور جو کچھ معاویہ نے اس کو حکم دیا تھا' اس نے کہا۔ ابوذرؓ کہنے لگا: میرے چھوٹے سے بیٹے! اس سے کہہ دو' خدا کی قسم! تمہارے پیسے رات سے لے کر صبح تک بھی میرے پاس نہیں رہے' مجھے تین دن کی مہلت دو تا کہ میں ان کو جمع کروں۔ معاویہ سمجھ گیا کہ ابوذرؓ نے ہزار دینار لینے کے فوراً بعد فقراء میں تقسیم کر دیئے ہیں' وہ اس رقم کو ایک رات بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکا' اس کو یقین ہو گیا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اب اس کا تیر خطا ہو چکا تھا۔

سہہ سہہ کر اس کی رانوں کی کھال اکھڑ گئی۔ موت اس کے سینے پر سخت دباؤ ڈال رہی تھی' اس پر شدید غم واندوہ کی کیفیت طاری تھی' وہ سوچ رہا تھا کہ یورپی نژاد غلاموں کا اس کے ساتھ غلط برتاؤ' اس پر مستزاد یہ کہ سفر کی بے انتہا صعوبتیں' ایک اسلامی معاشرے میں یہ سب کہاں جائز ہے؟ پیغمبرؐ نے تو طبقاتی منافرت کی نفی کرنا سکھائی تھی اور ایک استوار معاشرے کی بنیاد رکھی تھی' لیکن ان لوگوں کے رویے اس اصلاحی معاشرے کی جڑیں کاٹ رہے تھے۔ ان باتوں سے ابوذرؓ بہت ہی غمزدہ اور نااُمید سا ہوگیا تھا' اونٹ کشتی کی طرح بڑی تیزی سے صحرا عبور کر رہا تھا' ابوذرؓ مستقل خاموش اور پریشان سا تھا' غم اور شدید تھکن کے آثار اس کے چہرے سے نمایاں تھے۔ اس کو اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ وہ یہ سب سختیاں اور رنج صرف اس لئے سہہ رہا ہے کہ جو کچھ خدا کی کتاب میں آیا ہے اس کی پیروی کر رہا ہے اور لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا ہے' پھر وہ دن اس کو یاد آیا جب وہ اور پیغمبرؐ مدینے میں چلے جا رہے تھے' پیغمبرؐ نے اسے کہا: میرے بعد بہت جلد تم پر مصیبت آنے والی ہے۔

ابوذرؓ نے پوچھا: کیا خدا کی راہ میں؟ جواب دیا کہ ہاں: خدا کی راہ میں۔ وہ کہنے لگا: میں خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہوں۔ اس کا دل اطمینان اور ثابت قدمی سے سرشار سا ہوگیا' ناامیدی اور غم کے گہرے بادل جو اس کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے' وہ چھٹ گئے اس کو یک گونہ روحانی سکون ملا' اب اس راستے میں مزید رنج وغم سہنے کے لئے وہ اپنے اندر زیادہ ظرفیت محسوس کر رہا تھا۔

ابوذرؓ کو بغیر ایک منٹ کی مہلت دیئے وہ تیزی سے بھگائے لے جا رہے تھے' وہ بھی جتنی سختیاں اور شکنجے دیکھتا' اس کی پرعظمت روح میں ضم ہو جاتیں' اس کا دل خدا کی سپردداری میں تھا' اس کے پیش نظر تو عثمانی سلطنت اور معاویہ کے سبز محل کا

مبارزہ تھا وہ اس زر اندوز اور سرمایہ دار طبقے کے بارے میں فکر میں غلطاں و پیچاں تھا' جنہوں نے سرمایہ اندوزی میں لمبے لمبے ہاتھ مارے ہیں اور معاشرے کے ایک دوسرے طبقے کو زندگی کی نعمات سے کلی طور پر محروم کر کے رکھ دیا ہے۔ اسلام کا خوفناک مستقبل' اہل بیت محمدؐ کی محرومی' حق علیؑ کی پامالی اور اس کی اپنی بدبختی' اس کے پیارے دوست پیغمبر اسلامؐ کا لائق محبت چہرہ' یہ سب کچھ وہ دور افق کے پار دیکھ رہا تھا' جو چہرہ اس کو غم کے بادلوں کی اوٹ سے دکھائی دے رہا تھا' اس پر ایک اطمینان بخش ابدی سکون اور مسکراہٹ تھی جو کہ ابوذرؓ کے لئے جانفزا تھی۔ ابوذرؓ نے انہی خوبصورت افکار میں خود کو مشغول کر لیا تا کہ اس کو ان وحشیوں کی ایذاؤں اور عثمانؓ و معاویہ کی طرف سے دیئے جانے والے دکھوں کا احساس ہی نہ ہو۔ اس دوست اور محبوب رہبرؐ کی شیریں یادیں اس ناتواں جان وتن کے دکھوں اور زخموں پر مرہم کا کام کر رہی تھیں۔

غروب آفتاب کے وقت مدینہ دور سے دکھائی دینے لگا' اذاب مغرب کی خوش کن اور روح پرور آواز سے ابوذرؓ بے خودی کی کیفیت سے نکل آیا' کوہ سلع کے نزدیک اس نے ایک گروہ کو دیکھا جو دائرے کی صورت میں بیٹھے تھے' اس نے دور سے چند بار یہ آواز بلند کی:

مدینے کے لوگوں کو آئندہ مستقبل قریب میں پیش آنے والی تاریخی جنگ کی خبر دے دو۔

سوار پہاڑ کے دامن کے قریب ہوا۔

عثمانؓ اور علیؑ اور دوسرے چند لوگ تھے۔

عثمانؓ: اے جندب! خدا کسی آنکھ کو تجھے دیکھنے کے لئے روشن نہ کرے۔ (جندب کا مخفف حقارت سے بلانے کیلئے جندب)

ابوذرؓ: میں جندب ہوں، رسول خداؐ نے میرا نام عبداللہ رکھا ہے اور میں اس نام کو اپنے نام پر ترجیح دیتا ہوں جو پیغمبر اسلامؐ نے میرے لئے انتخاب کیا۔

عثمانؓ: شام کے لوگ تیری زبان کے ڈنگ کی اتنی شکایت کیوں کرتے ہیں؟

ابوذرؓ: وہ سرمایہ اندوزی کرتے تھے اور میں ان کو آتشیں سلاخوں سے جسموں کو داغے جانے کی خبر سناتا تھا۔

عثمانؓ: تیرا یہ خیال کہ ہم کہتے ہیں خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں؟

ابوذرؓ: اگر تم اس طرح خیال نہیں کرتے تو پھر خدا کا مال اس کے بندوں میں تقسیم کر دو، میں نے تمہیں نصیحت کی تم نے مجھے خیانت کار سمجھا، تیرے دوست کو نصیحت کی تو اس نے بھی مجھے خائن سمجھا۔

عثمانؓ: تو جھوٹ بولتا ہے، تو شورش بپا کرنا چاہتا ہے اور یہی تیرا مسلک ہے، تو نے شام کو بھی ہمارے خلاف بھڑکایا ہے۔

ابوذرؓ: اپنے دونوں دوستوں کے نظام حکومت کی پیروی کرو تو پھر تم سے کسی کو بھی کوئی سروکار نہ ہو۔

عثمانؓ: تجھے ہمارے ان کاموں سے کیا؟ بی مادر!

ابوذرؓ: بخدا! سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے میرے پاس کوئی دوسرا جواز نہیں ہے۔

عثمانؓ کے چہرے پر غصے کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ چیخا کہ مجھے بتاؤ میں اس جھوٹے بوڑھے شخص کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس کو ماروں پیٹوں؟ کیا اس کو مار ڈالوں؟ اس نے تمام مجتمع مسلمانوں کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیا ہے، کیا میں اسے اسلامی

مملکت سے جلاوطن کر دوں؟

علیؑ: میں تمہیں وہ بتاتا ہوں جو مومن آل فرعون نے کہا تھا:

''اگر وہ جھوٹا ہو گا' تو خود ہی اپنے جھوٹ کی لپیٹ میں آ جائے گا
اور اگر سچا ہو گا' تو جو کچھ وہ تمہارے لئے پیش بینی کرتا ہے وہ
تمہیں پہنچ جائے گا۔'' (سورۂ غافر' آیت ۲۸ کا کچھ حصہ)

عثمانؓ نے بڑی درشتی سے علیؑ کو جواب دیا اور ابوذرؓ پر یہ تہمت لگائی کہ وہ علیؑ کا حمایتی ہے' علیؑ نے بھی بڑے سخت الفاظ میں اسے جواب دیا' لڑائی جھگڑا بڑھتا گیا' لوگوں نے ثالث کا کردار ادا کیا' پھر فریقین کو ٹھنڈا کیا گیا۔ آخر میں عثمانؓ کہنے لگا: میں ابوذرؓ کے ساتھ ہم نشینی اور لوگوں کی ابوذرؓ کے ساتھ گفتگو کو حرام قرار دیتا ہوں۔ ابوذرؓ عثمانؓ کے سامنے سے چلا گیا' عثمانؓ کے حکم کے برعکس اتنے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے جیسے انہوں نے ابوذرؓ کو دیکھا ہی نہیں تھا' وہ والہانہ انداز میں اس کی باتیں سنتے تھے۔ عثمانؓ نے حکم دیا تھا کہ اس سے کوئی فتویٰ نہ لے' لیکن ابوذرؓ کے فتوے تو غائبانہ بھی صادر ہوتے تھے۔

ایک دن وہ مسجد میں بیٹھا تھا' ایک شخص آیا اور اس سے پوچھنے لگا: عثمانؓ کے مامورین مالیات نے ''ہمارا'' کا مالیات بہت بڑھا دیا ہے' کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر ہم زیادہ مالیات نہ دینا چاہیں تو اپنے کچھ اموال کو چھپا لیں؟

نہیں اپنے اموال کو رکھیں اور کہیں کہ جو حق بنتا ہے وہ لے لو اور جس کا تمہیں حق نہیں پہنچتا وہ چھوڑ دو اور اگر انہوں نے تیرے بارے میں کوئی غلط قدم اٹھایا تو قیامت کے دن تمہارے حساب میں لکھا جائے گا۔ ان کے درمیان میں سے قریش کے ایک جوان نے کہا: اے ابوذرؓ! کیا امیر المومنین نے تجھے فتویٰ دینے سے منع نہیں کیا

ہے؟

لیکن تم کیا جاسوس ہو؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھ دیں تو پھر بھی میں پیغمبر اسلامؑ کی زبان مبارک سے سنی ہوئی باتیں دہراتا رہوں گا اور اپنا سر قلم ہونے تک کہتا ہی رہوں گا۔

ابوذرؓ نے نئے سرے سے اپنے مشن کا آغاز کیا' دولت مندوں پر اس کے حملات پہلے سے شدید تر ہو گئے۔ وہ یہی کہتا تھا کہ لوگوں کا مقام برابر ہو' طبقاتی اختلافات دور ہوں اور دولت کی تقسیم صحیح طور پر کی جائے۔ عثمانؓ نے حکم دیا کہ جو آیات قرآنی اور احادیث غریبوں کو ثروت مندوں کے خلاف اکساتی ہیں' ان کے پڑھنے سے اجتناب کرے' لیکن ابوذرؓ نے پروانہیں کی' وہ اسی طرح غلاموں کی آزادی' عوام میں برابری اور مساوات کے نعرے بلند کرتا ہوا عثمانی سلطنت پر حملہ آور ہوتا رہا۔ ایک دن عثمانؓ نے سنا کہ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور وہ بڑی شدت کے ساتھ ان کو مشتعل کر رہا ہے' اس نے ابوذرؓ کو بلا بھیجا' ابوذرؓ آیا' اس نے وہاں کعب الاحبار اور ایک دوسرے گروہ کو دیکھا۔ عثمانؓ نے کہا:

اے ابوذرؓ! اس کام کو تم کب چھوڑو گے؟

ابوذرؓ: جب بے نواؤں اور غریبوں کو سرمایہ داروں سے داد مل جائے گی۔

عثمان (حاضرین سے مخاطب ہو کر): تمہارے خیال میں جو اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے' تو پھر کیا اس کا کوئی حق رہ جاتا ہے؟

کعب الاحبار: نہیں امیر المومنین! جب اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دے دی تو اب اگر وہ ایک گھر' جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری اینٹ چاندی کی ہو' وہ بھی بنا لے تو اس کی گردن پر کوئی حق نہیں ہے۔ ابوذرؓ نے اپنی چھڑی پوری قوت سے

کعب کے سینے پر ماری اور کہا: اے یہودی زادے! تو نے جھوٹ بولا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:

''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو' بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ' قیامت کے دن' کل فرشتوں' کتاب اور سب نبیوںؑ پر ایمان لایا اور خدا کی محبت میں مال' رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سوال کرنے والوں اور گردنیں آزاد کرانے میں دیا اور نماز قائم کی' زکوٰۃ ادا کی اور وہ جو اپنے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے والے ہیں اور تنگی' مصیبت میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے' یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔''

(سورۂ بقرۂ' ۱۷۷)

تو نہیں دیکھتا کہ زکوٰۃ دینے میں اور اپنوں کو مال دینے میں' یتیموں' بے نواؤں اور غلاموں کو دینے میں فرق رکھا ہے اور ان کو زکوٰۃ دینے میں مقدم رکھا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مال جمع کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عثمانؓ: ابوذرؓ! آخر لوگوں کو جبراً تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تقویٰ اپنائیں' میرا تو فرض ہے کہ احکام الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں اور لوگوں کو میانہ روی کی طرف مائل کروں۔

ابوذرؓ: ہم اغنیاء کے ساتھ بھی نہیں چل سکتے' یہاں تک کہ خود ان کے دل میں آئے' وہ احسان کریں اور ہمسایوں' بھائیوں کے ساتھ نیکی کریں اور صلہ رحمی کریں۔

کعب: جب کسی نے اپنے مال کی زکوٰۃ دے دی تو پھر اس کی گردن پر اور کوئی دین نہیں رہ جاتا۔

ابوذرؓ نے پھر اپنا عصا اٹھا کر کعب کے سینے پر مارا اور بڑے غصے سے کہا: اگر کوئی شخص لوگوں کے مال کا مالک بن بیٹھے اور ناحق طور پر ان کے حق پر ڈاکہ ڈالے پھر اس کی زکوٰۃ دے تو تو کیا اس کو مسلمان کہے گا؟ کیونکہ اس نے تو اپنے واجبات کی ادائیگی کی ہے۔ اس نے یہ کہا اور انتہائی غصے سے باہر نکل گیا۔

عثمانؓ نے اس کا دل جیتنے کے لئے اپنے غلام کو دو سو دینار دے کر اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ ابوذرؓ سے کہو کہ یہ دو سو دینار رکھ لو اور اپنے پیروؤں کو دے دو۔

ابوذرؓ: کیا عثمانؓ نے تمام مسلمانوں کو اسی قدر ہی بھیجا ہے؟

غلام: نہیں۔

ابوذرؓ: میں سبھی مسلمانوں میں ایک فرد ہوں' جو مجھے پہنچا ہے' سب کو ملنا چاہئے۔

غلام: عثمانؓ نے کہا ہے یہ میرا اپنا مال ہے اور بخدا اس میں کسی قسم کے حرام کے روپے پیسے کی آمیزش نہیں ہے' میں تمہارے لئے صرف حلال روپیہ ہی بھیج رہا ہوں۔

ابوذرؓ: مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے' میں آج امیر ترین لوگوں میں سے ہوں۔

غلام: خدا تجھے نیکی کی توفیق دے' ہمیں تو تمہارے گھر میں کوئی چھوٹی موٹی چیز نظر نہیں آتی۔

ابوذرؓ: یہ جو کی روٹی کی ٹوکری چند دنوں سے میرے پاس رہ گئی ہے' میں ان پیسوں کو لے کر کیا کروں گا؟ اس کو واپس کر دو۔

عثمانؓ نے چند مرتبہ ایسا کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن اس نے ایک غلام کے ذریعے سو دینار ابوذرؓ کو بھیجے اور کہا: اگر ابوذرؓ نے یہ پیسے لے لئے تو تو آزاد ہے۔ غلام رقم لے کر ابوذرؓ کے پاس آیا' اس نے یہ روپے قبول نہ کئے' غلام نے کہا: خدا تجھے بخشے' ان پیسوں کو لے لے کیونکہ میری آزادی تمہارے ان دیناروں کے قبول کرنے میں ہے۔

ابوذرؓ: اور میری غلامی ان دیناروں کے لے لینے میں ہے۔

ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف کی میراث لا کر عثمانؓ کے آگے ڈھیر لگایا ہوا تھا' یہ مال اس قدر زیادہ تھا کہ عثمانؓ اور اس کے کھڑے ہوئے آدمی کے درمیان ایک بہت بڑی رکاوٹ کی طرح تھا۔ عثمانؓ نے کہا: مجھے امید ہے کہ اللہ عبدالرحمٰن کو اس کا نیک صلہ دے گا' کیونکہ وہ صدقہ دیتا تھا' مہمان نوازی کرتا تھا اور اب جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔

کعب: اے امیرالمومنین! آپ درست فرماتے ہیں' اس نے حلال کمایا' حلال خرچ کیا اور حلال اپنے پیچھے چھوڑا' خدا نے اس کو دنیا و آخرت کی نیکی عطا کی ہے۔

ابوذرؓ نے یہ ماجرا سنا تو غصے میں بھرا ہوا گھر سے باہر نکل گیا' وہ گلی کوچوں میں کعب کو ڈھونڈ رہا تھا' اس کی حالت غصے میں بپھرے ہوئے شیر کی طرح تھی۔ راستے میں اس کو اونٹ کی ایک ہڈی ملی' اس نے اٹھا لی اور کعب کو ڈھونڈنے چل نکلا' وہ سرتاپا غصے کی آگ میں جل رہا تھا۔ کعب نے سنا کہ ابوذرؓ اس کا پیچھا کر رہا ہے' وہ خوف کے مارے عثمانؓ کے پاس پہنچا' ابوذرؓ بھی اس کے پیچھے پہنچ گیا۔ جیسے ہی کعب کی نظر ابوذرؓ پر پڑی' وہ اٹھا اور عثمانؓ کے پیچھے چھپ گیا' ابوذرؓ نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس طرح

کعب کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا' پھر وہ چیخا: اے یہودی زادے! جو شخص مر گیا ہے اور اس نے یہ سب دولت اپنے پیچھے چھوڑی ہے' تو اس کے لئے کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو دنیا و آخرت کی نیکی عطا کی ہے۔

پیغمبرؐ ایک دن احد کی طرف جا رہے تھے' میں ان کے ساتھ تھا' انہوں نے کہا: اے ابوذرؓ! میں نے کہا: جی یا رسول اللہ! فرمایا: سرمایہ دار اگلے جہان میں نادار اور بے نوا ہوں گے۔ پھر فرمایا: ابوذرؓ! میں نے عرض کیا یا رسول خداؐ! میرے والدین آپؐ پر قربان ہوں۔ فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ کوہ احد جتنی دولت راہ خدا میں دوں اور پھر مر جاؤں اور اس میں سے چار 'جو' کے برابر رہ جائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول خداؐ! دو بہت بڑے بڑے ڈھیر۔ فرمایا: نہیں دو قیراط (۵/۱ گرام) کی انتہائی معمولی مقدار' پھر فرمانے لگے: اے ابوذرؓ! تو زیادہ چاہتا ہے اور میں کم کا خواہاں ہوں۔

اے یہودی زادے! رسول خداؐ تو یہ چاہتے ہیں اور تم عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں کہتے ہو کہ جو کچھ اس نے چھوڑا ہے' حلال ہے۔ مجھے بتاؤ کہ عبدالرحمٰن یہ سب مال کہاں سے لایا؟ کیا خدا نے آسمان سے اس کے لئے بھیجا؟ یا عوام کے حقوق اور اجرتیں اس نے جمع کی ہوئی تھیں؟ خدا کی قسم! اس مال و دولت کا مالک قیامت کے دن آرزو کرے گا کہ یہ سب مال و متاع بچھوؤں کی صورت میں ہی ہوتا تاکہ وہ بچھو اس کے دل کے جکڑے ہوئے بند بند کو کاٹ تو دیتا۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ ہر مال میں' خواہ وہ سونا ہو یا چاندی' اگر اس میں بخل کیا جائے تو وہ گویا اپنے مالک کے لئے آگ ہے' جب تک کہ اس کو راہ خدا میں نہ دے دیا جائے۔

اے کعب! اس وقت تو کہہ رہا تھا کہ ان پیسوں کی ذمہ داری عبدالرحمٰن پر

نہیں ہے؟ بخدا! تو جھوٹ بولتا ہے اور جو کوئی تیرے نظریات کے ساتھ موافقت کرتا ہے' وہ بھی جھوٹ بولتا ہے۔

عثمانؓ نے کعب سے درخواست کی کہ ابوذرؓ کے اس رویے کی پروا نہ کرو' پھر ابوذرؓ کی طرف رخ کر کے غصے سے کہا: تیری ایذائیں میرے لئے کس قدر بڑھ گئی ہیں' اپنا رخ موڑ لو تا کہ میں تمہیں نہ دیکھوں' بخدا! تم اور میں ایک جگہ پر نہیں رہ سکتے' جاؤ باہر چلے جاؤ۔

ابوذرؓ: عثمانؓ! (بہت سکون کے ساتھ) کیا تو نے پیغمبرؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو نہیں دیکھا؟ تو ان جیسا رویہ کیوں نہیں اختیار کرتا؟ تم تو ایک ظالم کی طرح میرے ساتھ درشتی سے پیش آتے ہو۔

عثمانؓ (بہت ہی اصرار اور غصے کے ساتھ): جاؤ باہر! ہمارے ملک اور ہماری ہمسائیگی سے بھی باہر چلے جاؤ!

ابوذرؓ: میں خود تمہاری ہمسائیگی سے بیزار ہوں' اچھا تو کہاں جاؤں؟

عثمانؓ: تو جہاں جانا چاہتا ہے چلا جا!

ابوذرؓ: میں مکہ چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ: نہیں' واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

ابوذرؓ: تو مجھے اپنے پروردگار کے گھر جانے سے منع کرتا ہے کہ مرتے دم تک وہاں اپنے پالنے والے کی پرستش نہ کروں؟

عثمانؓ: بخدا! میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

ابوذرؓ: تو پھر میں شام جا رہا ہوں جو جنگ و جدل کی سرزمین ہے۔

عثمانؓ: نہیں' واللہ تو نے پہلے ہی شام کو ویران کر دیا تھا' اسی لئے میں تجھے

وہاں سے لایا تھا' کیا میں اب پھر تجھے شام بھیج دوں؟

ابوذرؓ: تو پھر عراق چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ: نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا' تجھے عراق نہیں جانا چاہئے' عراق کے لوگ خلیفہ اور اس کے کارندوں کے ساتھ بہت گستاخی سے پیش آتے ہیں۔

ابوذرؓ: مصر کی طرف چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ: واللہ! یہ شہر جو تم نے گنوائے ہیں' ان کے علاوہ کسی اور جگہ کا انتخاب کرلو۔

ابوذرؓ (اس کا صبر اب ختم ہو چکا تھا): نہیں بخدا! جن جگہوں کے میں نے نام لئے ہیں' ان کے علاوہ میں کسی جگہ نہیں جاؤں گا' اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں مدینے سے کسی دوسری جگہ نہ جاتا' اب جہاں کہیں تیرا دل چاہتا ہے' مجھے جلاوطن کردو۔

عثمانؓ: میں تمہیں بیابان میں جلاوطن کروں گا۔

ابوذرؓ: یعنی اب میں عرب کی شہر نشینی کے بعد بیابان نشین ہو جاؤں؟

عثمانؓ: ہاں!

ابوذرؓ: بہت اچھا' تو پھر میں بیابان نجد چلا جاتا ہوں۔

عثمانؓ: نہیں تجھے چاہئے کہ مشرق کی طرف کسی دور دراز علاقے میں چلا جا! آج ہی روانہ ہو جاؤ' تجھے میں ربذہ بھیجتا ہوں۔ (درباریوں سے مخاطب ہوکر) ابوذرؓ کو یہاں سے نکال دو! اس کو ایک ایسے اونٹ پر سوار کرو جس کی پالان پر کوئی گدی نہ ہو اور انتہائی سختی کے عالم میں اس کو ربذہ لے جاؤ' تاکہ وہاں اس کا کوئی مونس و غمخوار نہ ہو' اب دیکھتے ہیں خدا کیا چاہتا ہے؟

مروان اور دوسرے خوشامدی درباریوں نے ابوذرؓ کو ڈنڈے سے عثمان کے محل سے باہر دھکیل دیا۔

ابوذرؓ ربذہ میں

""تنہا زندگی گزارتا ہے' تنہا ہی مرتا ہے اور تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔"(محمدؐ)

عثمانؓ نے ابوذرؓ کو ربذہ لے جانے کے لئے مروان کو مقرر کیا اور عام حکم دے دیا کہ کوئی شخص اس کی مشایعت کے لئے نہ جائے اور اس کے راستے میں اس کا ساتھ بھی نہ دے۔ ابوذرؓ اور مروان سوار ہو کر چل پڑے' لوگوں نے بھی عثمانؓ کے حکم کے مطابق اس سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ابوذرؓ اپنے گرد و پیش بہت گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے سب کو وداع کہہ رہا تھا اور اس سلطنت میں جو بدعتیں اور طرح طرح کی تبدیلیاں حضورؐ کے زمانے سے وجود میں آ گئی تھیں وہ اس کو شہر کے گوشے گوشے میں دکھائی دے رہی تھیں۔ یادوں کا ایک ہجوم اُمڈ آیا' اس نے سر کو نیچے جھکا لیا اور بہت گہری' تکلیف دہ سوچوں میں غرق ہو گیا' اس کے کانوں میں اس دن کی دونوں دوستوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سرگوشیوں کی صورت میں سنائی دے رہی تھی۔

میرے بعد تم پر بہت جلد ایک مصیبت آئے گی۔

کیا خدا کی راہ میں؟

ہاں ہاں خدا کی راہ میں۔

تو پھر میں خدا کی رضا کے ساتھ راضی ہوں۔

ابوذرؓ نے سر اٹھا کے دیکھا تو وہ بیابان میں چلا جا رہا تھا' خونیں افق کے اس پار پھر اس بوڑھے شخص کو اس لق و دق صحرا میں دیکھ رہا تھا جو کہ حکومت کے نمائندے کی زیرنگرانی اپنے جلاوطنی کے مقام پر لے جایا جا رہا تھا' سورج نے اپنا سنہری رنگ کا دامن پہاڑوں اور صحراؤں سے سمیٹا اور افق نے اپنی خونیں پلکیں موند لیں۔

ادھر علیؑ کو ابوذرؓ کی جلاوطنی کے بارے میں پتہ چلا' تو بڑی شدت سے روئے' حسرت بھرے لہجے میں کہنے لگے: پیغمبرؐ کے وفادار دوست کے ساتھ یہ لوگ کیا سلوک کر رہے ہیں؟ پھر وہؑ خود' حسنؑ و حسینؑ' اپنے بھائی عقیل' عبداللہ بن جعفر اور عمار یاسرؓ کے ساتھ ابوذرؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے' وہؑ شہر سے باہر نکلے تو بہت جلد ابوذرؓ تک پہنچ گئے۔ چلتے چلتے علیؑ ابوذرؓ سے آگے آ گئے تاکہ اس سے بات کر سکیں' مروان بیچ میں ٹپک پڑا اور آگے آ کر کہنے لگا: اے علیؑ! امیرالمومنین نے ابوذرؓ کی مشایعت اور راستے میں ساتھ دینے سے منع کیا ہوا ہے' اگر تو نہیں جانتا تو اب جان لے۔

علیؑ نے کوئی توجہ نہ کی اور ابوذرؓ کی طرف بڑھ گئے' مروان پھر علیؑ کے آگے آ گیا' علیؑ نے کوڑا اس کے اونٹ کے سر پر مارا اور کہا: ایک طرف ہو جاؤ' خدا تجھے جہنم کی آگ میں ڈالے۔

مروان نے علیؑ کو غصے میں اور مضبوط ارادے کے ساتھ دیکھا تو اپنے اونٹ کی لگام پکڑ کر پلٹا اور ابوذرؓ کو ان کے پاس چھوڑ کر داد چاہنے کے لئے شہر کی طرف ہو لیا۔ علیؑ اور ان کے ساتھی ابوذرؓ کے ساتھ چل پڑے' یہاں تک کہ ربذہ پہنچ گئے' وہؑ اپنی اپنی سواریوں سے نیچے اتر پڑے اور بیٹھ گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے۔

جدائی کا وقت ہو گیا تو علیؑ اٹھ گئے' ابوذرؓ کو یوں لگا جیسے غم کے پھندے کی وجہ سے اس

کا گلا گھٹا جا رہا ہے' قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے' ابوذرؓ نے علیؑ کو شانوں سے پکڑا' وہ اپنی حسرت بھری نگاہیں انؑ کے چہرے سے ہٹانا نہیں چاہتا تھا' اس نے علیؑ کو اپنے سینے سے لگا لیا' علیؑ نے خاندان محمدؐ کے اس وفادار دوست ابوذرؓ' جو کہ محرومین کی پناہ گاہ تھا' کے گرم گرم آنسو اپنے رخساروں پر محسوس کئے' وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ ابوذرؓ کی دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا اور وہ اپنی مشتاق اور تشنہ نگاہوں کو علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے دیدار سے سیراب کر رہا تھا' انتہائی غم انگیز لہجے میں روتے ہوئے کہنے لگا: اے خاندان رحمتؑ! خدا آپؑ پر اپنی رحمت نازل کرے' میں جب بھی آپؑ کو اور ان دونوں شہزادوںؑ کو دیکھتا ہوں تو مجھے پیغمبرؐ یاد آ جاتے ہیں۔ مدینہ میں آپؑ کی محبت کے علاوہ میرے لئے کوئی سامان مسرت نہ تھا' میں مدینہ اور شام میں عثمانؓ اور معاویہ کے کاندھوں پر ایک بار تھا' عثمانؓ چاہتا تھا کہ میں اس کے اور اس کے ماموں زاد معاویہ کے پاس نہ رہوں' مبادا وہاں ان کے لئے فساد کا باعث بنوں' انہوں نے مجھے ایسی جگہ بھیج دیا ہے کہ سوائے خدا کے میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔

علیؑ اس بوڑھے اور باوفا دوست کو لق و دق صحرا میں تنہا چھوڑ رہے تھے' اس کو اس کی بدبختی کے حوالے کرتے ہوئے بڑے غمگین لہجے میں بولے: ابوذرؓ! تو خدا کی خاطر رنج و غم سہہ رہا ہے' پس تو جس کے لئے کر رہا ہے اسی سے امید رکھ' یہ لوگ اپنی دنیا کی خاطر تجھ سے خوفزدہ ہوئے اور تو اپنے دین کے لئے ان سے ڈرا' جس چیز سے تو ان کو باز رکھنا چاہتا تھا وہ اسی کے نیازمند ہیں اور وہ تجھے جس چیز سے باز رکھنا چاہتے تو اس سے کس قدر بے نیاز ہے؟ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ آنے والا کل کس لئے سودمند ہے اور کون زیادہ رشک کے لائق ہے' اگر آسمان و زمین کے

دروازے بھی ایک بندے پر بند ہوں اور وہ بندہ خدا سے ڈرنے والا ہو تو یقیناً وہ ذات اس کی چارہ گری کرتی ہے۔ ابوذرؓ! صرف حق کے ساتھ انسیت اختیار کرو اور باطل سے نہ ڈرو، تم اگر ان کی دنیا اپنا لیتے تو وہ یقیناً تمہیں دوست رکھتے۔

پھر حسنؑ و حسینؑ کی طرف رخ کر کے کہا: میرے بیٹو! اپنے چچا کو خدا حافظ کہہ لو، عقیل! اپنے بھائی کو وداع کر لو، جب وہ ابوذرؓ کو خدا حافظ کہہ کر لوٹے تو ہر جگہ ایک سناٹا اور غمناک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔

جب تک وہ سب بیابان میں دکھائی دیتے رہے، ابوذرؓ بھی ان کو اپنی گہری اور حسرت ناک نظروں سے دیکھتا رہا۔

مروان نے عثمانؓ سے علیؑ کے رویے کی شکایت کی، عثمانؓ غصے میں بھرا ہوا اٹھا اور کہنے لگا: اے گروہ مسلمین! کوئی ذرا علیؑ سے جا کر یہ تو معلوم کرے کہ اس نے حکومت کے نمائندے کی فرض کی ادائیگی کے دوران توہین کی ہے، اس کو مارا ہے اور میرا قانون توڑا ہے، بخدا! میں اس کو ایک طرف بٹھا کر رکھ دوں گا۔

علیؑ مدینہ لوٹے تو لوگ لپک کر آئے اور کہنے لگے کہ چونکہ آپؑ نے ابوذرؓ کی مشایعت کی ہے، امیر المومنین آپؑ سے بہت ناراض ہیں۔

علیؑ: (تمسخر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ) گھوڑے کا غصہ آخر اس کی لگام پر ہی ہوگا۔ رات ہوئی، علیؑ مسجد میں آئے تو عثمانؓ نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات پر مجبور کیا کہ تو مروان کے ساتھ ایسا سلوک کرے؟ کس چیز نے تجھے میرے آگے گستاخی کی جرات دی؟ تو نے میرے نمائندے اور میرے قانون کو کیوں رد کیا؟

علیؑ: لیکن مروان نے مجھے پہلے رد کیا تھا، وہ میرے آگے آ گیا، اس لئے میں نے اپنا دفاع کیا، لیکن تمہارے قانون کو میں نے رد نہیں کیا ہے۔

عثمانؓ: کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ میں نے ابوذرؓ کو چھوڑ کے آنے سے منع کیا تھا۔

علیؑ: کیا ہم تمہارا ہر وہ حکم بھی مان لیں جو خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے خلاف ہو؟ بخدا! ہم تو کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

عثمانؓ: مروان کا بدلہ دو!

علیؑ: کیسا بدلہ؟

عثمانؓ: تو نے اس کے اونٹ کے دونوں کانوں کے درمیان میں تازیانہ مارا ہے۔

علیؑ: یہ لو میرا اونٹ' اگر وہ چاہتا ہے تو آ کر اسی طرح مار لے جیسے میں نے مارا تھا۔ بخدا! اگر وہ گالی دے تو میں تجھے دوں اور میں جھوٹ نہیں بولتا' میں بس حقیقت کہنا جانتا ہوں۔

عثمانؓ: تو اس کو گالی دے اور وہ تجھے نہ دے؟ بخدا تو میری نظر میں مروان سے بہتر نہیں ہے۔ (مروان پیغمبرؐ کے ہاتھوں جلاوطن ہوا تھا اور پیغمبرؐ نے اس کے بارے میں کہا تھا چھپکلی' چھپکلی کا بچہ' ملعون پسر ملعون'' یعنی ملعون' ملعون کا بچہ'')

علیؑ: (غصے سے) ان الفاظ سے توبہ کرو' کیا تم مجھے مروان کے برابر سمجھتے ہو؟ بخدا! میں تجھ سے برتر ہوں' میرا باپ تیرے باپ سے اور میری ماں تیری ماں سے افضل ہے۔

عثمانؓ غصے سے بھڑک اٹھا' پھر اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا' علیؑ بھی اپنے گھر کو لوٹ گئے' انصار اور مہاجرین کا ایک گروہ علیؑ کے گرد جمع ہو گیا' ان کی کوشش تھی کہ علیؑ پرسکون ہو جائیں۔ اگلی صبح لوگ عثمانؓ کے پاس گئے' عثمانؓ نے علیؑ کے بارے میں

شکوہ کیا اور کہنے لگا: وہ ہمیشہ میری غلطیاں پکڑتا ہے اور جو لوگ مجھ پر نکتہ چینی کرتے ہیں، ان کی حمایت کرتا ہے۔

لوگوں نے صلح کی کوشش کی، یہاں تک کہ موافقت کا راستہ نکل آیا، آخرکار علیؑ نے بڑے آرام سے عثمانؓ کی طرف رخ کر کے کہا: ابوذرؓ کی مشایعت کرنے سے میرا نظریہ محض خوشنودی خدا کا تھا۔

ابوذرؓ کی جلاوطنی کا سب دلوں پر بہت اثر تھا، ابودرداء نے جب ابوذرؓ کے ملک بدر ہونے کی خبر سنی، تو کہنے لگا: بخدا! اگر میرا ہاتھ یا کوئی اور عضو بدن کاٹ لیا جاتا تو میں اس کو آزار نہ پہنچاتا، کیونکہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے: نیلا آسمان اس پر سایہ فگن نہ ہوا نہ ہی تیرہ بخت زمین نے اس کو اپنے پہلو میں جگہ نہ دی، ابوذرؓ خدا کی مخلوق میں راست ترین پیکر ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ پیغمبرؐ کے بزرگ صحابی کو جب کوفہ میں ابوذرؓ کی جلاوطنی کی خبر ملی، اس نے ایک خطاب میں کنایۃً کہا: لوگو! آپ نے یہ آیت سنی ہے کہ

''تم وہ ہو کہ خود اپنے آپ کو مار ڈالتے ہو اور تم میں سے ایک گروہ اپنی جلاوطنی بھی کرتے ہو۔'' (سورۂ بقرہ، ۸۵)

حاکم کوفہ ولید نے عثمانؓ کو خبر دی اور عثمانؓ نے حکم دیا کہ اس کو دارالخلافہ بھیج دے۔ عبداللہ مسعود جب مدینے لایا گیا تو مسجد میں داخل ہوا، عثمانؓ نے اپنے حبشی غلام سے کہا، اس شخص کو مسجد سے نکال دو، اس نے ابن مسعود کو مسجد کی زمین پر پٹخا اور اپنے گھر میں قید کر دیا اور اس کو کچھ کھانے کو نہ دیا، یہاں تک کہ اس نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

معاویہ کو خبر ملی کہ عثمانؓ نے ابوذرؓ کو ربذہ میں جلاوطن کر دیا ہے، اس نے

فیصلہ کیا کہ اس کی بیوی کو بھی اس کے پاس بھیج دے گا۔ ام ذر باہر آئی تو پیسوں کی تھیلی اس کے ہاتھ میں تھی' معاویہ نے اردگرد کے لوگوں کو مخاطب کر کے تھیلی انہیں دکھائی اور ابوذرؓ کے بارے میں کنایۃً کہا: دیکھو! جو دنیا میں زہد اختیار کرتا ہے' یہ اس کے پاس کیا کیا کچھ ہے؟

ام ذر: بخدا! یہ نہ درہم ہیں اور نہ دینار' یہ چند کھوٹے سکے ہیں' جب بھی اس کو تنخواہ ملتی تو وہ روزمرہ زندگی کے چھوٹے موٹے خرچوں کے لئے ان کا خردہ لے لیا کرتا تھا۔

ام ذر کو بھی ربذہ پہنچا دیا گیا' اس نے اپنے شوہر کو دیکھا کہ بیابان میں مسجد بنا رہا ہے۔

ایک دن نعیم ریاحی ربذہ آیا اور ام ذرؓ سے پوچھا کہ ابوذرؓ کہاں ہے؟

جواب دیا کہ وہ وہاں اپنے کھیتوں پر ہے۔

نعیم ابوذرؓ کے آنے کا انتظار کرنے لگا' پھر کیا دیکھتا ہے کہ ابوذرؓ آ رہا ہے اور اپنے دو اونٹوں کو اپنے پیچھے کھینچ رہا ہے اور دونوں کی گردنوں پر ایک ایک مشک لٹک رہی ہے' ابوذرؓ نے مشکیں زمین پر رکھیں۔ نعیم آگے بڑھ کر کہنے لگا: اے ابوذرؓ! لوگوں کے درمیان اور کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے دیدار سے میرے جتنا خوش بھی ہوتا اور پریشان بھی!

ابوذرؓ! خدا تیرے باپ کو بخشے' یہ دونوں یکجا کیسے ہو سکتی ہیں؟

نعیم: میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کیا تھا' تم سے ملاقات کے بعد مجھے امید تھی کہ تم میری توبہ کے لئے کوئی چارہ سازی کرو گے اور میں خوفزدہ بھی تھا کہ تم یہ کہہ دو گے کہ تمہاری توبہ قبول ہونے کے قابل نہیں ہے۔

ابوذرؓ: کیا زمانہ جاہلیت میں ایسے ہوا؟

نعیم: ہاں!

ابوذرؓ: گزری ہوئی باتوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے۔

حج کا موسم آیا' ربذہ میں لوگوں کا آنا جانا بہت زیادہ ہو گیا۔ جو حجاج ربذہ سے گزرتے وہ مسجد ابوذرؓ میں نماز پڑھتے تھے' پھر اس بزرگ صحابی کے پاس بیٹھ کر بات چیت کرتے۔ ایک دن حجاج کا ایک گروہ ربذہ آیا' ابوذرؓ کو نماز پہ کھڑے دیکھا' انہوں نے نماز ختم ہونے تک صبر کیا' پھر اس نے ان کی طرف اپنا رخ کیا اور کہنے لگا: اپنے خیر خواہ اور مہربان کی طرف لپک کر جاؤ! پھر وہ رونے لگا۔ جب اس کے گریہ نے شدت اختیار کی تو کہنے لگا: مجھے اس اشتیاق نے مار ڈالا کہ میں اس تک نہیں پہنچ پاؤں گا۔

وہ جس تک تو نہیں پہنچ سکتا' ابوذر! وہ کونسی چیز ہے؟

لمبی آرزو۔

لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے' بعض نے اس کی تالیف قلب کے لئے عثمانؓ کے بارے میں باتیں شروع کر دیں' لیکن ابوذرؓ نے ان کو اس کام سے منع کر دیا' اٹھا اور ملازم کے ساتھ چلا گیا۔ مفرور بن سوید نے ابوذرؓ کو دیکھا کہ ابوذرؓ نے بالکل اپنے خادم جیسا لباس پہن رکھا ہے' اس نے بڑی حیرت سے اس کی وجہ ابوذرؓ سے پوچھی' ابوذرؓ نے کہا:

رسول خداؐ نے مجھے فرمایا کہ تمہارے ملازم تمہارے بھائی ہیں کہ اللہ نے ان کو تمہارا ماتحت قرار دیا ہے' جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو چاہئے کہ اپنے جیسی غذا اس کو دے اور اپنے جیسا لباس اس کو پہنائے اور جس کام کو کرنے میں خود عاجز ہو' اس کو

بھی نہ کہے' سخت کاموں میں اس کی معاونت کرے۔ ابوذرؓ اپنے خیمے میں چلا گیا اور جا کر خیمے کے آگے پڑی بوری پر بیٹھ گیا' جس شخص نے ابوذرؓ کی بیوی کو سیاہ رنگ' پژمردہ گرد آلود چہرے کے ساتھ دیکھا تھا' وہ ابوذرؓ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس کی طرف رخ کر کے بڑی ہمدردی سے کہنے لگا: تیرا کوئی بیٹا باقی نہیں رہا ہے۔

خدا کا شکر کہ جس نے ان کو اس جہان فنا سے جہان بقاء کی طرف ذخیرہ کر دیا ہے۔

اے ابوذرؓ! اس عورت کے علاوہ تم کسی اور سے نکاح کر لیتے۔

میں ایک ایسی عورت کو زوجہ بناؤں جو مجھے عاجزی کا درس دے' ایسی عورت اس سے بہتر ہے جو مجھے مغرور بنا دے۔

کیا بہتر نہیں تھا کہ تم اس سے بہتر چادر کا انتخاب کرتے؟

اے اللہ! بخشش! جو کچھ تیرے آگے آ گیا وہ لے لے۔

(یہ ان اختلافی موارد میں سے ایک اور ابوذرؓ کی زندگی کے تاریک پہلوؤں میں سے ہے)

حجاج چلے گئے اور ابوذرؓ اور اس کی بیوی ربذہ میں رہ گئے۔ وقت کی گاڑی چلتی رہی اور ان واقعات کو آنے والوں کے لئے لے جاتی رہی' ابوذرؓ دن رات خدا کے حضور گڑگڑاتا رہتا اور اس وسیع و خاموش صحرا میں خدا کو اپنے قریب تر محسوس کرتا۔ اس نے عثمانؓ سے خانہ کعبہ کی زیارت کی اجازت حاصل کی اور مکہ کی طرف روانہ ہوا' یہاں تک کہ کعبہ پہنچ گیا اور اس کے برابر کھڑا ہو کر فریاد کرنے لگا:

اے لوگو! میں غفار بستی کا جندب نامی شخص ہوں' اپنے خیر خواہ اور شفیق بھائی کی طرف لپک کر آؤ' لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ لیا' پھر وہ کہنے لگا: کیا تم میں سے کوئی سفر پر جائے گا تو اپنا توشہ کیا ساتھ نہیں لے گا؟ کیوں نہیں؟

قیامت کے راستے کا سفر بہت لمبا ہے' جو کچھ تمہارے کام آنا ہے وہ لے لو۔

کیا چیز ہمارے کام آئے گی؟

اہم کاموں کی انجام دہی کے لئے خانہ خدا کی زیارت کے لئے آؤ' روز حشر کی خاطر تپتے دنوں میں روزہ رکھو' وحشت قبر سے بچنے کے لئے آدھی رات کو دو رکعت نماز پڑھو' لمبے دنوں میں بس حق بات کہو اور باطل سے خاموشی اختیار کرو' اپنے اموال میں سے خدا کی راہ میں دو' شاید اس دنیا کی سختیوں سے تمہیں آسودگی مل جائے۔ دنیا کی زندگی کے دو حصے کرو' پہلا نصف جستجوئے حلال میں دوسرا نصف طلب آخرت میں صرف کرو' تیسرا حصہ تمہارے لئے زیاں کا باعث ہے' وہ تمہیں منفعت نہیں دے گا' اس لئے اس کو چھوڑ ہی دو۔ اسی طرح دولت کے بھی دو حصے کرو' نصف اول کو اپنے گھر والوں کے لئے خرچ کرو اور دوسرے نصف کو اگلے جہان میں اپنے لئے بھیج دو' تیسرا تمہارے لئے ضرر کا باعث ہے' وہ تمہیں فائدہ نہیں دے گا' اس لئے چھوڑ دو۔

ابوذرؓ نے حج مکمل کیا اور منیٰ چلا گیا' اس کو لوگوں نے بتایا کہ عثمانؓ نے سفر میں چار رکعت نماز پڑھی ہے' اس کے چہرے پر غضب کے آثار نمودار ہوئے' اس نے چلا کر عثمان سے کہا' میں نے رسول خداؐ کے ساتھ سفر میں نماز پڑھی ہے' وہ تو دو رکعت پڑھتے ہیں' میں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ بھی اسی طرح نماز پڑھی ہے' تو عثمانؓ پھر کس طرح پوری نماز پڑھتا ہے؟

پھر اس نے کھڑے ہو کر خود بھی چار رکعت نماز پڑھی' جو لوگ قریب موجود تھے' وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئے اور جب وہ نماز مکمل کر چکا تو لوگوں نے کہا' تو نے اسی بات کے لئے امیر المومنین کی غلطی پکڑی' لیکن وہی تم خود بھی انجام دے رہے ہو؟

نفاق کا باعث بننا نسبتاً برا ہے!

ابوذرؓ ربذہ کی طرف لوٹ گیا' اب یہاں سے اس کی زندگی کا غمگین دور شروع ہوتا ہے' مالی بدحالی کی وجہ سے وہ انتہائی اذیت میں تھا' اس کی بیوی' بیٹی اور بیٹا بھوک سے بے حال ہو چکے تھے۔ ان تمام سختیوں اور مشقتوں کے مقابلے میں اس کو یہ اطمینان تھا کہ یہ سب پریشانیاں اور صعوبتیں وہ راہ خدا میں غریبوں اور ناداروں کی آزادی کی خاطر جھیل رہا ہے' وہ ہر دکھ اور مصیبت اپنی جان پر سہہ رہا تھا۔ اس کے پاس جو چند بکریاں تھیں' جن پر اس کا اور اس کے خاندان کی زندگی کا دار و مدار تھا' وہ بھی ایک ایک کر کے تلف ہو گئیں' اب وہ فقر و ناداری اور بھوک کے شکنجے میں تھے' ان کی زندگی مشکل سے مشکل تر ہو رہی تھی' یہاں تک کہ آخرکار اس کی بیٹی نے باپ کے سامنے بھوک سے بلبلاتے ہوئے جان دے دی' لیکن فقر و ناداری کا دیو اسی ایک کے نگلنے سے سیر نہیں ہوا' اب وہ اس کے بیٹے پر حملہ آور ہوا۔ ابوذرؓ سہم کر سوچنے لگا کہ اب اگر اس کا بیٹا بھی بھوک سے بیتاب ہو کر دم توڑ دے گا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر عائد ہوگی' وہ اٹھا اور اس نے مدینے کی راہ لی اور سیدھا خلیفہ رسول عثمانؓ کے دولت پاش آستانے پر پہنچا۔ اس کا قد لمبا تھا' کمر جھکی ہوئی اور وہ پھٹے پرانے لباس میں ملبوس تھا' اس کا گندمی چہرہ غم و اندوہ اور تلخ حوادث زمانہ کا مظہر دکھائی دیتا تھا' اس کے بال سفید تھے اور اس کی گہری گہری نگاہوں سے اس کے ارادوں کی مضبوطی جھلک رہی تھی۔ وہ عثمانؓ اور اس کے خوشامدی' زر پرست حاشیہ نشینوں کے پاس پہنچا' اس کے وجود پر لوگوں کی ملی جلی نگاہیں گڑی ہوئی تھیں' جن میں خوف' شفقت اور احترام کے جذبات محسوس ہو رہے تھے' وہ عثمانؓ کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا اور اپنی ذومعنی نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں اور بہت ہی کٹتے ہوئے دلگیر لہجے میں کہا:

عثمانؓ! تو نے مجھے میرے گھر سے نکال کر ایک ایسی سرزمین پر بھیج دیا ہے

جہاں نہ کچھ کھانے پینے کو ملتا ہے' نہ کچھ اگتا ہے' میرے پاس سوائے چند بکریوں کے کچھ بھی نہیں' جو ابھی دودھ دینے کے قابل نہیں ہوئیں' وہاں سوائے میری بیوی کے کوئی میرا غمگسار اور خدمت گار نہیں ہے' وہاں لق و دق صحرا میں میرا تنہا سائبان ایک درخت ہے' عثمانؓ! مجھے چند بکریاں اور ایک خدمت گار دے دو تاکہ میں زندگی گزار سکوں۔

عثمانؓ نے اپنا رخ موڑ لیا ایسے جیسے اس نے ابوذرؓ کی باتیں بالکل بھی نہیں سنیں' اب ابوذرؓ پھر عثمانؓ کی دوسری طرف جا کر بالکل اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اپنا تقاضا دہرایا۔

حبیب بن مسلم عثمانؓ کے درباریوں میں سے تھا' اس کا دل ابوذرؓ کے حالات سن کر کڑھا' کہنے لگا' تیرے ہزار درہم' پانچ سو بکریاں اور ایک ملازم میرے پاس ہے۔

پیسے' بکریاں اور خادم کسی ایسے کو دے دو جو مجھ سے محتاج تر ہو' میں تو وہ حق لینا چاہتا ہوں جس کا قرآن بھی قائل ہے۔

اسی دوران علیؑ داخل ہوئے۔

عثمانؓ: (علیؑ سے مخاطب ہو کر) اس اپنے سر پھرے بیوقوف کو ہمارے سر سے کیوں نہیں ٹالتے؟

علیؑ: کون بیوقوف؟

عثمانؓ: ابوذرؓ۔

علیؑ: وہ بیوقوف نہیں ہے' خدا کی قسم! میں نے پیغمبرؐ سے سنا کہ ابوذرؓ عفت' پارسائی اور فروتنی میں عیسیٰؑ بن مریم کی مانند ہے۔

ابوذرؓ نے عثمانؓ کی باتیں سنیں تو غصے میں محفل سے نکل گیا اور جتنی اس کے پیچھے اس کو آوازیں دی گئیں' اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اپنی منزل کی طرف

ربذہ کو لوٹ گیا۔ جب اپنے خیمے کے پاس پہنچا تو اس کی بیوی بیچاری اپنے بیٹے کے جنازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' اس کے بیٹے نے اسی لمحے بھوک سے جاں بلب ہو کر جان دے دی تھی' وہ بدنصیب بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ ابوذرؓ نے یہ جان لیا کہ گرسنگی کے باعث اس کا پیارا بیٹا بھی موت کے منہ میں چلا گیا۔

یہ جگر پاش سانحہ بھلانے کے لئے اس نے لمحے بھر کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں' خود کو اس نے خدا کے حوالے کیا اور اس کی خوشنودی کو اس روح فرسا حادثے کا بدل قرار دیا' اچانک اس نے بڑی جرات کے ساتھ بند آنکھیں کھولیں' اپنے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کو پونچھا اور اس حال میں اپنے بیٹے کا مردہ جسد اٹھایا کہ غم کی آگ کے شعلے اس کے دل کو جلائے دے رہے تھے' اپنے بیٹے کو اس نے کفن پہنایا اور زمین کے سینے میں چھپا دیا۔

ابوذرؓ جتنی سختیاں برداشت کرتا جاتا تھا' اتنا ہی خود کو خدا کے نزدیک تر پاتا تھا' اس لمحے اس کو یہ احساس ہوا کہ سب سے زیادہ آج اس کو خدا اپنے اندر اور وہ خود کو خدا کے اندر محسوس کر رہا تھا۔

ایک لمحے کے لئے وہ اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے کھڑا ہوا اور شفقت پدری سے اپنا ہاتھ اس خاک تیرہ پر ملا اور بڑی مشکل سے یہ جملے ادا کئے:

• میرے بیٹے! خدا تجھے بخشے' تو نیکوکار تھا' تو نے اپنے بوڑھے والدین پر مہربانی کی۔ میرے عزیز بیٹے! میں تیرے مرنے سے اپنے اندر ذلت و حقارت کا احساس نہیں کرتا' مجھے سوائے خدا کے کوئی ضرورت نہیں ہے' جس کوشش سے میں تیری مرگ کا سانحہ متحمل کرنے کے قابل ہوا ہوں' اب وہی سعی مجھے تیری مرگ پر غمناک نہیں ہونے دے گی۔ میرے بیٹے! اگر مرگ کے پہلے ہی دن سے میں خوفزدہ نہ ہوتا تو

محمدؐ کے بارے میں بہت کچھ سوچ رہا تھا اور ایک طرح سے خود کو اور اپنی بیوی کو تسلی سی دے رہا تھا' کہنے لگا:

میں نے پیغمبرؐ سے سنا' وہ ایک گروہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے کہ تم میں سے ایک بیابان میں مرے گا اور مومنین کا ایک گروہ اس کے مرنے کے وقت اس کے پاس حاضری دے گا۔ اب وہ تمام گروہ والے آبادیوں میں کوچ کر چکے ہیں ماسوائے میرے' میں ہی وہ ہوں جو بیابان میں مرے گا۔

خدا کی قسم! نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ مجھے جھوٹ کہا گیا ہے' اٹھو! اور راستے پر ایک نظر دیکھو تو سہی!

میں کہاں دیکھوں؟ حاجی تو جا چکے ہیں اور راستہ بند پڑا ہے۔

دیکھو! اگر تمہیں کوئی نظر نہ آئے تو یہ عبا میرے جسم کے گرد لپیٹ دو اور مجھے سر راہ رکھ دینا' پھر جو قافلہ سب سے پہلے یہاں سے گزرے اس سے کہنا' یہ ابوذرؓ پیغمبرؐ کا دوست ہے جو یہاں مر گیا ہے' آؤ اور اس کی تکفین و تدفین میں میری مدد کرو۔

اس کی بیوی کبھی ٹیلے کے اوپر چڑھتی اور صحرا میں دور دور تک اپنی نگاہیں دوڑاتی' مگر اس خاموش صحرا میں اس کو کوئی نظر نہ آتا' پریشان ہو کر وہ واپس آ جاتی۔ ابوذرؓ کو یہ دلی اطمینان تھا کہ کوئی اس کی تدفین کے لئے ضرور آئے گا' وہ اس کو کہتا کہ جا کر راستے میں دیکھو اور اس کی بیوی محض اس کی تسلی کی خاطر ٹیلے کے اوپر جاتی اور پھر واپس آ جاتی' اچانک دور اس کو چند کالے دھبے سے دکھائی دیئے جو کرگس کی طرح صحرا کے کنارے کنارے سے تیزی سے راستہ عبور کر رہے تھے' ام ذر نے اپنا کپڑا ہلایا' سوار

اس کی طرف آنے لگے۔ (یہ گروہ عبداللہ بن مسعود' حجر بن عدی' مالک بن حارث' اشتر بن مالک اور انصار میں سے ایک جوان پر مشتمل تھا "فرہنگ دھخدا")

اے کنیز خدا! تجھے اس ویرانے میں کیا کام ہے؟

ایک مسلمان شخص مر رہا ہے' اس کی تکفین کر دو اور خدا سے اجر پاؤ۔

وہ کون ہے؟

ابوذرؓ۔

کیا پیغمبرؐ کا دوست؟

ہاں!

ہمارے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں اے ابوذرؓ!

وہ بڑی تیزی سے خیمے کی طرف بڑھے' ابوذرؓ ابھی زندہ تھا' انہوں نے سلام کیا' ابوذرؓ نے بہت ہی پرسکون اور غمزدہ لہجے میں کہا' اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا جو میرے کفن کے لئے کافی ہوتا' تو میں وہی انتخاب کر لیتا' میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے کفن نہ پہنائیں کیونکہ آپ میں سے ہر کوئی حکومت کے اہم منصب پر مامور ہے' آپ میں سے کوئی حکومت کا قاصد ہے' کوئی رئیس اور کوئی فوج میں سے ہے اور کوئی جاسوس ہے۔

سبھی یہ سن کر بڑی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے' کیونکہ وہ سبھی انہی عہدوں پر فائز تھے سوائے انصار کے ایک جوان کے' وہ کہنے لگا:

عمو جان! میں آپ کو اس لباس میں جو میرے تن پر ہے یا پھر اس بوسیدہ کپڑے میں جو چلتے وقت میری ماں نے مجھے دیا تھا' میں کفن پہنا دیتا ہوں۔

ہاں تم میری تکفین کرو۔

جب ابوذرؓ اپنے کفن دفن کے مسائل سے آسودہ خاطر ہوا تو اس نے بڑے ہی اطمینان کے ساتھ اپنی آنکھیں موند لیں' اب اس غمناک داستان اور ابوذرؓ کی قابل

فخر زندگی کا خاتمہ ہو گیا' اس کو غسل و کفن دیا گیا' اس پر نماز پڑھی گئی اور ایک پتھر کے کنارے صحرا کی نرم ریت کے نیچے اس کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

انصاری جوان اس کی قبر کے کنارے کھڑا ہو کر کہنے لگا:

اے خدا! یہ ابوذرؓ پیغمبرؐ کا دوست ہے اور تیری پرستش کرنے والا بندہ ہے' جس نے تیری راہ میں مشرکین کے ساتھ جہاد کیا۔ اے خدا! ابوذرؓ کے عقیدے اور ایمان میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی بلکہ اس نے تو ایک منکر کو دیکھا اور زبان و دل کے ساتھ اس کے ساتھ مبارزہ کیا' اس کی پاداش میں اس کو جلاوطن کر دیا گیا اور یہاں وہ انتہائی بے کسی کے عالم میں عالم غربت میں یکہ و تنہا مر گیا۔ اے خدا! جس نے ابوذرؓ کو محروم کیا اور اپنے گھر اور حرم پیغمبرؐ سے دور کر دیا' اس کو نیست و نابود کر دے۔ (ابوذرؓ ۳۲ھ میں فوت ہوا' اس کے تین سال بعد مدینہ میں شورش بلند ہوئی اور عثمانؓ کے بیوی بچے کی موجودگی میں اس کے قتل کا سانحہ پیش آیا۔)

اس وقت صحرا کے اس سرے پر کچھ راہگذر گزرے' انہوں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر دیئے اور انہوں نے انتہائی خضوع و خشوع کے ساتھ زیر لب کہا:

آمین!

عبداللہ بن مسعود نے روتے ہوئے کہا:

اے رسول خداؐ! آپؐ نے سچ فرمایا:

وہ تنہا جیتا ہے'

تنہا مرتا ہے

اور تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔

ابوذرؓ...... ایک بار پھر

کبھی ایک شخص ایک جہان اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فرد کے اندر گویا ایک پورا معاشرہ سمایا ہوا ہوتا ہے۔

اور جندبؓ جو جنادہ کا بیٹا ہے' عربی بدو ہے' قبیلہ غفار سے اس کا تعلق ہے' ایک ایسا قبیلہ جو انتہائی نادار ہے۔ ربذہ کے ایک صحرا میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے' جو کہ قریش کے تجارتی قافلوں اور خانہ کعبہ کے حاجیوں کی گزرگاہ ہے' یہ قبیلہ ہر طرح کے امن و آسائش اور نعمات سے مالا مال تھا' یہ بہت بدنام اور لاابالی لوگ تھے' آتے جاتے قافلوں کو لوٹتے' ان میں بہت سی فاسد برائیاں موجود تھیں۔

غفار ایک بدنام قبیلہ' راہزن قبیلہ' جو قافلوں کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا کرتے تھے' اتنے بے پروا لوگ تھے کہ کبھی حرمت والے مہینوں کے احترام کو بھی نگاہ میں نہیں رکھا' ایسے دلیر اور گستاخ لوگ کہ ہاتھوں میں کاسہ گدائی پکڑنے کی بجائے اپنے آقاؤں پر تلوار سونت لیتے۔ جنادہ کا بیٹا بھی انہی میں سے ایک تھا' یہ وہی ہے جو بعد میں ابوذرؓ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے گھر میں جو گرسنگی کا عالم تھا' اسی کو نگاہ میں رکھتے ہوئے وہ تعجب کرتا کہ وہ آخر کیوں نہیں تلوار سونت کر باہر نکل آتا اور لوگوں پر حملہ آور ہوتا! وہ لوگ جو استحصال کرنے والے ہیں جو استثمار کرتے ہیں' اس فکر کے

تحت کہ جب تو بھوکا ہو تو اس کی ذمہ داری پورے معاشرے پر ہے۔

اور جندب پسر جنادہ کا کہنا ہے کہ اس نظام ظلم و ستم کو سہنا جہالت کے مترادف ہے' اس نے یہ جان لیا کہ یہاں حاکم کے مذہب کا بھی یہی رول ہے' لہذا اس کی اطاعت کفر کے مترادف ہے۔

اور بت! یہ کیا ہے؟ جس رات تمام قبیلہ ''منات'' کی زیارت کے لئے گیا ہوا تھا اور وہ لوگ بڑے جذبے اور جوش و خروش سے دعا' پوجا پاٹ' نذر و نیاز اور خشک سالی و قحط سے نجات کی دعاؤں میں مشغول تھے' ایسے ماحول میں ایک پراسرار سا سناٹا چھایا ہوا تھا' قبیلے والوں نے ''منات'' کے اردگرد ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ جب سب سو گئے تو وہ آہستہ سے اٹھا' ایک پتھر اٹھایا' شک اور یقین کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ آگے بڑھا' اس کے معبود کی نگاہوں میں سوائے حیرت کے کچھ نہ تھا' اس نے وہ پتھر اس معبود کو تمام تر غصے اور نفرت کے ساتھ دے مارا' جو جہالت اور ظلم و جور کے عناصر سے تراشا گیا تھا۔ بس وہاں ایک آواز تھی' ایک پتھر کے دوسرے پر ٹکرانے کی اور کچھ بھی نہ تھا' یکا یک اسے احساس ہوا کہ وہ زنجیروں کے شکنجوں سے ایک دم آزاد ہو گیا ہے' گویا وہ اپنے آغاز خلقت سے ایک تنگ اور عمیق غار میں قید و بند کی صعوبتیں سہہ رہا تھا اور اب وہ یک لخت آزاد ہو گیا ہے' اب ایک دم اس کی سوچوں کے افق وسیع سے وسیع تر ہونے لگے' اب وہ صحرا میں دور دور تک دیکھ سکتا تھا۔ ایمان و یقین کی دولت کی بنا پر اس نے فکری آزادی حاصل کی تھی' یوں لگتا تھا جیسے اس کے تاریک' خشک اور عطشناک باطن کے صحرا میں احساس کے سوتے پھوٹ پڑے ہوں' اس کیفیت نے اس کے پورے وجود کو گھیر رکھا تھا اور پھر اچانک اس کا وجود خاک پر سجدہ ریز ہو گیا ..... اور یہی ابوذر کی پہلی نماز تھی:

میں نے پیغمبرؐ کے دیدار سے تین سال پہلے نماز پڑھی۔

تو کس طرف جھکتا تھا؟

جس طرف وہ مجھے متوجہ کر لیتا۔

تین سال کے بعد اس نے سنا کہ مکہ میں ایک شخص نے ظہور کیا ہے اور وہ لوگوں کے دین کا مذاق اڑاتا ہے اور اپنی قوم کی مقدس چیزوں کو باطل کہتا ہے اور کعبہ کے تمام بڑے بتوں کو گونگا اور جاہل کہتا ہے اور سب کے خدا کو ''خدائے واحد'' قرار دیتا ہے۔

یہ خبر ہوتے ہوئے غفار تک پہنچی، سب لوگ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اس شخص کے بارے میں دل میں بغض و عناد رکھتے تھے، مگر جندب ان کے درمیان اپنی ایک گمشدہ چیز کی جستجو میں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب ان سنگ پرستوں کی جاہلیت، خرافات اور شرک ہے، جندب کے اندر وہ انقلابی روح حلول کر چکی تھی کہ موروثی روایات کے تنگ قالب میں اس کو سخت وحشت ہوتی تھی، اب وہ فکری غلامی سے آزاد تھا۔

ابوذرؓ نے اپنے بھائی انیس کو مکہ میں بھیجا، وہ شخص اسے وہاں نہ ملا، کسی نے بھی اس بے نام ونشان اجنبی کو اس کا اتہ پتہ نہ بتایا، وہ ناامیدی سے شہر میں گھومتا رہا۔ اس نے اس شخص کے لئے ہر طرف سے گالیاں، ٹھٹھہ، مذاق، کینہ وعناد اور نفرت کے کلمات ہی سنے۔ ہر جگہ، مسجد، بازار غرضیکہ سب مقامات پر سب لوگ، حتیٰ کہ معقول آدمی اور معتبر شخصیات اور بزرگان دین و دنیا بھی اس کے بارے میں ایسے ہی کلمات کی تکرار کر رہے تھے۔

وہ دیوانہ ہے، جادوگر ہے، اس کی گفتگو میں وحی کی چاشنی نہیں ہے بلکہ وہ تو نرا

جادوگر ہے' اس کی باتوں میں حقیقت کا حسن نہیں ہے بلکہ وہ شاعر ہے' اس کی باتیں جبرائیلؑ کی نازل کردہ نہیں ہیں' یقیناً کوئی خارجی دانشمند اس کی طرف القاء کرتا ہے' یہ الفاظ اس کے اپنے نہیں ہیں' یقیناً کوئی مسیحی راہب یا ایرانی عالم اسے سکھاتا ہے' وہ تو ایک بلا کی طرح امت ابراہیم پر نازل ہو گیا ہے۔

ایک دن انیس نے مکہ کے ایک تنگ کوچے میں لوگوں کا ایک جم غفیر دیکھا' یہ بھی وہاں پہنچ گیا' وہاں ایک روشن پیشانی والا' میانہ قامت شخص بہت ہی موثر انداز میں مجمع سے مخاطب تھا' انیس بھی جا کر اس کے برابر میں کھڑا ہو گیا' اس کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس کی باتیں غور سے سنے یا اس کے جذبوں پہ غور وفکر کرے؟ یا اس کی نگاہ و گفتار کی خوبصورتی کا قائل ہوتا رہے۔ اتنے میں ایک گروہ وہاں پہنچا اور شور مچانا شروع کر دیا' وہ لوگ متواتر اس شخص پر بہتان طرازی اور دشنام تراشی کرنے لگے۔

انیس اس بات کا بغور جائزہ لیتا رہا کہ وہ شخص جو کہ وقار اور متانت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا' جب ایک گروہ سے اس طرح مایوس ہوتا تو پھر کسی دوسرے گروہ میں جا کر خدا کا پیغام سناتا' جب وہ لوگ بھی گالی گلوچ اور سنگ زنی پہ اتر آتے تو پھر کسی تیسرے گروہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ وہ شہر میں ہر جگہ اسی طرح گشت کرتا رہتا' گلی بازاروں میں مجلس آراستہ کر لیتا' کبھی سر راہ کھڑے ہو کر لوگوں کو مژدے بھی سناتا اور عذاب سے ڈراتا۔

مگر وہاں اس حقیر معاشرے میں تہمت' سازش' دھمکی اور تمسخر کا ایک نہ تھمنے والا طوفان تھا جس میں شہر کے اشراف اور بے وقار گھٹیا لوگ برابر کے شریک تھے۔

انیس اس شخص کو دیکھتا رہا اور اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا اور اس کی باتیں غور سے سنتا رہا' وہ اس حیران کن معمہ قسم شخص کے بارے میں سوچتا رہتا کہ ایک طرف

لوگوں کا اژدھام ہے اور دوسری طرف یہ تنہا مطمئن چٹان کی سی مضبوط شخصیت۔

جندب کے بھائی انیس نے جب پہلی بار خدا کا پیغام سنا تو حیرت زدہ رہ گیا' اس کے اندر اس پیغام کے معانی سمجھنے کی تاب نہ تھی' بس اتنا تھا کہ اس نے حقیقت کا ناقابل بیان مزہ چکھا اور بوئے ایمان کو اپنے مشامِ جان میں محفوظ کر کے واپس چلا گیا۔ ادھر ابوذر تمامتر بے تابیوں کے ساتھ صحرا میں مکہ کے راستے پر بھائی کا منتظر تھا' بھائی کے آتے ہی اس نے اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

انیس! کیا تو نے اس کو دیکھا؟ اس کی باتیں سنیں؟ وہ کیا کہہ رہا تھا؟ اور وہ کون تھا؟

وہ ایک تن تنہا شخص ہے' اس کی قوم کا سلوک اس کے ساتھ ناروا ہے' مگر وہ انتہائی صابر اور مہربان ہے' جب ایک جگہ لوگ اس کو رد کر دیتے ہیں اور تمسخر اڑاتے ہیں تو وہ کسی دوسرے مجمع کی تلاش میں چل پڑتا ہے۔

بتاؤ انیس! وہ کیا کہتا تھا؟ وہ لوگوں کو کس بات کی طرف بلاتا ہے؟

خدا کی قسم! میں نے جس قدر بھی سوچا' اس کی باتوں کا ادراک نہ کر سکا' البتہ اس کی گفتگو میں حلاوت ہے جو میری روح کی گہرائیوں تک اتری جا رہی تھی۔

ابوذرؓ کو اس پیغام کی جستجو تھی' وہ عالمانہ انداز میں متجسس تھا' اس کی تشنگی کو رفع کرنے کے لئے انیس اس چشمے سے اس کے لئے ایک قطرہ بھی نہیں لایا تھا' وہ ایک دم اٹھا اور بغیر زادراہ کی فکر کئے سفر پر چل پڑا' یہ ایک طولانی سفر تھا' وہ جا رہا تھا اور ایمان اس کی طرف کشاں کشاں چلا آ رہا تھا' حتیٰ کہ وہ مکہ پہنچ گیا۔ اب وہ ایک ایسے شخص کی تلاش میں تھا جس کا نام بھی اس شہر میں لینا جرم سمجھا جاتا تھا' وہ دن کے وقت ادھر ادھر بازاروں میں یا مسجد الحرام میں وقت گزارتا' رات کو علیؑ کے گھر چلا جاتا۔

اب تقدیر کچھ اور ہی نقشے بنا رہی تھی' یہ گھر' پیغمبرؐ کا گھر ہے' علیؑ تو ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو کہ پیغمبرؐ کے گھر میں رہتا ہے۔ مکہ میں جو شخص ابوذرؓ کے ساتھ ہم کلام ہوا وہ علیؑ ہی ہے' تین دن تک علیؑ اس کو اپنے گھر لے جاتا رہا' جہاں وہ رات بسر کرتا۔

تین دن کے بعد ابوذرؓ بڑی احتیاط سے اپنا نام علیؑ کو بتاتا ہے اور اس راز سے باخبر کرتا ہے کہ اس کا اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ ابوذرؓ نے علیؑ سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص نے اس شہر میں ظہور کیا ہے' یہ سن کر نوعمر علیؑ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر علیؑ نے بڑی چاہت سے محمدؐ کی باتیں کرتے ہوئے ابوذرؓ کے ساتھ وعدہ کرلیا کہ آج رات میں تجھے اس پوشیدہ مقام پر لے جاؤں گا جہاں محمدؐ قیام پذیر ہیں۔

میں آگے آگے چلوں گا اور تم ذرا فاصلے سے میرے پیچھے پیچھے آتے رہنا' اگر راستے میں کوئی جاسوس مل گیا تو میں دیوار کے ساتھ ساتھ ہو جاؤں گا اور اپنے پاؤں پر جھک جاؤں گا جیسے میں اپنے جوتے کے تسمے ٹھیک کر رہا ہوں۔

یہ دن پیغمبرؐ کے لئے بڑے پرخطر اور ہولناک تھے' پورے شہر نے انؐ کے خلاف محاذ آرائی کر رکھی تھی اور دوسرے محاذ پر دوست صرف تین تھے اور آج رات ایک چوتھا مسلمان بھی ان میں شامل ہونے جا رہا تھا۔

محمدؐ ارقم کے گھر میں تھے۔ صفا کی پہاڑی پر چند قدم کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں ابوطالبؑ کا نوجوان بیٹا اور جنادہ غفاری کا بیٹا جندہ کوہ صفا کے اوپر چڑھ رہے تھے' یہ جندب کی زندگی کا ایک حسین موڑ ہے' اب اس کی تقدیر کا نئے سرے سے آغاز ہونے والا ہے۔

ابوذرؓ قدم قدم ایمان و یقین سے قریب تر ہو رہا تھا۔ اب ارقم کا گھر بالکل

چند قدم پر ہے' یہ چند لمحات بڑے دشوار ہیں' جندب عشق محمدؐ میں صید زبوں حال ہو چکا ہے' اس کے باطن میں اپنے وجود کی بجائے محمدؐ کی ذات زیادہ سمائی ہوئی ہے' گویا ایک طاقتور مقناطیسی قوت اس کو کھینچے لے جا رہی تھی۔ ابوذرؓ بہت کچھ سوچ رہا تھا' اپنے محبوبؐ کے مبارک وجود کے بارے میں؟ اس کا چہرہ؟ اس کا سراپا؟ اس کی گفتار؟ اس کا وجود مسعود؟ پھر یہ کہ وہ اس سے کیسے ملاقات کرے گا؟

سلام علیک!

وعلیک السلام ورحمتہ اللہ'

یہ پہلا سلام تھا جو دین اسلام کی آمد کے بعد ادا ہوا۔

ہم یہ نہیں جانتے کہ محبّ اور محبوب کا یہ دیدار کتنا طولانی ہوا؟ اگر ہمیں تاریخ بتا بھی دے پھر بھی ہم یقین نہیں کر سکتے کیونکہ ایسے مواقع پر وقت کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

پھر جنادہ کا بیٹا ارقم کے گھر کا ہی ہو کر رہ گیا پھر ارقم کے گھر سے جنادہ کا بیٹا نہیں بلکہ ابوذرؓ بن کے نکلا۔

اسلام ابھی بھی ارقم کے گھر میں پنہاں ہے' یہ گھر ایک پوری اسلامی دنیا ہے' اب امت مسلمہ چار اشخاص پر مشتمل ہو گئی ہے۔ پیغمبرؐ گردوپیش کی سختیوں اور صعوبتوں کو دیکھتے ہوئے جندب کو ہدایت کرتے ہیں کہ غفارؓ واپس چلے جاؤ مگر یہ فرزند صحرا جس کے اندر کفر کے خلاف آگ بھڑک رہی ہے' وہ کعبہ کے برابر میں' دارالندوہ' جو کہ قریش کی مشاورتی کونسل ہے' کھڑا ہو جاتا ہے اور توحید کا پرچم بلند کرتا ہے اور اپنے ایمان کا رسالت محمدیہؐ پر بلند بانگ اعلان کرتا ہے اور ان بتوں کو محض خاموش پتھر قرار دیتا ہے کہ یہ تو خود گھڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ سے بنے ہوئے کبھی خدا نہیں ہو سکتے۔

یہ پہلی مرتبہ کسی مسلمان نے مشرکین پر یورش بپا کی' کافروں نے بے دریغ اس کو زدوکوب کیا' اتنے میں حضورؐ کے چچا عباس وہاں پہنچے' لوگوں کو بتایا کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے' اگر اس کو مار ڈالو گے تو پورے قبیلہ غفار کی تلواریں نیام سے باہر آ جائیں گی۔

لوگ ایک دم بکھر گئے' لہٰذا ابوذرؓ ایک خون آلود مجسمہ کی صورت میں تھا' وہ کشاں کشاں زمزم کی طرف چلا وہاں جا کر اس نے اپنے زخم دھوئے' پھر پیغمبرؐ نے اس شورش کے بعد ابوذرؓ کو صرف دعوت غفار پر مامور کر دیا۔

ادھر ابوذرؓ نے اپنے خاندان حتیٰ کہ پورے قبیلے کو مسلمان کر لیا اور پھر وہ غفار ہی میں تھا کہ اس کے ساتھی مسلمانوں پر بہت کڑا وقت آیا' جس کے نتیجے میں جنگوں کا آغاز ہو گیا۔

اب یہاں آ کر ابوذرؓ کو احساس ہوتا ہے کہ اس کو ایسے موقع پر پیغمبرؐ کی معاونت کے لئے مدینہ میں ہونا چاہئے تھا' اس زمانے میں لوگ مسجد نبویؐ میں اپنے گھر کی طرح رہتے تھے' ان لوگوں کو "اصحاب صفہ" کہتے تھے۔

اسلام پیغمبرؐ کی رہبری میں اپنی ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور ابوذرؓ جیسے کریم النفس لوگوں کی اجتماعی آرزوؤں کی تسکین ہوتی رہی۔ اب ابوذرؓ کی زندگی میں ایک بہت بڑا انقلاب آتا ہے' وہ محروم طبقے کو آزادی دلانے کے لئے اپنی آزادی کو خیرباد کہہ دیتا ہے۔ ابوذرؓ کی رہائش بھی چند دوسرے پارساؤں کے ساتھ مسجد کے گوشے میں چبوترے پر تھی اور وہ پیغمبرؐ کے گہرے دوستوں میں سے تھا۔ جب بھی وہ محفل میں نہ ہوتا پیغمبرؐ اس کے بارے میں پوچھتے اور دوران گفتگو روئے سخن پیغمبرؐ ہمیشہ ابوذرؓ کی طرف ہوتا۔ غزوۂ تبوک میں ابوذرؓ اپنے لاغر اونٹ کے ساتھ نہ دے سکنے کی

وجہ سے اس جلتے ہوئے صحرا میں سب سے پیچھے رہ گیا' پیدل چلنے کی وجہ سے یوں لگتا تھا جیسے اس پر آگ برس رہی ہو' مگر اس کا یقین اتنا کامل تھا کہ وہ ایمان کی حرارت دل میں لئے آگے بڑھتا رہا' راستے میں اگرچہ اس کو قدرت کی طرف سے پانی میسر آ گیا مگر وہ اپنے دوست کے بغیر پانی نہیں پینا چاہتا تھا۔ پھر پیغمبرؐ اور سبھی مجاہدوں نے اس کو اس آگ کے صحرا میں ایک مبہم نقطے کی مانند آگے بڑھتے ہوئے دیکھا' سب کو یہ گمان گزرا کہ شاید وہ ایک انسان ہی ہے؟ مگر اس تپتے ہوئے صحرا میں ایک انسان کا کیا کام؟ اتنے میں پیغمبرؐ نے محبت سے سرشار ہو کر آرزو کی ''اے کاش ابوذرؓ ہو''، پھر چند ساعتوں میں ابوذرؓ آن پہنچا' آتے ہی وہ پیاس اور تھکن کی شدت سے گر گیا۔

حضورؐ فرمانے لگے ابوذر! پانی تمہارے پاس ہے مگر تم پھر بھی پیاسے ہو۔

خدا ابوذرؓ کو بخشے' تنہا چلتا ہے' تنہا ہی مرتا ہے اور پھر تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔

اور پھر پیغمبرؐ نے رحلت فرمائی' علیؑ خانہ نشین ہو گئے۔ اب علیؑ کی محافظت کرنے والوں میں خاندان اہل بیتؑ کے چاہنے والوں میں ابوذرؓ پیش پیش ہیں' وہ ابوذرؓ جو فرزند صحرا ہے' بلالؓ حبشی بھی محض ایک غلام ہے' سلمانؓ کا تعلق عجم سے تھا اور وہ بھی آزاد شدہ غلام تھا' صہیبؓ یونان سے آیا ہوا اجنبی اور مسافر تھا اور عمارؓ کی والدہ سیاہ فام کنیز اور باپ عربی تھا' اس کا اپنا کوئی تشخص نہیں تھا اور میثم تمارؓ ایک تہی دست خرما فروش تھا   رہبر انقلاب اسلامی کے یہی قریب ترین عزیز تھے۔

ادھر نظام جاہلیت کے اشراف میں عبدالرحمٰن عوفؓ' سعد بن ابی وقاصؓ' خالد بن ولیدؓ' طلحہؓ' زبیرؓ' ابوبکرؓ' عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔ ان لوگوں نے تحریک اسلام کی قیادت و سیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ انہوں نے سقیفہ کا آغاز کیا' پیغمبرؐ کی ازواج مطہراتؓ کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا' ایک آزاد اور ایک کنیز' آزاد ازواج نے اس پر احتجاج کیا

اور اس امتیاز کو قبول نہ کیا۔ عثمانؓ کے دور حکومت میں معاشرہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا' فرمانروا کو حاکم مطلق کی حیثیت حاصل تھی' یہ لوگ فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہونے والا ایران' شمالی افریقہ اور ماوراالنہر کا مال غنیمت' زکوٰۃ اور جزیہ سبھی حکومت کے خزانے میں جمع کرنے لگے۔

اس پچیس سالہ دور میں' جبکہ علیؑ بھی خانہ نشین رہے' زراعت کے علاوہ گھر میں تدوین قرآن کا مقدس فریضہ انجام دیتے۔

اسی دور میں ہمیں معاویہ کا سیاسی چہرہ نظر آتا ہے اور مروان بن حکم بھی جس کو پیغمبرؐ نے جلاوطن کر دیا تھا اور کعب الاحبار' ایک یہودی راہب جو تازہ تازہ حلقہ بگوش اسلام ہوا تھا' پیغمبرؐ کا خلیفہ عثمانؓ تفسیر قرآن کعب الاحبار سے پوچھتا اور تفسیر علیؑ اور تفسیر ابوذرؓ کو نادرست قرار دیتا۔

عثمانؓ کے دور میں بہت سی بدعتیں وجود میں آئیں' اس نے اپنے رہنے کے لئے شان و شوکت کے ساتھ شاہی محل بنوایا' محافظ اور دربان مقرر کئے۔ عثمانؓ کے دور میں ہی بیت المال خلیفہ کے اختیار میں آیا' بیت المال کے کلید بردار نے مسجد میں آ کر عوام سے مخاطب ہو کر کہا' میں آپ کو چابی واپس کرتا ہوں اور اپنے عہدے سے مستعفی ہوتا ہوں' اب آپ خود جانیں۔ عثمانؓ کے دور میں ہی سیاسی قید و بند کا آغاز ہوا اور اسی کے دور میں پہلی مرتبہ سیاسی جلاوطنی عمل میں آئی۔ اس کے علاوہ طبقاتی کشمکش' سرمایہ داری' معنوی ارزشوں کی ناقدری بھی اسی کے دور حکومت میں دکھائی دیتی ہے۔ عثمانؓ کے دور میں اہل بیت محمدؐ پر اہل بیت ابوسفیان کو فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔ اس موقع پر ابوذرؓ نے شکست علیؑ کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مقابلے میں بڑے دکھ کے ساتھ برداشت کیا۔

آب ہر چیز بدل چکی تھی' جھوٹ اور زر پرستی نے خلافت کا لبادہ پہن لیا تھا

اور بے چارے عوام' جو ہمیشہ سے اس ''تثلیث شوم'' کے آگے قربانی کا بکرا بنتے آئے تھے' اب ابوذرؓ مزید خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔

ابوذرؓ کی خدمات کی اہمیت بس یہی نہیں تھی کہ اس نے باطل کے مقابلے میں حق کا' کفر کے مقابلے میں دین اسلام کا' غاصب کے مقابلے میں صاحب حق کا بھرپور دفاع کیا' بلکہ اس کا چہرہ تمام چہروں میں ایک ممتاز مجاہد کا چہرہ ہے' اس نے اس دور کے نعروں کو بدل دیا۔ اس کا اسلام' اسلام علیؑ اور محمدؐ ہے' اس کی بازگشت ہمیں قرآن کی طرف دکھائی دیتی ہے' اسی لئے اس نے اپنا نعرہ قرآن ہی سے اخذ کیا۔

''جو لوگ سونا چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور راہ خدا میں انفاق نہیں کرتے' ان لوگوں کو دردناک عذاب کی وعید سنا دو' ایک دن وہ آتش دوزخ میں ڈالے جائیں گے' ان کی پیشانیاں' ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ اب یہ اس کا صلہ ہے جو تم نے اپنے لئے اندوختہ تیار کیا' اب اس کو چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے۔''

فارسی میں خزانے کے لئے لفظ ''گنج'' ہے اور عربی میں اس کو ''کنز'' کہتے ہیں' انفاق نفق سے ہے اور نفق کے معنی ''حضرہ'' کے ہیں' یعنی معاشرے میں سرمایہ داری کے نتیجے میں حضرہ طبقاتی (معاشرتی ناہمواری) وجود میں آتا ہے۔

ابوذرؓ پیغمبرؐ کے قریب ترین صحابی کے مقام پر فائز ہے۔ اس نے اس قدر علم حاصل کیا کہ اس کا سینہ لبریز ہو گیا۔

ابوذرؓ جیسے سچے اور کھرے انسان کے لئے چرخ نیلوں نے بھی سایہ نہ کیا اور تیرہ بخت زمین نے بھی اپنے پہلو میں نہ لیا۔

روز بروز یہ طبقاتی منافرت اور فرقہ بندی زور پکڑتی گئی۔

تو پھر کیا کیا جائے؟

ابوذرؓ تو انتہائی پارسا شخص ہے، وہ ایسے کاموں میں ملوث نہیں ہوتا، اس کو جتنی مرضی دھمکی دے لیں، جتنا جی چاہے لالچ دیں، اس پر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

اس کی بیوی ام ذر ہے، وہ بھی پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے ایک کی بیٹی ہے، وہ اپنے شوہر کا ہر سختی میں ساتھ دیتی ہے۔

ابوذرؓ کے جرات دلانے سے محکوم اور محروم بھی اب دلیر ہو گئے تھے، عثمانؓ خطرے کی بو سونگھ چکا تھا مگر اب وہ کیا کرے؟ مدینے میں تو ابھی بھی پیغمبرؐ کی یادیں ہیں اور لوگ ابوذرؓ کو خوب پہچانتے ہیں، مگر عثمانؓ نے ابوذرؓ کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ معاویہ کے ہاتھ ابوذرؓ پر دراز تر ہو گئے، معاویہ نے شام میں عثمانؓ سے زیادہ امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی اپنا رکھی تھی، نظام اسلام میں ظلم و تشدد رچ بس گیا تھا، انہی دنوں میں معاویہ نے رومی اور ایرانی معماروں کی مدد سے اپنا ''کاخ سبز'' تیار کیا۔ یہ ایک انتہائی پرشکوہ عمارت تھی، معاویہ اس کو بڑی دلجمعی سے بنوا رہا تھا، یہاں تک کہ روزانہ معماروں کے سر پہ خود کھڑا ہوتا۔ وہاں ابوذرؓ بھی روز پہنچ کر فریاد بلند کرتا کہ اے معاویہ! اگر یہ محل تم اپنے پیسوں کا بنوا رہے ہو تو یہ اسراف بیجا ہے اور اگر لوگوں کے پیسے سے تعمیر کر رہے ہو تو یہ خیانت ہے۔

معاویہ ایک عیار، پختہ کار اور بردبار سیاستدان تھا، وہ روز برداشت کرتا رہا اور اس کا کوئی حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

ایک دن اس نے ابوذرؓ کو اپنے گھر میں بلایا، بے انتہا پیار و محبت اور احترام سے پیش آیا مگر ابوذرؓ کا چہرہ ویسے ہی غم و غصے سے آلودہ تھا اور اس کے غصیلے لہجے میں

بھی کوئی کمی نہ آئی' یہاں تک کہ معاملہ دھمکی تک پہنچ گیا:

ابوذرؓ! اگر میں پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے ایک کو عثمانؓ کی اجازت کے بغیر مار ڈالتا تو وہ تو ہی ہوتا' لیکن تیری موت کے لئے مجھے عثمانؓ سے اجازت لینا پڑے گی۔ ابوذرؓ! یہ جو تو ناداروں اور غریبوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا ہے' تیرے اس کام سے ہمارے تمہارے درمیان جدائی پڑ جائے گی۔

اس کے جواب میں ابوذرؓ یہ کہتا:

سنت رسولؐ پر عمل کرو تاکہ میں تجھ سے کوئی سروکار نہ رکھوں ورنہ جب تک میرا آخری سانس بھی باقی ہے' میں پیغمبرؐ کی احادیث نقل کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔

ابوذرؓ کی تبلیغات کا سلسلہ پھیلتا گیا' شام کے لوگوں کو اسلام کے اصل چہرے سے روشناس ہی نہیں کرایا گیا تھا۔ معاویہؓ کا رہن سہن رومی سلطنت کا سا تھا' اب ابوذرؓ کے بتانے پر شام کے عوام کو بھی اسلام کے بارے میں کچھ کچھ پتہ چلنے لگا' لوگ فقر و محرومیت کو دین سے تعبیر کرتے۔ انہوں نے پہلی مرتبہ ابوذرؓ سے یہ سیکھا کہ

''جب فقر ایک دروازے سے داخل ہوتا ہے تو دین دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتا ہے۔''

پھر علیؓ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ خانہ خدا میں بیٹھتا' معاویہ اور اس کی حکومت کے خلاف اس کا مبارزہ وہی تھا' لوگ اس کے گرد حلقہ باندھ لیتے' کیونکہ وہ بس حقیقت اور حق کی بات کرتا اور لوگوں کو سکھاتا کہ چھپنے کی بجائے منظر عام پر آؤ۔

اب معاویہ نے ایک چال اور چلی' ابوذرؓ کو جہاد قبرص پر بھیج دیا' یہ سوچ کر کہ اگر قبرص فتح ہو گیا تو معاویہ کے لئے بھی باعث افتخار ہے اور عزت اسلام ہے اور

اہل کتاب سے مربوط (یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں) یہ مسلمانوں سے متعلق نہیں ہے۔

ابوذرؓ چیخا کہ یہودی زادے! تو ہمیں ہمارا دین سکھانا چاہتا ہے؟ تیری ماں تیرا سوگ منائے! عثمانؓ کہنے لگا کہ اگر کسی شخص نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو اب خواہ وہ ایسا محل بنائے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ کہہ کر کعب کی طرف رخ کیا اور چاہا کہ وہ اظہار نظر کرے کعب نے اپنا نظریہ پیش کیا' ہاں ہاں میں آپ پر قربان جاؤں ایسا ہی ہے!

اب ابوذرؓ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' اس پر حملہ آور ہو گیا' کعب ڈر کا مارا عثمانؓ کے پیچھے چھپ گیا اور خود کو خلیفہ کی پناہ میں سمجھا۔

ڈرامے کا ایک سین تو مکمل ہو چکا۔

ایک طرف جھوٹ' جبر و استبداد' مذہب حاکم' چہرہ عبدالرحمٰن' عثمانؓ اور کعب الاحبار ہیں۔

ان کے مقابلے میں تنہا ابوذرؓ' مظہر مذہب محکوم' نمائندہ طبقہ مظلوم' وہ ابوذرؓ جو نہتا ہے' اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے' اس کے باوجود حق کی لازوال قوتوں سمیت اس نے اونٹ کی ہڈی سے کعب کے سر پر اسے زور سے مارا کہ خون بہہ نکلا۔

عثمانؓ نے کہا:

ابوذرؓ! تیری اذیتیں بڑھتی ہی جا رہی ہیں' میرے سامنے سے چلے جاؤ۔

ابوذرؓ نے پوچھا' میں تمہیں دیکھ دیکھ کر تنگ آ چکا ہوں' میں کہاں جاؤں؟

ربذہ چلے جاؤ۔

مروان حکم' جس کو حضورؐ نے جلاوطن کر دیا تھا' اس کو عثمانؓ نے ابوذرؓ کی

جلاوطنی پر مامور کیا۔علیؑ کو تمام واقعے کی خبر ہوئی تو بہت گریہ کیا' حسنؑ و حسینؑ اور عقیل کو لیا اور اس کی مشایعت کو آئے۔ مروان علیؑ کے آگے آ گیا اور کہا کہ خلیفہ نے ابوذرؓ کے ساتھ چلنے سے منع کیا ہے' علیؑ نے اس کو تازیانے سے پرے ہٹایا اور ابوذرؓ کے ساتھ ربذہ تک گئے۔ ربذہ' ایک جلا دینے والا صحرا ہے' جہاں پانی اور آبادی کا نام و نشان تک نہیں' یہ صحرا حجاج کی رہگذر ہے' حج کے علاوہ دنوں میں وہاں بہت تنہائی ہوتی ہے' وہاں ابوذرؓ نے اپنا خیمہ لگایا۔اس کے پاس چند بکریاں تھیں جن پر اس کی گزر بسر ہوتی تھی۔

مہینے گزر گئے' ناداری بڑھتی رہی اور بھوک سے برا حال ہو گیا' اس کی بکریاں ایک ایک کر کے مر گئیں' پھر وہ اور اس کے گھر والے اس صحرا کی تنہائی میں موت کے روبرو ہونے لگے۔

پہلے اس کی بیٹی فوت ہوئی' اس نے صبر کر لیا اور اس سانحہ کو ''خدا کی راہ میں شمار کیا''، کچھ عرصے کے بعد' دیو مرگ اس کے بیٹے حملہ آور ہوا' اس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا' اس نے مدینہ میں آ کر عثمانؓ سے اپنے قطع شدہ حقوق طلب کئے' مگر عثمانؓ نے کوئی جواب نہ دیا' وہ خالی ہاتھ لوٹ آیا۔اس کے بچے کا جسم ٹھنڈا پڑ چکا تھا' اس نے اپنے ہاتھوں سے اسے دفنایا' ابوذرؓ اور ام ذر تنہا رہ گئے۔ بھوک کی وجہ سے ابوذرؓ بھی نہایت ضعیف اور لاغر ہو چکا تھا۔ایک دن اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی کی آخری رمق بھی ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے' بھوک سے وہ جاں بلب تھا۔ام ذر سے کہنے لگا' آؤ اس صحرا میں گھوم کے دیکھیں شاید گھاس کا تنکا ہی کھانے کو مل جائے کہ اپنی بھوک مٹا سکیں' میاں بیوی دونوں خیمے کے گرد دور دور تک ڈھونڈتے رہے' مگر ان کو کچھ نہ ملا' واپسی پر ابوذرؓ میں سکت نہ رہی' موت کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو چکے تھے۔

ام ذر نے یہ دیکھا تو پریشان ہو کر پوچھنے لگی:

ابوذرؓ! تجھے کیا ہو رہا ہے؟

جدائی کی گھڑی قریب آ گئی! میرا جنازہ راہگذر پہ رکھ دینا اور کسی آنے جانے والے سے کہنا کہ صحابی رسولؐ کا جنازہ پڑا ہے آؤ میری غربت و بے کسی کے عالم میں کفن و دفن میں مدد کریں۔

حاجی تو جا چکے ہیں' اب کوئی راہگیر نظر نہیں آتا۔

کیوں نہیں! اٹھو اور اس ٹیلے پر جاؤ' کچھ لوگ میری موت پر آئیں گے۔

ام ذر نے ٹیلے کے اوپر سے تین سواروں کو دیکھا کہ دور سے سواری کو ہنکاتے ہوئے آ رہے ہیں' اس نے اپنی نشانی دکھائی' وہ قریب تر آ گئے۔

خدا آپ کو بخشے' ایک شخص یہاں پر مر رہا ہے' اس کی تدفین میں میری مدد کریں اور خدا سے اجر پائیں۔

وہ کون ہے؟

ابوذرؓ۔

پیغمبرؐ کا دوست؟

ہاں۔

ہمارے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں اے ابوذرؓ!

وہ اس کے سر کے پاس آ گئے' ابھی وہ زندہ تھا' ابوذرؓ نے ان سے درخواست کی کہ تم میں سے جو کوئی حکومت کا ایلچی' جاسوس یا فوج سے تعلق رکھتا ہے مجھے دفن نہ کریں' اگر میرے یا میری بیوی کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو پھر میرے کفن کے لئے ضرورت نہ تھی۔

ان میں سے انصار کا ایک جوان ایسا تھا جس کا حکومت کے کسی عہدے سے کوئی تعلق نہ تھا' وہ کہنے لگا' یہ میری ماں کے ہاتھ کا دیا ہوا کپڑا میرے پاس ہے' ابوذرؓ نے اس کو دعا دی اور کہا کہ اسی سے مجھے کفن پہنا دو۔

اب وہ ذہنی طور پر انتہائی مطمئن تھا' ہر چیز کا اختتام ہو چکا تھا' اب اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور پھر نہیں کھولیں' ان راہگیروں نے اسے ربذہ کی جلتی ہوئی ریت کے نیچے سپرد خاک کر دیا۔ انصاری جوان ابوذرؓ کی قبر کے سرہانے کھڑا ہوا' زیرلب سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا:

جناب رسول خداؐ نے سچ فرمایا:

وہ اکیلا چلتا ہے'

اکیلا ہی مرتا ہے'

اور وہ اکیلا ہی اٹھایا جائے گا!

ابوذرؓ......ایک بار پھر

سٹیج

ابوذرؓ کی موت کا منظر ہے' ربذہ کی تنہائی' صحرا کا شعلے برساتا ہوا سورج۔

ابوذرؓ ہمارے لئے ایک شاہکار پیکر ہے' ایک ایسا پیکر جو نہ آسمانوں میں ہے نہ افسانوں میں ہے' نہ تاریخ میں ہے نہ خداؤں میں سے ایک ہے' بس خدا کا ایک سچا بندہ ہے۔

مگر اس کا پیغام بڑا عظیم پیغام ہے' اس کا کام انسان کو اس کا حق دلانا ہے' محروم طبقے کے حق میں ظلم کے خلاف قربانیاں دینا ہے' وہ جاہل پیشواؤں کی ظلمت کو آشکار کرتا ہے اور عثمانؓ اور کعب الاحبار کو بے نقاب کرتا ہے۔

مرنے کے وقت وہ اپنی تمام زندگی کے سین ایک فلم کی طرح پردہ ذہن پر لاتا ہے اور تمام یادوں کو تازہ کرتا ہے۔

تھیٹر کی پوری کہانی اسی پر ہے۔

ربذہ ہے' ابوذرؓ ہے اور موت ہے' ربذہ میں ابوذرؓ کی موت کے وقت کچھ لوگ اس کے گرد آتے ہیں۔

ابوذرؓ وقت مرگ اپنے قدیم وجود جندب کو ذہن میں لاتا ہے' جندب سے

ابوذرؓ تک   تمام یادیں اس کے وجدان میں تازہ ہو جاتی ہیں، اس کو ایک نیا جنم مل جاتا ہے۔ بظاہر وہ خوراک کے بارے میں اپنی بیوی سے کہتا ہے مگر باطن میں اس کا وجود سیراب ہے اور وہ بارگاہ ایزدی تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ یہ ایک نبرد آزمائی ہے، ایک کشاکش ہے، مذہب اور مذہب کے درمیان، ایک مذہب قید و بند میں ڈالنے والا اور دوسرا قید سے آزاد کرنے والا ''مذہب بند''، ''مذہب نور''۔

شرک اور توحید کی جنگ

ابوذرؓ شہید، شہادت کے رتبے پر فائز، تمام زمانوں میں، تمام نسلوں میں، تمام محاذوں پر۔

اور آخر میں ''اتصال'' ہے، ہابیل سے ابوذرؓ تک، ابوذرؓ سے حسینؑ تک، حسینؑ سے   آخرالزمان تک۔

قابیل سے معاویہ، معاویہ سے یزید تک اور یزید سے آخری شیطانی طاقت تک۔ دجلہ ہے اور فرات، ان کا سرچشمہ ایک ہے، کیونکہ دونوں بغداد میں مل جاتے ہیں، شط العرب، اس کا نام ہے ''اسلام''

لیکن   اس کی انتہا   سمندر را

بس بات اتنی ہی تھی۔

گروہ ہنری حسینیہ ارشاد

ابوذرؓ تک تمام یادیں اس کے وجدان میں تازہ ہو جاتی ہیں' اس کو ایک نیا جنم مل جاتا ہے۔ بظاہر وہ خوراک کے بارے میں اپنی بیوی سے کہتا ہے مگر باطن میں اس کا وجود سیراب ہے اور وہ بارگاہ ایزدی تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ یہ ایک نبرد آزمائی ہے' ایک کشاکش ہے' مذہب اور مذہب کے درمیان' ایک مذہب قید و بند میں ڈالنے والا اور دوسرا قید سے آزاد کرنے والا' ''مذہب بند''' ''مذہب نور''۔

شرک اور توحید کی جنگ

ابوذرؓ شہید' شہادت کے رتبے پر فائز' تمام زمانوں میں' تمام نسلوں میں' تمام محاذوں پر۔

اور آخر میں ''اتصال'' ہے' ہابیل سے ابوذرؓ تک' ابوذرؓ سے حسینؑ تک' حسینؑ سے آخرالزمان تک۔

قابیل سے معاویہ' معاویہ سے یزید تک اور یزید سے آخری شیطانی طاقت تک۔ دجلہ ہے اور فرات' ان کا سرچشمہ ایک ہے' کیونکہ دونوں بغداد میں مل جاتے ہیں' شط العرب' اس کا نام ہے ''اسلام''

لیکن اس کی انتہا سمندر را

بس بات اتنی ہی تھی۔

گروہ ہنری حسینیہ ارشاد

ابوذرؓ...... ایک بار پھر

تقریر

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
برمنتہای مطلب خود کامران شدم

''خدا کا شکر ہے کہ میں نے خدا سے جو کچھ بھی طلب کیا' ان
عطاؤں کے حصول میں' میں کامیاب ہوا''

ہماری ملت نے تاریخ اسلام کے گذشتہ ۱۳۰۰ سال کے عرصے میں عشق علیؑ' خاندان علیؑ اور راہ علیؑ کو ہی اپنے لئے انتخاب کیا ہے۔ اس صدی کے مذہبی روشن فکر نامساعد حالات کے باوجود اپنے مذہب و ایمان کے اس اندوختے کی حفاظت کر رہے ہیں جس کی قیمت انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر اور شہادت کے رتبے پر فائز ہو کر ادا کی ہے۔ اس ادارے کی روش' نصب العین اور آرزو یہی رہی ہے کہ اس زمانے اور اس نسل کی خاطر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔

آج رات کے پروگرام سے بڑھ کر جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ ابوذرؓ ہے' وہ ایک ایسا فرد ہے جس کے افکار آج کے دور کی ضرورت ہیں' وہ علیؑ کے راستے سے یعنی علیؑ کی روش پر چل کر علیؑ کے اسلام کو روشناس کراتا ہے۔ ابوذرؓ جو تنہا جیا' تنہا مارا اور پھر تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔ وہ شخص جس نے پیغمبرؐ کی ندائے توحید سے تین سال پہلے ہی

ربذہ کے خاموش صحرا میں اپنی فطرت کے مطابق خدا تک رسائی حاصل کر لی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی نماز پڑھی۔ اس نے پیغمبر اسلامؐ کے اعلان نبوت سے پہلے اس پیغام کی جستجو کی اور تمام زندگی وحی کے انتظار میں گزار دی۔ ابوذرؓ اسلام لانے والوں میں چوتھے نمبر پر تھا' مکہ میں پیغمبر اسلامؐ کے گھر تک جس نے ابوذرؓ کی رہنمائی کی' وہ علیؑ تھا' ایک دس سالہ بچہ' جس طرح محمدؐ کوہ حرا سے نکلے تھے' ابوذرؓ خانہ محمدؐ سے توحید کا علم بلند کرتا ہوا نکلا۔ وہ کوہ صفا پر تنہا' بے آسرا' بغیر ہتھیار کے بڑے بڑے اشراف (بت پرست) کے سامنے آواز بلند کرتا کہ اے پتھروں کے پجاریو! جن کو تم خود تراشتے ہو' ان کو توڑ دو اور پھر وہ اپنے وقت کا ابراہیمؑ بنا' اس نے زیر آسمان تن تنہا آوازہ اسلام بلند کیا۔ بت پرستوں نے کوشش کی کہ اس کی آواز کو دبا ڈالیں' اس پر حملہ آور ہوئے' اس کو قید کیا' اذیتیں دیں۔

مگر کیا ایمان کو طاقت کے بل پر خاموش کیا جا سکتا ہے؟ پھر کل یہی منظر اور پھر کل وہی سین' حتیٰ کہ پیغمبرؐ نے پریشان ہو کر یہ حکم صادر فرما دیا کہ غفار چلے جاؤ اور اپنی تبلیغ کو غفار تک ہی محدود رکھو اور منتظر رہو کہ اعلانیہ مبارزہ کا آغاز کب ہوتا ہے؟ اس وقت آ جانا۔

جب مکہ میں کفار کے ظلم و ستم مسلمانوں پر حد سے زیادہ ہو گئے تو مسلمان مدینہ آ گئے' اب جامعہ سازی یعنی معاشرے کو نکھارنے سنوارنے کا مرحلہ شروع ہوا۔ یہاں اس مرحلے پر ابوذرؓ پھر مدینہ چلا جاتا ہے' بغیر زاد راہ کے' نہ اس کی کوئی جائیداد ہے' نہ اس کا کوئی عزیز ہے۔

اب مدینہ میں عشق' ایمان اور مبارزہ کی فضا ہے' وہ خانہ خدا میں آ گیا۔ مسجد نبویؐ کا ایک چھت والا حصہ جہاں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا' وہاں ابوذرؓ جیسے اور بھی عمارؓ اور سلمانؓ رہتے تھے' سبھی بے خانماں مسلمانوں کا ڈیرہ یہیں پر تھا۔

جب بھی اسلام کو شمشیر کی ضرورت پیش آتی تو اہل صفہ میدان کارزار میں پیش پیش ہوتے' امن کے دنوں میں وہ علم کی ترویج اور آموزش میں لگے رہتے۔

مدینے کے دس سال بڑے ہنگامہ خیز تھے جو ظلمتیں مٹانے میں' طبقاتی کشمکش کو ختم کرنے میں' بتوں کو توڑنے میں اور لوگوں کے درمیان جہالت کے خاتمے میں صرف ہو گئے' ان سالوں میں ابوذرؓ تنہا بڑی کامیابی سے نبرد آزما رہا۔

اچانک ہر طرف سے مخالف آندھیاں چلنے لگیں۔ اشرافیت' طبقہ بندی' آقائی اور غلامی سب اس طرح تھیں جیسے سانپ کا سر کچل دیا گیا ہو' مگر ابھی وہ سانس لے رہا ہو۔ خود غرضی اور سیاست بازی نے مدینے کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

اختلافات شروع ہو گئے' پہلی مرتبہ علیؑ خانہ نشین ہو گئے۔ علیؑ کی خانہ نشینی اس وجہ سے تھی کہ عدالت کو دین سے جدا کر دیا گیا ہے' مگر مظہر عدالت خانہ نشین ہو گیا تھا' کچھ خارجی مصلحتوں نے علیؑ کو خاموش کر دیا اور وہ برداشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ابوذرؓ نے بھی یہی روش اپنائی' دوسرا آیا تو پھر یہی خاموشی اور تحمل' تیسرا آیا تو اس نے اسلام کو عجیب غلط انداز میں پیش کیا۔

عثمانؓ کے مقابلے میں علیؑ کی شکست ابوذرؓ کو بہت کھلتی تھی' عثمانؓ نے اپنے قریبی عزیزوں کو حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز کر دیا۔ جو اسلام عدالت اور آزادی کی خاطر آیا تھا' اب وہی دشمنوں کے ہاتھوں میں تھا۔ عثمانؓ کے دور حکومت میں اسلام کا لبادہ ہی بدل دیا گیا' اب ابوذرؓ سے بھی خاموش نہیں رہا گیا' وہ سکوت کو خیانت خیال کرتا تھا' جیسے وہ مکہ میں تنہا میدان میں اتر آتا تھا' اب مدینہ میں پیغمبرؐ کے بڑے بڑے مہاجرین اور انصار کے باوجود وہ تنہا ہے' یہاں وہ عثمانؓ کی زر پرستی پر حملہ آور ہوا۔ جو مہاجرین و انصار پیغمبرؐ کے دور میں ایمان کی خاطر لڑتے تھے اور تقویٰ ان کا پیشہ تھا' اب ان کے پاس ہزاروں غلام تھے اور وہ حکومت ری' حکومت ایران' حکومت روم' مصر اور یمن کی طرح ثروت مند تھے۔ غارت گری کو وہ جہاد کا نام دیتے تھے' اسی طرح مالیات

اور زکوٰۃ پر ان کے ناجائز قبضے تھے۔ اب ابوذرؓ نے پھر صدائے احتجاج بلند کی' مگر عثمانؓ اس کو برداشت نہ کر سکا اور ابوذرؓ کو شام میں معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اب معاویہ آزاد تھا' اس کے ہاتھ ابوذرؓ پر بہت کھل چکے تھے۔ معاویہ اس بات سے بھی بہت خوش تھا کہ علیؑ تو شکست خوردہ ہے اس طرف سے کوئی خطرہ نہیں اور خلیفہ وقت عثمانؓ اس کا عزیز ہے۔ رومی اور ایرانی نقشے پر اس نے ''کاخ سبز'' بنانا شروع کر دیا' اس نے ایران اور روم سے بڑے بڑے آرٹسٹ اور معمار بلائے تھے اور وہ اتنا خوش تھا کہ روزانہ اپنے معماروں کے پاس آ کر ان کے کام کی ترقی کا جائزہ لیتا رہتا' ابوذرؓ بھی معاویہ کے پیچھے پیچھے آ جاتا اور مجمع کے سامنے بآواز بلند کہتا' اے معاویہ! اگر یہ محل تیرے اپنے پیسوں کا ہے تو یہ اسراف ہے اور اگر لوگوں کے پیسے کا بنا رہے ہو تو خیانت ہے۔

معاویہ جیسا بردبار سیاستدان بھی بہت پختہ کار تھا' وہ عرب کے چار نابغہ روزگار لوگوں میں سے ایک تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ابوذرؓ پیغمبرؐ کا چہیتا ہے' پیغمبرؐ کی آنکھ کا تارا ہے' انؐ کو عزیز ہے۔ ابوذرؓ کے بارے میں حضورؐ فرمایا کرتے تھے' ابوذرؓ زمین والوں کی نسبت آسمان والوں میں زیادہ مشہور ہے' ابوذرؓ کی پاکیزگی عیسیٰؑ بن مریم جیسی ہے' ابوذرؓ کے سینے کا ظرف علم سے اتنا لبریز ہوا کہ چھلکنے لگا۔

ابوذرؓ مسجد میں بیٹھتا' احادیث پیغمبرؐ نقل کرتا' آیات قرآنی تلاوت کرتا۔ شام کے لوگوں نے اسلام کو آغاز سے ہی معاویہ کی زبان سے سنا تھا' شام کے لوگ پہلی مرتبہ ابوذرؓ کی زبان سے اسلام کا ذکر سن رہے تھے' شام میں بغاوت کے آثار نظر آنے لگے۔ معاویہ نے عثمانؓ سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تجھے شام کے لوگوں کی ضرورت ہے تو ابوذرؓ کو سنبھالو۔ عثمانؓ نے حکم دیا کہ زخموں کے منہ بند رہنے دو اور لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور ان سے کوئی سروکار نہ رکھو اور ابوذرؓ کو لکڑی کے پالان والے اونٹ پر بٹھا کر بھیج دو اور ایسے حبشی غلاموں کو مقرر کر دو جو ابوذرؓ کو نہ جانتے ہوں اور ساتھ یہ بھی حکم دے دو کہ مدینہ سے شام تک راستے میں ابوذرؓ آرام نہ

اب گرسنگی ابوذرؓ پر حملہ آور ہوتی ہے' ابوذرؓ ام ذر کو آواز دیتا ہے' اٹھو اس بیابان میں کوئی دانہ دنکا یا گھاس کا تنکا ڈھونڈیں اور اپنی بھوک مٹائیں' دونوں چل پڑتے ہیں۔ ہوا اس قدر طوفانی ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے اس غمناک سانحہ پر اس کو بھی غصہ آ گیا ہے' ان کو اس بیابان میں کچھ بھی نہیں ملتا۔ اب ابوذرؓ کے جسم میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں رہی' واپسی پر وہ اپنی مہربان شریک حیات کے بازوؤں میں جھول جاتا ہے' ام ذر رونے لگتی ہے۔ یہاں پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ابوذرؓ اپنی ایمانی قوت کے بل پر ایک مرتبہ پھر اپنے حواس کو بجا کرتا ہے اور ام ذرؓ کو پیغمبر خداؐ کا پیغام سنا کر کہتا ہے کہ

ہم تین لوگ تھے' دو تو شہر میں مر گئے' میں ہی وہ ہوں جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میں ''بیابان'' میں مروں گا۔

مجھے یہاں پر رکھ دو اور ٹیلے پر جا کر دیکھو' یہاں سے کچھ لوگ گزریں گے' ام ذر بڑی ناامیدی سے کہتی ہے کہ آج کل حج کا موسم بھی نہیں ہے اور حجاج تو سبھی جا چکے' مگر ابوذرؓ بڑے ہی قطعی اور مطمئن انداز میں کہتا ہے کہ جاؤ ٹیلے کے اوپر جا کر گھوم پھر کر دیکھو کسی طرف سے تمہیں چند لوگ ضرور نظر آئیں گے کیونکہ فرمودۂ پیغمبرؐ ہے اور اس کامل ایمان کے سہارے وہ ان چند افراد کا منتظر ہے۔ اتنے میں دور بہت ہی دور چند لوگ دکھائی دیتے ہیں' ام ذر اپنے رومال سے ان کو متوجہ کرتی ہے' وہ آ کر پوچھتے ہیں کہ اے کنیز خدا! کیا بات ہے؟

اے بھائیو! میرا شوہر مر رہا ہے' آؤ اور اس کے کفن و دفن میں میری مدد کرو اور خدا سے اس کا اجر عظیم پاؤ۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ جواب ملتا ہے' ابوذرؓ یار پیغمبرؐ۔ یہ لوگ عثمانؓ کی حکومت کے کارندے تھے' ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کی آخری سانس تک ابوذرؓ کی معنوی

دولت اس کی رہنمائی کرتی ہے۔ ابوذرؓ ابھی تک زندہ ہے' وہ ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے' تم لوگ جو کہ سلطنت عثمانؓ کے گماشتے ہو' تم میں جو کوئی سپاہی ہے' قاصد ہے' یا عثمانؓ کا خاص مامور کردہ خادم ہے' میری تکفین نہ کرو' نہ تدفین کرو اور میری موت کے معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرو' جو کچھ تمہارے پاس کپڑا ہے میرے کفن کے لئے مخصوص کر دو' اگر ہم دونوں کے پاس کوئی کپڑا ہوتا تو تمہاری ضرورت نہ تھی۔

ایک جوان جو کہ مالک اشتر معلوم ہوتا ہے' اے چچا جان! میرے پاس ماں کا دیا ہوا پرانا کپڑا ہے۔ ابوذرؓ فوراً کہتا ہے' تم مجھے دفن کرنا اور اس کپڑے سے کفن پہنانا' یہ کہہ کر ابوذرؓ انتہائی سکون کے ساتھ آنکھیں بند کر لیتا ہے' یہ تینوں افراد اس بیابان میں اس کو دفن کر دیتے ہیں اور اس کی قبر پر بڑے احترام کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ انصاری جوان کہتا ہے کہ اے ابوذرؓ! تو ناحق دیکھ کر کبھی خاموش نہیں بیٹھا اور اس کے خلاف اس قدر فریاد بلند کی' حتیٰ کہ اپنی جان کو اس راہ حقیقت میں قربان کر دیا' اے ابوذرؓ! اب تو بڑے سکون اور آرام سے رہ کہ زندگی بھر تیرا شعار رسالت الٰہی ہی رہا ہے۔ حضورؐ نے سچ فرمایا تھا کہ وہ تنہا زندگی گزارتا ہے' تنہا مرتا ہے اور کل روز قیامت تنہا ہی اٹھایا جائے گا

قیام قیامت میں بھی اور ہر دور میں بھی

''والسلام''

پروفیسر فضیلت زہرا
مدرسہ جامعہ زینبیہ' جناح ٹاؤن'
ٹھوکر نیاز بیگ' لاہور

فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

☆	نام کتاب	ہدیہ
☆	تلاش حق	120
☆	ذکر حسینؑ	100
☆	برزخ چند قدم پر	120
☆	اسلامی معلومات	100
☆	محمد تا محمد	100
☆	محمدؐ تا علیؑ	100
☆	سورج بادلوں کی اوٹ میں	120
☆	شہید اسلام	100
☆	قیام عاشورہ	50
☆	قرآن اور اہل بیتؑ	100
☆	دینی معلومات	45
☆	نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟	25
☆	ظالم حاکم اور صحابی امام	10
☆	توضیح عزا	200

☆	تفسیر سورۂ فاتحہ	100
☆	مشعل ہدایت	100
☆	اسم اعظم	150
☆	سوگنامہ آل محمدؐ	200
☆	افکار شریعتی	250
☆	گفتار شریعتی	150
☆	سیرت آل محمدؐ	150
☆	110 بہترین مناظرے	250
☆	ٹاپ (10) خطباء	200
☆	سیرت رسولؐ	125
☆	نبی امی	50
☆	آسان مسائل (چار جلد)	240
☆	تاریخ جنت البقیع	100
☆	عمدۃ المجالس	100
☆	حقوق زوجین	25
☆	ارشادات امیر المومنینؑ	15
☆	صدائے مظلوم	45
☆	مراسم عروسی و معجزات بتولؑ	30

25		اسلامی پہیلیاں	☆
25		لڑکی سونا لڑکا چاندی	☆
10		فکر حسینؑ اور ہم	☆
30		پیام عاشورہ	☆
25		معصومینؑ کی کہانیاں	☆
30		ارشادات مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ	☆
6		آزادی مسلم	☆
45		فقہ اہل بیتؑ	☆
100		صحیفہ پنجتن	☆
100		حرف احساس	☆
100		حسینؑ میرا	☆
150		جام غدیر	☆
100		زندہ تحریریں	☆
60		شاہکار رسالت	☆
200		محشر خاموش	☆
200		اسلام اور کائنات	☆
100		غریب ربذہ	☆
125		فطرت	☆